اسلام اور نظریہ پاکستان کا محافظ، ملک وملت کا ترجمان

انٹرنیشنل

علوم اسلامیہ

ششماہی

انگلش، سندھی، عربی، اردو

سوانح حیات، تدریسی، سیاسی، تصنیفی خدمات، علامہ پر معلومات عامہ، مولانا منیب الرحمٰن سے انٹرویو،
علامہ عثمانی کا خطبہ لاہور، قومی سیرت النبیؐ کانفرنس اسلام آباد اور امور حج کیلئے تجاویز، ہائر ایجوکیشن کمیشن،
چیف ایڈیٹر کا بحیثیت پرنسپل قائد ملت انتخاب، عبداللہ گرلز کالج میں ایم اے کا آغاز و سیمینار

CHINA
NORTHERN AREAS
AZAD
AFGHANISTAN
ISLAMABAD
FEDERALLY ADMINISTERED TRIBAL AREAS
PAKISTAN
PUNJAB
BALOCHISTAN
SINDH
BOUNDARIES
International
Disputed
Lines of control

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ حیات وخدمات نمبر

چیف ایڈیٹر

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

ویب سائٹ www.auicks.org پر مجلّہ مفت مطالعہ کریں

جمشید ٹاؤن کو صاف ستھرا رکھنے میں حق پرست قیادت کی مدد کیجئے

ٹاؤن انتظامیہ اپنے قائد کے فرمان کے مطابق بلا امتیاز، زبان رنگ نسل اور ہر قسم کے تعصب سے بالاتر ہو کر ٹاؤن کے تمام مکینوں کو شہری سہولتیں فراہم کرنے کیلئے شب و روز کوشاں ہے۔

آئیے

- ☆ اس کام میں جمشید ٹاؤن کی انتظامیہ کی مدد کیجئے
- ☆ کوڑا کرکٹ گلیوں میں پھینکنے کے بجائے مقررہ کچرا کنڈیوں میں پھینکیں
- ☆ اپنے گھر سے پانی کو سڑک پر بہنے سے روکیں تا کہ سڑک تباہ نہ ہو
- ☆ ہر شہری اپنے گھر کے باہر کم از کم ایک پودا لگائے اور اس کی نگہداشت کرے

اپنے مکینوں کو صاف ستھرا اور روشن ٹاؤن فراہم کرنا حق پرست قیادت کی اولین ترجیح ہے

عارف آجاکیا
ناظم
جمشید ٹاؤن

ضیاء الدین جمال
نائب ناظم
جمشید ٹاؤن

حمد باری تعالیٰ[1]

حاجت روا بھی تو ہے، مشکل کشا بھی تو ہے
خلاق دو جہاں ہے، سب کا خدا بھی تو ہے
روز ازل بھی تیرا شام ابد بھی تیری
ہر ابتدا بھی تو ہے ہر انتہا بھی تو ہے
دکھ درد میں تجھی کو مولا پکارتے ہیں
ٹوٹے ہوئے دلوں کا ہاں آسرا بھی تو ہے
تیری تجلیوں سے روشن ہیں ماہ و انجم
دنیا کی انجمن میں نور و ضیا بھی تو ہے
ہے چارہ بھی تو اور کار ساز بھی تو
آنکھوں کی روشنی ہے، دل کی دوا بھی تو ہے

نعتیہ اشعار

(روضۂ رسول ﷺ کے مواجہہ شریف کی جالیوں پر)

یا خیر من دفنت فی التراب اعظم
فطاب من طیبهن القاع والاکم
نفسی الفداء لقبر انت ساکنه
فیه العفاف وفیه الجود والکرم

ترجمہ: اے بہتران سب سے جن کے اجساد شریفہ خاک میں مدفون ہوئے ہیں اور ان کی خوشبو سے جنگل اور پہاڑ مہک گئے ہیں میرے جان اس پاک قبر پر فدا جس میں آپ سکونت فرما ہیں اس قبر شریف میں پرہیز گاری ہے اور اسی میں جود اور کرم ہے

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ،

بانی جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی کا ہدیہ عقیدت بحضور سرور کائنات

بلغ العلی بکماله   فاقَ الوری بنواله
کشف الدجی بجماله   شمس ذکت بفعاله
حسنت جمیع خصاله   من هدیه ومقاله
صلوا علیه وآله   قدرا لفضله وجلاله

آپ اپنے کمال سے بلندیوں پر پہنچے   اور اپنی سخاوت سے کائنات پر چھا گئے
اپنے جمال سے اندھیروں کو دور کیا   آپ کے مبارک افعال واعمال سے سورج نے روشنی پائی
آپ کے تمام خصال حسین ہیں   آپ کی سیرت اور گفتار سے
آپ پر اور آپ کی آلؓ اولاد پر درود بھیجو   آپ کے فضائل اور جلالت قدر کے پیش نظر

ملی نغمہ

(اے وطن اے وطن)

دائم آباد تیری حسین انجمن اے وطن اے وطن!
تیرے گیتوں کا سونا سلامت رہے تیروں شہروں کا سکھ تا قیامت رہے
تاقیامت رہے، یہ بہارِ چمن اے وطن اے وطن
تیری آباد کلیاں مہکتی رہیں! تیری راہیں فضائیں چمکتی رہیں
مسکراتے رہیں تیرے کوہ و دمن! اے وطن اے وطن
تیرے بیٹے تری آبرو کے لئے یوں جلائیں گے اپنے لہو کے دیئے
پھوٹ نکلے گی تاریکیوں سے کرن اے وطن اے وطن
دائم آباد تیری حسین انجمن

منزل قریب ہے

کچھ غم نہیں ہے، حق کہ جو باطل قریب ہے ہے باعث خوشی کے مقابل قریب ہے
گردانتے تھے جو حق کو آسان ٹارگیٹ خطرہ انہیں بھی ہوگیا مشکل قریب ہے
اہل جنوں نے اہل خرد پر جتا دیا اب مٹ رہے ہیں فاصلے منزل قریب ہے
اے ناخدائے امت مسلم بعزم نو ٹکرانا آندھیوں سے کہ ساحل قریب ہے
ہیں پھر بھی سر بدست روانہ بسوئے دار دیوانے جانتے ہیں کہ قاتل قریب ہے
کیوں کر نہ محو رقص ہو وقت فدائے جاں محبوب کے وصال سے بسمل قریب ہے
القدس تیری یاد وظیفہ ہے جان کا گو جسم تو ہے دور مگر دل قریب ہے
اب رہروان شوق کی رفتار دیکھ کر محسوس ہورہا ہے کہ منزل قریب ہے
جو کچھ گنوا چکے ہتو نہیں اس کا کوئی غم اے عزم شاد باش کہ منزل قریب ہے

(حاصل تمنائی)

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی یاد میں گلہائے عقیدت

رہرو راہ شریعت راہ دکھلاتا رہا منزل مقصود تک امت کو پہنچاتا رہا
ترجمان فقہ وتفسیر وحدیث مصطفیٰ آفتاب علم دین ودنیا کو چمکاتا رہا
لکھ کر شرح مسلم وتفسیر قرآن کریم امت اسلام پر احسان فرماتا رہا
تھا زباں پر اس کی قال اللہ اور قال الرسول نغمہائے سنت وقرآن سدا گاتا رہا
رحمت للعالمین کے دین کی لیکر ضیاء اپنے علم وفضل کے انوار برساتا رہا
حکمت رازیؒ واسرار غزالی کا امیں حکمت و اسرار کے عقدوں کو سلجھاتا رہا
تھا زباں قاسم کی اور روح ولی اللہ تھا جس پر محمود حسنؒ بھی فخر فرماتا رہا
تھا لسان الغیب انور شاہؒ کی نظروں میں وہ غیب کے مضمون ہمیں آنکھوں سے دکھلاتا رہا
یاد ہے اب تک تیری شیریں کلامی جس سے تو کوثر وتسنیم کی موجوں کو شرماتا رہا
تجھ پر نازاں ہے تیرا دارالعلوم دیوبند مادر علمی پہ تو بھی ناز فرماتا رہا
اہل پاک وہند تیری ذات کے ممنون ہیں جن پر اپنے فیض کی بارش تو برساتا رہا
تھا صداقت اور حق گوئی ترا شیوہ سدا حق بیاں کرتا رہا باطل کو ٹھکراتا رہا
کیا ہی نعمت تھی مگر علامہ عثمانی کی ذات پھول بن کر گلشن ہستی کو مہکاتا رہا
وہ ہوئے دنیا سے کیا رخصت کے انوار الحسن زندگی کا لطف جینے کا مزہ جاتا رہا

پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے خصوصی نمبر کی اشاعت پر ہدیہ عقیدت

جہاں میں رونق بزم وفا شبیر عثمانی رہین نغمہ غار حرا شبیر احمد عثمانی
کبھی دیو بند میں تھے ناخدا شبیر احمد عثمانی کبھی ڈابھیل میں نغمہ سرا شبیر عثمانی
تھے ہر ایک دور کے بانگ درا شبیر عثمانی وہ علامہ ولیکن جامعہ شبیر احمد عثمانی
زمانہ جس کے اوصاف حمیدہ کا ہوا قائل اس قاسم کے تھے طرز ادا شبیر عثمانی
مشاہیر زمانہ کو بھی اپنا منتظر پایا ”گیا“ کہ شہر میں جسدم گیا شبیر عثمانی
جدھر سب بولنے والے بھی یکسر دم بخود پائے ادھر بھی بول اٹھے تھے برملا شبیر عثمانی
یہ وہ نمبر ہے جس نمبر کے نمبر لگنے والے ہیں کچھ اس طرح سے چھپا ہے یہ نمبر شبیر عثمانی
میں تھا مشتاق اس نمبر کا یارو ایک مدت سے یہ نمبر خود بخود ہی بن گیا شبیر عثمانی
کرے کس تعریف کس منہ سے حبیب ادنیٰ ہے اور وہ اعلیٰ مگر پھر بھی ہے اس کا مدعا شبیر عثمانی

بشکریہ ماہنامہ القاسم وحافظ حبیب الرحمٰن نقشبندی

علامہ عثمانی اور پاکستان

نام کے شبیر تھے اہل زباں کے واسطے وہ سراپا درد تھے ہر جاں کے واسطے
آتش غم دل میں لیکن، گفتگو شبنم مثال وہ محبت ہی محبت تھے جہاں کے واسطے
دوڑتا پھرتا ہے جو رگ رگ میں پاکستان کی اس مجسم علم وحکمت کا وہ تازہ خون ہے
کل تلک جو مرجع مخلوق تھا وہ حق شناس گوشہ اسلامیہ کالج میں اب مدفون ہے

پروفیسر ریحانہ تبسم فاضلی

اظہار تشکر

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی صاحب کو قائد ملت
گورنمنٹ ڈگری کالج لیاقت آباد کا

پرنسپل

بنائے جانے پر ہم وزیر اعلیٰ سندھ، وزیر تعلیم
چیف سیکریٹری، سیکریٹری تعلیم، سیکریٹری سروسز،
ڈائریکٹر جنرل ایجوکیشن سندھ کا تہہ دل سے
شکریہ ادا کرتے ہیں

منجانب
جملہ اراکین انتظامیہ، مجلس مشاورت و مجلس ادارت
ششماہی علوم اسلامیہ انٹرنیشنل
(اردو، عربی، انگریزی، سندھی)

اس حوالہ سے خصوصی ضمیمہ اس مجلہ میں موجود ھے

اظہار تشکر

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی حیات و خدمات

پر

سیمینار کے انعقاد میں تعاون و حوصلہ افزائی پر

زیراعظم پاکستان	جناب شوکت عزیز صاحب
گورنر سندھ	جناب ڈاکٹر عشرت العباد صاحب
مبر قومی اسمبلی	جناب ڈاکٹر فاروق ستار صاحب
اظم جمشید ٹاؤن	جناب عارف آجا کیا صاحب
مبر قومی اسمبلی	جناب عابد علی امنگ صاحب
رنسپل اسلامیہ سائنس کالج	جناب محمد یوسف صاحب
رنسپل اسلامیہ آرٹس کالج	جناب عبدالستار بلوچ صاحب (موجودہ ریجنل منیجر کالجز کراچی)

تحقیقی مقالات پیش کرنے والے جملہ محققین و شرکاء سیمینار و اخبارات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں

منجانب: مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

عالمی قیام امن کے لئے

قومی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس ۲۰۰۷ء

بعنوان

عالمی مذاہب کے درمیان مکالمہ باہمی

خدشات، امکانات اور تصادم

"کانفرنس میں شرکت کے لئے تمام مذاہب (اسلام، یہودیت، عیسائیت، ہندومت، بدھ مت، سکھ اور پارسی وغیرہ) کی موزوں ترین شخصیات کے انتخاب کے لئے ہمیں تحریری مشورے عنایت کیجئے اور اگر آپ خود بھی دلچسپی رکھتے ہوں تو اپنا اندراج جملہ تحریری کوائف و رابطہ نمبر کے ساتھ کروا دیجئے"۔
ہم سمجھتے ہیں دنیا میں حقیقی و دائمی امن مذاہب کے درمیان مکالہ کے ذریعہ ممکن ہے اور اسلام نے (سورئہ آل عمران آیت ۶۱۴) سب سے پہلے اس کی دعوت دی ہے۔

اُسوۂ انبیاء علیہم السلام اور کتب مقدسہ کے تناظر میں

زیر اہتمام

انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کالجز کراچی سندھ (رجسٹرڈ)

اسلام اور نظریہ پاکستان کا محافظ، ملک وملت کا ترجمان

ششماہی انٹرنیشنل

علوم اسلامیہ

اگست تا جنوری ۲۰۰۶ء مطابق رجب تا ذی الحج ۱۴۲۷ھ

جلد: ۲	شمارہ:۴
رجسٹریشن نمبر ۱۳۵-۲۰۰۵ء	

سرپرست: مفتی محمد نعیم صاحب مدظلہ العالی

چیف ایڈیٹر: پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی ایڈیٹر: مولانا ڈاکٹر شبیر احمد (آسٹریلیا)

مجلس مشاورت

☆ پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب، چانسلر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان

☆ پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی صاحب، خطیب شاہ فیصل مسجد، ڈائریکٹر جنرل دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی

☆ ڈاکٹر مولانا عبدالرزاق اسکندر صاحب، چانسلر جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، سندھ

☆ پروفیسر ڈاکٹر قبلہ ایاز صاحب، ڈین آرٹس فیکلٹی پشاور یونیورسٹی

☆ پروفیسر ڈاکٹر علی اصغر چشتی صاحب، ڈین آرٹس فیکلٹی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

☆ بریگیڈیئر ڈاکٹر فیوض الرحمٰن صاحب، ڈائریکٹر ریلیجز افیئرز ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کراچی، سندھ

☆ مولانا ارشاد الحق تھانوی صاحب، چیئرمین زکوۃ کمیٹی کراچی، ممبر سنڈیکیٹ جامعہ کراچی، سندھ

☆ مولانا محمد اسعد تھانوی صاحب، مہتمم جامعہ اشرفیہ سکھر سندھ

☆ مولانا سید نصیب علی شاہ الہاشمی صاحب، مہتمم جامعہ المرکز الاسلامی بنوں، ممبر قومی اسمبلی صوبہ سرحد

☆ پروفیسر ڈاکٹر احمد اقبال صاحب، سابق چیئرمین اسلامک کلچر سندھ یونیورسٹی جامشورو، سندھ

☆ پروفیسر ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب، چیئرمین اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور، پنجاب

☆ پروفیسر مولانا محمود حسین صدیقی صاحب، چیئرمین سیرت چیئر جامعہ کراچی، سندھ

☆ پروفیسر ڈاکٹر احمد جان صاحب، چیئرمین شعبہ اصول الدین بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

☆ پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر صاحب، ناظم تعلیمات ادارہ نصابیات بلوچستان

مشیر قانونی امور: سمیع الدین ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

مجلس ادارت، اردو

پروفیسر ڈاکٹر وسیم الدین صاحب
پروفیسر عبدالحفیظ صاحب
پروفیسر سید شعیب اختر صاحب
پروفیسر محمد مشتاق کلوتا صاحب

پروفیسر فرحت عظیم صاحبہ
پروفیسر نسرین وسیم صاحبہ
پروفیسر ثریا قمر صاحبہ
پروفیسر جمیلہ خانم صاحبہ
بشریٰ بیگ صاحبہ

مجلس ادارت، عربی

پروفیسر ڈاکٹر نیاز محمد صاحب
پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد ثانی صاحب
پروفیسر مفتی محمد عمار صاحب
پروفیسر مولانا بدرالدین صاحب

پروفیسر ڈاکٹر مولانا اکرام اللہ الازہری صاحب
مولانا ابن الحسن عباسی صاحب
مفتی محمد زبیر حق نواز صاحب

مجلس ادارت، سندھی

پروفیسر ڈاکٹر ثناء اللہ بھٹو صاحب
پروفیسر صبغت اللہ صاحب
پروفیسر شمس الدین صاحب

پروفیسر ڈاکٹر محمد مخدوم روشن صدیقی صاحب
پروفیسر عبدالقادر چاچڑ المعروف جمال ناصر صاحب
پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحٰق بھیو صاحب

مجلس ادارت، انگریزی

پروفیسر سرور حسین خان صاحب
پروفیسر اے کے مسلم صاحب
پروفیسر محمد بلال صاحب

پروفیسر اے کے شمس صاحب
پروفیسر ریاض الدین ربانی صاحب
پروفیسر غلام عباس چھیال صاحب

بیرون ممالک نمائندگان

۱۔ برونائی دارالاسلام: ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی صاحب
۲۔ بنگلہ دیش: مولانا ڈاکٹر شبیر احمد صاحب
۳۔ ساؤتھ افریقہ: مفتی محمد اشرف صاحب
۴۔ سعودی عرب: مولانا ظفر عالم صاحب
۵۔ کینیڈا: مولانا محمد آصف قاسمی صاحب
۶۔ ناروے: نثار بھگت صاحب
۷۔ امریکہ: محمد اقبال صاحب
۸۔ برطانیہ: ماجد سلیم صاحب

نوٹ: ادارہ کا مقالہ نگار سے اتفاق ضروری نہیں، مقالہ کے متن وحواشی کی ذمہ داری مقالہ نگار پر ہے۔

ڈیزائننگ وکمپوزنگ	قیمت فی شمارہ،	رجسٹرڈ ڈاک خرچ	بیرون ممالک
محمد جنید درانی	100/روپے	پاکستان میں 25/روپے	5 یورو

کراچی میں مجلّہ علوم اسلامیہ ودیگر کتب کے لیے رابطہ کریں

مکتبہ الجامعۃ بنوریۃ العالمیۃ
سائٹ کراچی متصل سائٹ تھانہ
فون 0300-2152992

ادارۃ الانوار
بالمقابل بنوری ٹاؤن مسجد گرومندر
مرکز القرآن
ایم اے جناح روڈ اردو بازار کراچی
فون: 2624608
موبائل: 03009256753

کتب خانہ دیوبند
(سابقہ درخواستی کتب خانہ)
بالمقابل بنوری ٹاؤن مسجد گرومندر کراچی

ادارۂ اسلامیات
موھن روڈ چوک اردو بازار کراچی
فون: 2722401

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ
اردو بازار، ایم اے جناح روڈ
فون: 2629157

ناشر: پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی
مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

خط و کتابت کے لئے رابطہ

آفس 162 سیکٹر 8/L اورنگی ٹاؤن کراچی۔

فون: 6659703، موبائل 0300-2664793

E mail: drsalahuddinsani@yahoo.com

ویب سائٹ www.auicks.org

162 سیکٹر 8/L اورنگی ٹاؤن کراچی پاکستان نے خرم پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔

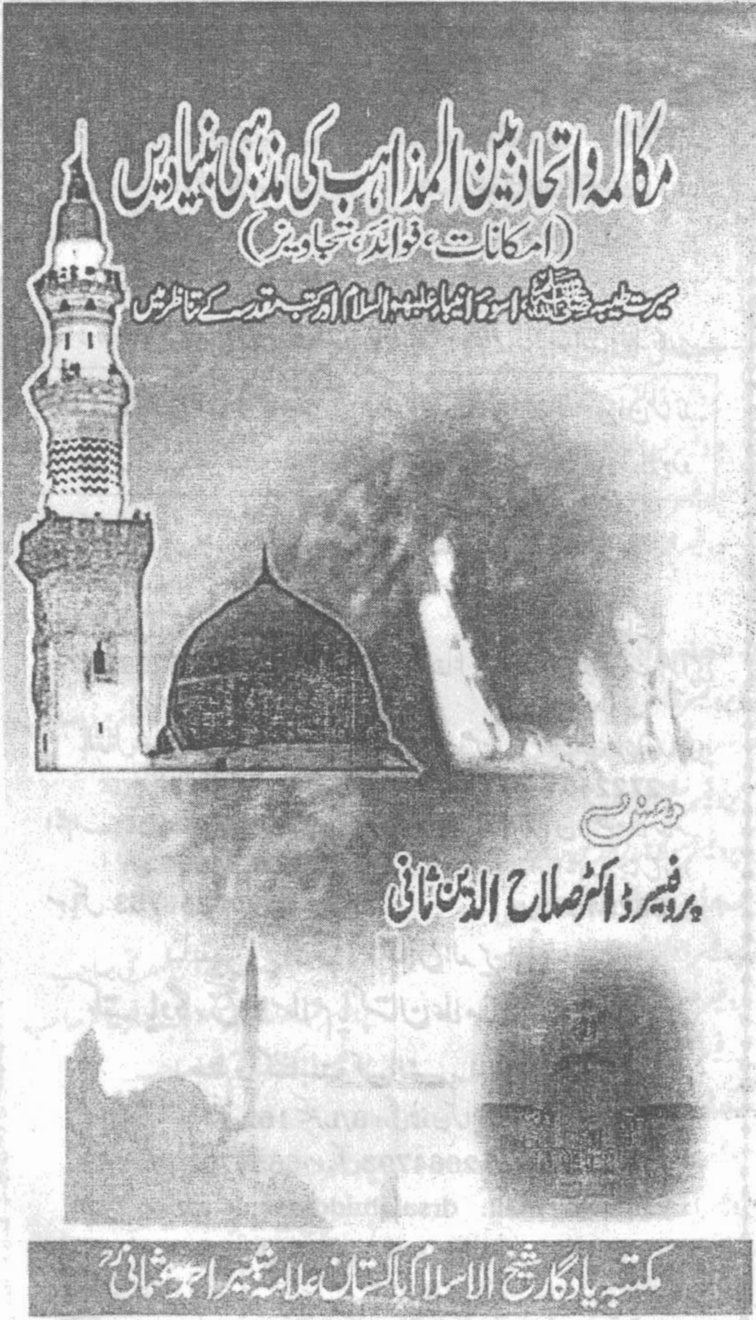

مکالمہ واتحاد بین المذاہب کی مذہبی بنیادیں

(امکانات، فوائد، تجاویز)

سیرت طیبہ ﷺ، اسوۂ انبیاء علیہم السلام اور کتب مقدسہ کے تناظر میں

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

فہرست مضامین

حمد باری تعالیٰ
نعتیہ اشعار بحضور سرور کائنات — مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
ملی نغمات
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کیلئے ہدیہ عقیدت — پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی
علامہ عثمانیؒ کے خصوصی نمبر کی اشاعت پر ہدیہ عقیدت — حافظ حبیب الرحمٰن نقشبندی
پروفیسر ریحانہ تبسم فاضلی
چیف ایڈیٹر کو پرنسپل بنانے پر کو اظہار تشکر
علامہ عثمانیؒ پر سیمینار کے انعقاد میں معاونین کا اظہار تشکر
اداریہ عہد حاضر اور ہم — چیف ایڈیٹر — ۸
پیغامات بحوالہ علامہ عثمانیؒ — ۱۹
قومی ہیروز کے نام پر اکیڈمیاں بنی چاہئیں — عارف آجا کیا ٹاؤن ناظم جمشید ٹاؤن — ۲۰ تا ۹
جب تک پاکستان کا پرچم لہراتا رہے گا — عابد علی امنگ ممبر قومی اسمبلی — ۱۲ تا ۲

گوشہ اردو

۱۔ شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کی تفسیری خدمات	پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی	۲۵ تا ۳۵
۲۔ علامہ شبیر احمد عثمانی اور ان کی تفسیری خدمات	پروفیسر ڈاکٹر قاری بدر الدین	۳۷ تا ۴۴
۳۔ مولانا شبیر احمد کی عثمانیؒ کی تعلیمی و تدریس اور خدمات	علامہ سید سلیمان ندویؒ	۴۵ تا ۵۹
۴۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	جسٹس مفتی محمد تقی عثمانیؒ	۶۱ تا ۶۶
۵۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی حیات کا مختصر خاکہ	بریگیڈیئر ڈاکٹر قاری فیوض الرحمٰن	۷۲ تا ۶۷
۶۔ شیخ الاسلام کی حیات و خدمات	مفتی محمد نعیم	۸۲ تا ۷۳
۷۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی سیاسی خدمات	مولانا ڈاکٹر محمد اسعد تھانوی	۸۹ تا ۸۳
۸۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا علمی مقام	پروفیسر سید محمد شیعب اختر	۹۵ تا ۹۱
۹۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور قائد اعظم	رضوان احمد	۱۰۶ تا ۹۷
۱۰۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی قیام و استحکام پاکستان کی خدمات کا ایک جائزہ	مولانا سعید احمد صدیقی	۱۱۰ تا ۱۰۳
۱۱۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی حیات و خدمات	پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی	۱۱۷ تا ۱۱۱

پاکستان کی خدمات کا ایک جائزہ		
۱۱۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی حیات و خدمات	پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی	۱۱۱ تا ۱۱۷
۱۲۔ تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما مولانا شبیر احمد عثمانیؒ	محمد پوپلزئی	۱۱۸ تا ۱۲۴
۱۳۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تصنیفی خدمات اور سوانحی مآخذ	مسز بشریٰ بیگ	۱۳۰ تا ۱۲۵
۱۴۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی حیات و خدمات حدیث	پروفیسر نسرین وسیم	۱۳۱ تا ۱۵۰
۱۵۔ علامہ عثمانیؒ پر سوالات اور ان کے جوابات	پروفیسر سید محمد شعیب اختر	۱۵۱ تا ۱۵۶
۱۶۔ مولانا منیب الرحمٰن عثمانی بن مفتی عتیق الرحمٰن	پینل مجلس ادارت	۱۵۷ تا ۱۶۲
۱۷۔ علامہ عثمانیؒ کا تاریخی خطبہ لاہور	بشکریہ جی ایچ کیو	۱۶۳ تا ۱۹۸
۱۸۔ سالانہ قومی سیرت النبی کانفرنس اسلام آباد و تجاویز اور چند حقائق	پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی	۱۰۲ تا ۱۹۹
۱۹۔ حج تجاویز برائے وفاقی وزارت مذہبی امور	مولانا سعید احمد صدیقی و پروفیسر سعید الرحمٰن	۲۰۷ تا ۲۰۲
۲۰۔ ریسرچ اسکالر سے درخواست	چیف ایڈیٹر	۲۱۴

گوشہ: تعارف وتبصرہ کتب ۲۱۵ تا ۲۲۱

گوشہ: علمی و تعلیمی خبریں ۲۲۳ تا ۲۴۰

۱۔ علامہ عثمانی وسید سلیمان ندویؒ کے مزارات کی بے حرمتی
۲۔ ڈائریکٹریٹ آف کالجز کیلئے قابل تقلید نمونہ
۳۔ کراچی کے چار خواتین کالجز میں ابلاغ عامہ کی تدریس شروع کرنے کا فیصلہ
۴۔ 29 نئے کالجز کے پرنسپلز کو ساڑھے 73 لاکھ روپے کے چیکوں کی تقسیم
۵۔ وائس چانسلر کی تقرری کے لئے گورنر کا صوبداری اختیار ختم اسکالرز سرچ کمیٹی کا قیام
ڈاکٹر پیرزادہ قاسم کی سربراہی میں اجلاس کا انعقاد
۶۔ ہائر ایجوکیشن کمیشن اور ایم فل/ پی ایچ ڈی میں داخلے
۷۔ وزیر اعظم کے اعلان کے مطابق 28 اساتذہ حج کے لئے روانہ
۸۔ جامعات میں خلاف ضابطہ ترقیاں واپس لینے تک فنڈز منجمد رہیں گے
۹۔ سرحد حکومت کی جانب سے دینی مدارس کے پوزیشن ہولڈر کے لئے انعامات کا اعلان
۱۰۔ پنشن پالیسی پر ہائی کورٹ کا فیصلہ (بسلسلہ پروفیسر غازی جکھرانی کیس)
ادن میں تعلیمی اداروں سے جھنڈے بینرز ودفاتر ختم کردیں
۱۲۔ پابندی مقاصد ومحرکات (پروفیسر ہارون رشید سابق ڈائریکٹر کالجز کراچی)

خصوصی ضمیمہ اول ۲۱۴ تا ۲۴۷

☆ قائدملت گورنمنٹ ڈگری کالج کیلئے چیف ایڈیٹر کا بحیثیت پرنسپل تقرر

☆ اخبارات واہل علم کی جانب سے خیر مقدمی خطوط وخبریں

☆ جنرل پرویز مشرف کا چیف ایڈیٹر کے نام ذاتی دستخط کے ساتھ خط

خصوصی ضمیمہ دوم ۲۴۸ تا ۲۵۹

عبداللہ گورنمنٹ گرلز کالج میں ایم اے اسلامیات کا آغاز وتکمیل سال اول اور سیمینار ۲۰۰۶ء بعنوان ''استقبال رمضان'' کا انعقاد رپورٹ عرشین امام

طالبات کے پیش کردہ منتخب مضامین

گوشہ علوم اسلامیہ انٹرنیشنل مرتبہ ڈاکٹر فرحت عظیم ۲۶۱ تا ۲۶۸

گوشہ انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کالجز کراچی سندھ ۲۶۹ تا ۲۸۵

☆ چیف ایڈیٹر کے نام گورنر سندھ ڈاکٹر عشرت العباد کا خط

☆ علامہ عثمانی سیمینار کی رپورٹ

☆ اہم اخبارات کی خبریں وتبصرے

گوشہ عربی

۱۔ شیخ الاسلام امام المفسرین الشیخ شبیر احمد عثمانی حیاتہ ومساعیہ الدینیہ	الاستاذ ثناء اللہ محمود	۲۹۲ تا ۲۸۷
۲۔ الکلام القلیل فی شان کتاب فتح الملہم بشرح صحیح المسلم	الاستاذ مفتی محمد عمار خان	۲۹۳ تا ۲۹۶

گوشہ سندھی

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جی زندگی جو احوال	**پروفیسر** زرینہ قاضي	۲۹۷ تا ۳۲۳

گوشہ انگلش

1 to 30

(1) Allama Shabbeer AhmedUsmani 1

Prof .Dr farhat Azim

(2)"Politpical role played by Allama Shabbir Ahmed Usmani for thecreation of Pakistan" 13

By :- Prof. A. K. Shams

(3)ALLAMMA SHABBIR AHMED UMSMANI A MUSLIM LEAGUE'S MYSTIC GUIDE 20

Muhammad Bilal *

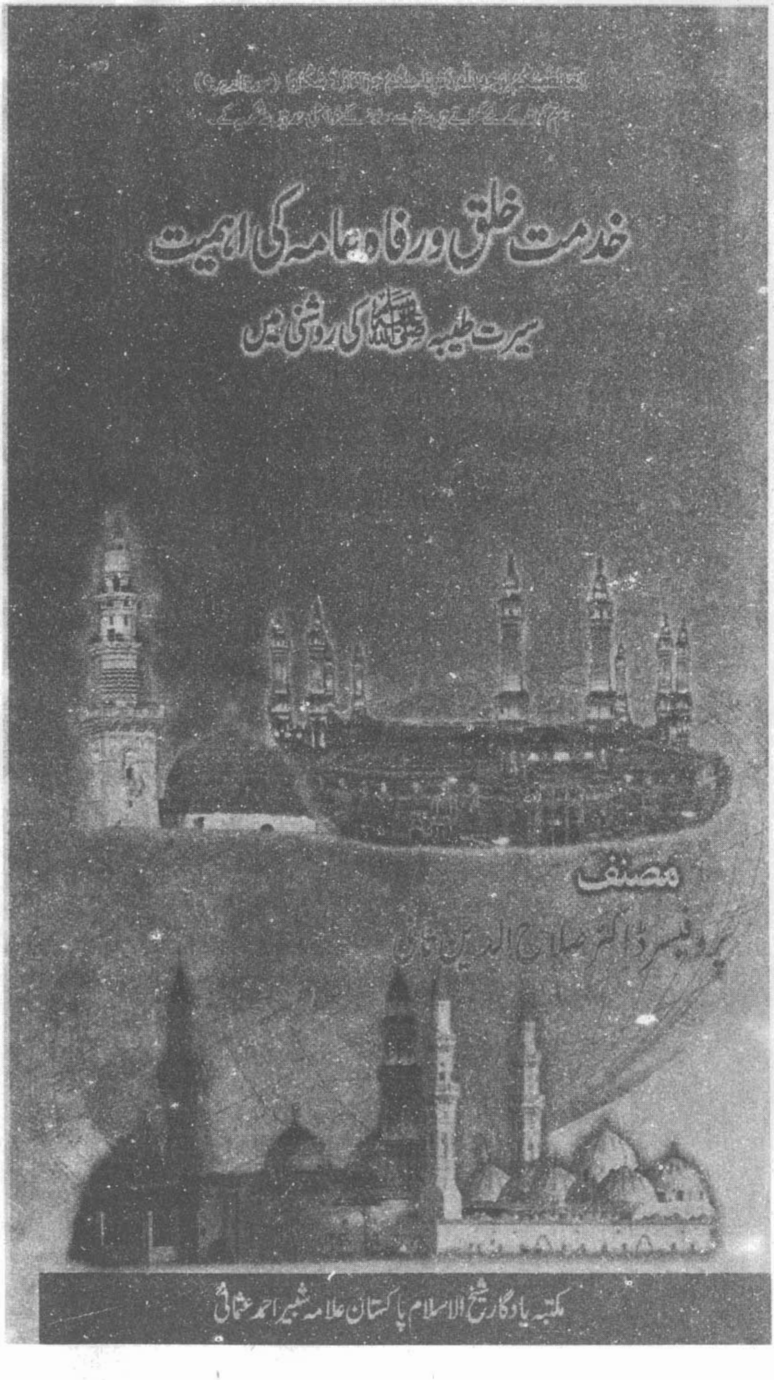

خدمت خلق ورفاہ عامہ کی اہمیت

سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

اداریہ

عہد حاضر اور ہم

معزز قارئین کرام! جیسا کہ آپ نے پچھلے شماروں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے حوالہ سے ایک سیمینار کے انعقاد کا اعلان ملاحظہ کیا تھا اس حوالہ سے یہ خصوصی نمبر شائع کیا جا رہا ہے جیسا کہ آپ کے علم میں ہے ہمارا مجلّہ چار زبانوں (اردو۔ عربی۔ سندھی۔ انگریزی) میں شائع ہوتا ہے۔

اور ہماری کانفرنسوں میں بھی چاروں زبانوں میں تحقیقی مقالات پیش کئے جاتے ہیں شعبہ نشر و اشاعت سندھ کے ایک سرکاری ملازم کے مطابق یہ ملک کا واحد رجسٹرڈ مجلّہ ہے جو چاروں زبانوں میں شائع ہوتا ہے۔ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس ٹائٹل پر موجود ویب سائٹ پر دنیا بھر میں مفت مطالعہ کیا جاتا ہے۔ گویا ہم ہر چھ ماہ میں ساری دنیا کو اس مقدس سرزمین پاکستان سے اپنے خیالات و کاشوں سے آگاہ کر کے علوم اسلامیہ سے وابستہ ڈاکٹر پروفیسر علماء کرام انٹیلکچول اس سرزمین کے وقار میں اضافہ کرتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ آپ قارئین و معاونین کی سرپرستی سے ممکن ہوتا ہے۔

اگر آپ مجلّہ کے مستقل خریدار بن کر مزید مدد فرمائیں تو ہم اپنی کوششوں کا مزید فروغ دے سکتے ہیں جیسا کہ ساری قوم واقف ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ان شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے قیام و استحکام پاکستان کے لئے آخر دم تک کوششیں جاری رکھیں ان کا منتہاء مقصود اسلام کی سربلندی ملک میں اسلام کا نفاذ اور اسلامی عدل رہا۔ آپ کے بعد یہ ذمہ داری پورے قوم کے ارباب حل و عقد بالخصوص علماء پر عائد ہوتی ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور اس فرض کو ادا کریں بقول پروفیسر محمد غازی (سابق وفاقی وزیر وائس چانسلر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد) ’’علامہ عثمانی اس قوم پر ایک بہت بڑا قرض چھوڑ گئے ہیں جو ابھی تک ادا نہیں کیا جا سکا ہے‘‘

اور یہ ذمہ داری ان علماء پر خاص کر زیادہ عائد ہوتی ہے جو علامہ کے پیروکار ہیں معروضی حالات کے پیش نظر مجھ ناچیز نے معمولی سا مکتبہ (مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی) قائم کیا ہے تا کہ علامہ کی متفرق کتب و مضامین شائع کئے جا سکیں اور علامہ کی ملکی و ملی خدمات کو اجاگر

نے بڑی حوصلہ افزائی کی اور مطالبہ کیا کہ ہر سال یہ سیمینار منعقد ہونا چاہیئے اس پروگرام میں اسلامیہ سائنس و آرٹس کے دونوں پرنسپلز پروفیسر محمد یوسف صاحب اور پروفیسر عبدالستار بلوچ صاحب جمشید ٹاؤن ناظم جناب عارف آجا کیا صاحب مفتی عمار صاحب اور پروفیسر حافظ ثناء اللہ محمود صاحب اور انجمن علوم اسلامیہ کے جملہ عہدیداران و ممبران نے بھرپور حصہ لیا ورنہ تنہا میں کچھ بھی نہ کرسکتا تھا۔ انہی جذبات کے تحت ہم نے سیمینار کے موقع پر اعلان کیا تھا کہ بہت جلد اسلامیہ آرٹس کالج میں ''علامہ سید سلمان ندویؒ'' پر ایک روزہ سیمینار منعقد کیا جائے گا ٹاؤن ناظم نے سیمینار کے انعقاد میں مکمل تعاون کرنے کا اعلان کیا تھا جس پر ہم جملہ اساتذہ علوم اسلامیہ کی جانب سے ان کے شکر گزار ہیں۔

پچھلے شمارہ میں آپ نے ایک خبر ملاحظہ کی تھی جس کا عنوان تھا ''علامہ عثمانی اور سید سلمان ندویؒ کے مزارات کی بے حرمتی یہ خبر اس مجلّہ کا بھی حصہ ہے''

الحمد للہ سیمینار کے موقع پر جناب عارف آجا کیا صاحب نے مذکورہ و متاثرہ مزارات کی تعمیر کا اعلان کیا تھا امید ہے موصوف جلد عمل کرکے علامہ کے چاہنے والوں سے دادودعا لیں گے

پرنسپل شپ کا آغاز

معزز قارئین کرام آپ کی دعاؤں کے طفیل ہائی اتھارٹیز نے مجھ پر کالج کی پرنسپل شپ کی ذمہ داری عائد کردی ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے تمام معاونین کو اجر عظیم عطا فرمائے اور مجھے ذمہ داریوں کو بہتر انداز میں پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) **(مجلّہ میں خصوصی ضمیمہ موجود ہے)**

میں ذاتی طور پر تمام اساتذہ کرام اور جملہ اصحاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھے بالمشافہ یا بذریعہ فون مبارک باد دیں اخبارات کا بھی ممنون ہوں اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اس مجلّے کی تیاری میں القاسم کے خصوصی نمبر سے بھی کچھ مدد لی گئی ہے۔ دوسری صوبائی سیرت کانفرنس ۲۰۰۶ء میں پیش کردہ مقالات انشاء اللہ جنوری ۲۰۰۷ میں شائع ہوں گے (آمین)

چیف ایڈیٹر: پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

پیغامات

قومی ہیروز کے نام پر اکیڈمیاں بننی چاہئیں

انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کالجز کراچی کے اشتراک سے منعقدہ علامہ عثمانی سیمینار سے خطاب

جناب عارف آجاکیا صاحب

ناظم جمشید ٹاؤن

معزز حاضرین کرام

آج ہم اپنے محسنوں کو یاد کرنے کیلئے یہاں جمع ہوئے ہیں آج کتنے لوگ ہیں جن کو علامہ ں قربانیوں وخدمات کا علم ہے۔ میرا خیال ہے پانچ پرسنٹ آگاہ ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان میں جن افراد کے پاس ٹیلنٹ ہے وہ تو گلیوں میں گھوم رہے ہیں جو موقع پرست ہیں ابن الوقت ہیں وہ ایوانوں میں بیٹھے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنے محسنوں کو جلد بھلا بیٹھے ہیں۔

بقول شاعر:

تلقین اعتماد وہ فرما رہے ہیں آج راہ طلب میں جو خود کبھی معتبر نہ تھے
نیرنگی دوراں تو دیکھئے منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

پاکستان میں ٹیلنٹ بہت ہے لیکن تعلیم کے بعد معاشی مسائل میں گھر جانے اور معاشی حالت کو ٹھیک کرنے میں انسان ایسا الجھ جاتا ہے کہ انسان کے وہ جذبات جو آج ہیں آئندہ نہیں رہتے ہیں آپ طلباء ہمارے بچے ہیں ہمارا مستقبل ہیں

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ قیام پاکستان کے ساتھ ہی ہمارے مخلص قائدین دنیا سے رخصت ہوگئے اگر دو چار لیڈرز زندہ رہ جاتے تو ملک ترقی کرتا افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے ابتدائی نو سالوں میں ملک کا آئین بھی نہیں بن سکا تھا۔ پڑوسی ملک نے اپنا آئین بنالیا اس نے ترقی کی۔ یہاں لیڈروں کی

لڑائی اور بد نیتی نے نقصان پہنچایا۔ اچھے لیڈر نہ ہونے کی وجہ سے قوم کی راہنمائی نہ ہوئی ہم کچرا پھینکتے ہیں روڈوں اور دیواروں پر پان کی پیپ پھینکتے ہیں سگریٹ کے ٹوٹے جگہ جگہ پھینکتے ہیں ہمیں خود بھی اپنے عمل کی اصلاح کرنا ہوگی

یہاں ایک بات کہنا چاہوں گا جس نے علامہ عثمانی اور علامہ ندویؒ کے مزارات کو نقصان پہنچایا وہ انسان نہیں ہے کوئی، مذہب یا فرقہ اس کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی کی مزار کو نقصان پہنچایا جائے میں اس لئے نہیں کہہ رہا ہوں کہ میرے رشتہ دار بیرسٹر اشرف کی مزار بھی یہاں ہے حالانکہ ان کے مزار کو تو کسی نے چھوا بھی نہیں میں یہ کہتا ہوں مجھ جیسے گناہ گار انسان کی مزار بھی ہو تو اس کو ہاتھ لگانے کا حق کسی کو نہیں ہے۔

میں ڈاکٹر صلاح الدین ثانی اور دیگر اہل علم سے درخواست کروں گا ان قومی ہیروز کے نام پر اکیڈمیاں بنی چاہئیں تا کہ آئندہ والی نسل یاد رکھے اور استفادہ کرے۔

میں پندرہ سال باہر رہا ہوں میں نے دیکھا باہر اس ملک کا بچہ بچہ نپولین بوناپارٹ کو جانتا ہے ہم قائداعظم کے بارے میں بھی نہیں جانتے لہٰذا اپنی قوم کے ہیروز کے کردار کو جتنا اجاگر کریں گے اتنا ہی قوم کی خدمت کریں گے بحیثیت ٹاؤن ناظم ہمارا کوئی کردار ہے کوئی خدمت ہو تو ہم تیار ہیں۔ مجھے افسوس ہوا کہ ہمارے بڑے بڑے لیڈروں نے اس اہم شخصیت پر اتنے شاندار سیمینار میں شرکت نہیں کی۔ میں کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے لیڈروں کو وقت نکالنا چاہئے اور ایسے پروگراموں کو سیاست سے بالاتر ہو کر دیکھنا چاہئے تا کہ قوم کی تقسیم نظر نہ آئے بلکہ ہیروز کے نام پر یکجا ہو جائیں۔

اگر ہمارے اندر آج یونٹی نہیں آئی تو آئندہ بھی نہیں آئے گی۔ میں اعلان کرتا ہوں ہمارا ٹاؤن جلد انشاءاللہ ان مزارات کی تعمیر کرے گا میری آج صبح اس موضوع پر سٹی ناظم سے بات ہوگئی ہے۔

بلکہ میں کہوں گا کہ آپ علامہ سید سلمان ندویؒ پر بھی سیمینار کریں اہل علم کو دعوت دیں ہم آپ کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کریں گے میں ڈاکٹر صلاح الدین ثانی اور پرنسپل صاحب کو اپنے طرف سے خصوصی شکریہ ادا کرتا ہوں میرے لائق جب بھی جو بھی خدمت ہو میں حاضر ہوں۔

آپ سب کا بہت بہت شکریہ

جب تک پاکستان کا پرچم لہراتا رہے گا علامہ کا نام زندہ رہے گا

(علامہ عثمانی سیمینار سے خطاب)

جناب عابد علی امنگ صاحب

(ممبر قومی اسمبلی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسب الحکم اپنے اساتذہ کے اللہ کے نام سے آغاز کرتا ہوں وہی جو دکھ بھرے دلوں کو جوڑتا ہے پھر ان میں محبت نام کی سوغات رکھتا ہے وہی حق و سچ بولنے کا حکم دیتا ہے۔

اسٹیج پر میرے بزرگ موجود ہیں پروفیسر محمد یوسف صاحب پرنسپل اسلامیہ کالج پروفیسر اے کے شمس صاحب سابق ممبر قومی اسمبلی پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی صاحب صدر انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ پروفیسر نسرین وسیم نائب صدر انجمن

میری جانب سے سب کو السلام علیکم

آپ سوچ رہے ہوں گے سلام اتنا لمبا ہے تو تقریر کتنی لمبی ہوگی کھانے کا وقت نزدیک آچکا ہے۔

آپ پریشان نہ ہوں۔

آج اس سیمینار میں علامہ عثمانی کی شخصیت کے ہر پہلو پر تحقیقی مقالات پیش کئے گئے ہیں میں چھوٹا سا آدمی ہوں اتنے بڑے اہل علم و علماء کے درمیان اپنی کوئی تحقیق پیش کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ میں تو ڈاکٹر فاروق ستار بھائی کے حکم پر اس پروگرام میں حاضر ہوا ہوں۔

آپ حاضرین سے چند باتیں کرنی ہیں پہلی یہ کہ وطن عزیز پاکستان جسے اسلام آباد میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کہا جاتا ہے اور اسلام آباد کے باہر نہ اسلامی ہے اور نہ جمہوریہ۔

اس کے قیام کے وقت بڑی قد آور شخصیات موجود تھیں جنھوں نے اسے بنانے میں حصہ لیا انہی میں سے علامہ عثمانی ہیں آج بھی ان کے چاہنے والے موجود ہیں جنھوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر اس میں شرکت کی جو اس بات کا ثبوت ۔ ہے کہ اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو بے لوث ہو کر اپنے محسنوں کو یاد رکھتے ہیں اور سچ بولنے والوں کا ذکر کرتے ہیں۔

آج ملک فرقوں اور زبانوں کی تقسیم میں ہے لیکن علامہ کی شخصیت ایسی تھی کہ انہیں شیعہ، بریلوی، دیوبندی، اہلحدیث سب ہی احترام کی نظر سے دیکھتے تھے

میں اس پروگرام کے حوالہ سے۔ میں حاضرین سے درخواست کروں گا بھرپور تالیوں میں علامہ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کریں۔ جب تک پاکستان کا پرچم لہراتا رہے گا پاسپورٹ موجود رہے گا علامہ زندہ رہیں گے۔ آج علامہ کی قبر کو توڑ کر نقصان پہنچا کر انہیں ہمارے اور لوگوں کے دلوں سے نہیں نکالا جا سکتا ہم آج بھی انہیں بڑے فخر سے یاد کرتے ہیں وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں کہا گیا ہے۔

نہ منہ چھپا کر جیے نہ سر جھکا کر جیے ستم گروں کی نظر سے نظر ملا کر جیے
اگر اک رات کم جیے تو کم ہی سہی یہی بہت ہے مشعلیں حا کر جیے

میں اس پروگرام کے انعقاد پر پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی اور جملہ منتظمین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اتنا شاندار و پرامن پروگرام منعقد کیا ڈاکٹر صاحب کی بڑی قابل قدر خدمات ہیں جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے

آپ کا بہت بہت شکریہ السلام علیکم

ایسا عالم ہم نے پایا تھا جو ہم نے کھو دیا
ایسا عالم اے تبسم اب کہاں سے لائیں گے
ان کی باتوں سے ہمیں ملتی تھی جو آسودگی
دولت آسودگی وہ ہم کہاں سے پائیں گے

علامہ عثمانی کو پاکستان بنانے پر کبھی افسوس نہیں ہوا

(سیمینار سے خطاب)

مولانا تنویر الحق تھانوی

(مہتمم وخطیب جامع مسجد احتشامیہ جیکب لائن)

الحمد اللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد:

میرے لئے بڑی سعادت کی بات یہ ہے کہ آج اس عظیم محسن کے نام پر منعقد ہونے والے سیمینار میں جمع ہوئے ہیں مجھے صرف ایک دعوت نامہ ملا اور میں حاضر ہو گیا تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم اپنے بزرگوں کو بھول گئے ہیں۔

یاد رکھیئے جو قوم اپنے محسنوں کو بھلا دے اس قوم کا کوئی مستقبل نہیں ہوتا۔

علامہ کے بارے میں ایک پراپیگنڈا بہت ہوا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد علامہ افسوس کا اظہار کیا کرتے تھے یہ بالکل غلط پروپیگنڈا ہے۔

آج ضرورت ہے جس طرح علامہ کی علمی مسند کو بہت سے حضرات نے سنبھالا ہوا ہے کہ اسی طرح ان کے سیاسی نظریہ کو سنبھالا و محفوظ کیا جائے آج کے سیمینار میں جن طلبا و طالبات نے تقریریں کیں اور کوئز مقابلے میں حصہ لیا جو محققین آج اپنے مقالات پیش کریں گے میں سب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہم سب کی شرکت کو قبول فرمائے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تحقیقی مقالات کی ترتیب وتدوین کے اصول

(ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی اور تخصص کے تھیسس لکھنے والے

ریسرچ اسکالرز کے لئے جامع ومانع رہنما کتاب)

ترجمہ

كيف تكتب بحثا أو رسالة دراسة منهجية

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر احمد شلبی الازہری

(استاذ جامعۃ الازہر جامعہ قاہرہ وکیمبرج یونیورسٹی برطانیہ)

مترجمین

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

صدر شعبہ اسلامیات قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج
سپروائزر ایم فل/ پی ایچ ڈی ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان
وفاقی اُردو یونیورسٹی۔ کراچی یونیورسٹی۔ ہمدرد یونیورسٹی

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحمٰن

سابق پروفیسر بہاولپور یونیورسٹی

گوشہ اردو

شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

اور ان کی تفسیر عثمانی

م ۱۳؍دسمبر ۱۹۴۹ء/۲۱؍صفر ۱۳۶۹

ڈاکٹر پروفیسر صلاح الدین ثانی

ڈاکٹر زیتون بیگم شمس الدین لکھتی ہیں مولانا شبیر احمد عثمانی دار العلوم دیو بند کے ۲۰؍ بیسویں صدی کے ممتاز علماء میں سے تھے آپ ادیب خطیب عالم اور اعلیٰ پایہ کے سیاسی قائد تھے۔ (۱)

۱۸۸۸ء مطابق ۱۰؍(۲) محرم ۱۳۰۵ھ میں بجنور میں پیدا ہوئے۔ (۳) کا صحیح نام فضل اللہ تھا لیکن شبیر احمد کے نام سے زیادہ مشہور ہوئے (۴) کنیت ''پھول ابا'' تھی اور گھر میں اسی نام سے پکارے جاتے تھے۔ (۵) نسب حضرت عثمانؓ سے ملتا ہے (۶) میں فیض انبالوی لکھتے ہیں کہ آپ کا پورا خاندان دنیا کو منور کرنے والے سورج کی طرح تھا آپ نے اردو اور فارسی میں کچھ اشعار کہے ہیں۔ (۷) محترمہ ڈاکٹر زیتون بیگم کی روایت کے مطابق مولانا کے والد مولانا فضل الرحمٰن نے تین شادیاں کیں، تیسری بیوی سے مولانا شبیر احمد عثمانی پیدا ہوئے آپ نے دار العلوم دیو بند سے اپنی جملہ تعلیم، علم فلسفہ، علم ادب، اردو، عربی، فارسی کی تعلیم مکمل کی، علم التجوید، قرأت و تفسیر، قاری عبد الوحید صاحب سے حاصل کی اور امتیازی درجہ میں سند حاصل کی۔ ۱۳۲۲ھ میں دار العلوم دیو بند سے فارغ التحصیل ہوئے۔ (۸)

۱۳۲۵ھ میں دار العلوم دیو بند کے استاذ مقرر ہوئے۔ (۹) کچھ عرصہ بعد دہلی کے مدرسہ فتحپوری میں صدر المدرس بنا کر بھیجے گئے، تھوڑے عرصہ بعد دار العلوم دیو بند کی مجلس شوریٰ

آپ نے دار العلوم دیو بند سے اپنی جملہ تعلیم، علم فلسفہ، علم ادب، اردو، عربی، فارسی کی تعلیم مکمل کی، علم التجوید، قرأت وتفسیر، قاری عبد الوحید صاحب سے حاصل کی اور امتیازی درجہ میں سند حاصل کی۔ ۱۳۲۲ھ میں دار العلوم دیو بند سے فارغ التحصیل ہوئے۔ (۸)

۱۳۲۵ھ میں دار العلوم دیو بند کے استاذ مقرر ہوئے۔ (۹) کچھ عرصہ بعد دہلی کے مدرسہ فتحپوری میں صدر المدرس بنا کر بھیجے گئے، تھوڑے عرصہ بعد دار العلوم دیو بند کی مجلس شوریٰ نے ''صحیح مسلم'' پڑھانے کے لئے آپ کو دیو بند بلا لیا، دیو بند میں تدریس کے زمانے میں کچھ انتظامی اختلافات کی وجہ سے دیو بند کو چھوڑ کر ڈھابیل (۱۰) کے جامعہ اسلامیہ میں چلے گئے۔ (۱۱) مولانا انور شاہ کشمیری کی وفات کے بعد اسی جامعہ میں صحیح بخاری اور ترمذی پڑھانے کے ساتھ شیخ التفسیر کے منصب پر بھی فائز رہے (۱۲) طویل عرصہ یہ خدمات انجام دینے کے بعد بیماریوں کے سبب پھر دیو بند میں رہائش اختیار کر لی اس دوران ہر جمعہ کو شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے گھر پہ درس قرآن دیتے رہے۔ (۱۳)

علامہ عثمانی اور مذہبی وسیاسی تحریکات: ۱۔ شاہ سعود کی مذہبی اصلاحات اور ض سخت احکامات کی وجہ سے ہندوستان میں شورش پیدا ہوئی تو برصغیر کے مسلمانوں کی طرف سے ایک وفد شاہ سعود کی خدمت میں گیا آپ نے دار العلوم دیو بند کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے عمدہ تقریر کی جسے سن کر شاہ سعود بہت متاثر ہوئے اور بدعتوں کے قتل وغارت جو سخت احکامات جاری کیے تھے انہیں موقوف کر دیا گیا، اور شاہ سعود کی طرف سے آپ کو بیش قیمت انعامات سے نوازا گیا۔ (۱۴) ۲۔ اس کے علاوہ اعلیٰ درجہ کے خطیب تھے اپنی خطابت کے ذریعہ علی گڑھ ودیگر یونیورسٹیوں میں جدید تعلیم یافتہ افراد کی اصلاح کی۔ (۱۵) ۳۔ آپ جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کے رکن تھے اور صف اول کے رہنما تھے۔ (۱۶) ۴۔ شیخ الہند کی تحریک ریشمی رومال میں شریک رہے۔ (۱۷) ۵۔ تحریک پاکستان کے مسئلہ پر مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور ۱۹۴۶ء میں علماء کی علیحدہ جماعت جمعیت علماء اسلام کی بنیاد رکھی پہلے صدر منتخب ہوئے بنگال سے مسلم لیگ کی جانب سے ہندوستان کی مجلس دستور ساز اسمبلی کی رکن منتخب

آپ نے ۲۶ر دسمبر ۱۹۴۵ء میں دارالعلوم دیوبند کے ایک اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ حصول پاکستان کے لئے میں قتل کر دیا جاؤں میرا اعتقاد ہے کہ پاکستان کا حصول مسلمانوں کے لئے بقاء کی ضمانت ہے میں اس کے حصول کے لئے آگے بڑھتا رہوں گا فرمایا میرے بھائیو، اگر میں حصول پاکستان کی راہ میں شہید کر دیا جاؤں یا میری موت آ جائے تو میری لاش ہندوستان نہ بھیجنا بلکہ مجھے اس جگہ دفن کرنا جہاں پاکستان بننا یقینی ہو۔ (۲۰)

قیام پاکستان کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانی ہندوستان سے آنے والے بے یار و مدد گار مسلمانوں کی نصرت و امداد فرماتے رہے۔

اپنے لئے معمولی سا ایک مکان بھی لینا گورا نہ کیا جب آپ سے زیادہ اصرار کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں اس وقت تک اپنے لئے مکان نہیں لے سکتا جب تک ایک مہاجر بھی بے گھر ہے۔

مولانا انوار الحسن شیرکوٹی لکھتے ہیں:

وفات: ۱۳ر دسمبر ۱۹۴۹ء، مطابق ۲۱ر صفر ۱۳۲۹ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۲۱) مولانا کے انتقال پر وزیر اعظم لیاقت علی خان نے بروز بدھ یوم تعطیل کا اعلان کیا، نماز جنازہ میں دو لاکھ افراد نے شرکت کی (۲۲) ملک عبدالعزیز کے حکم سے حرمین شریفین میں آپ کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی (۲۳) مولانا محمد ادریس صاحبؒ نے تاریخ وفات اس شعر میں کہی کہ:

علم و عمل، بذل و بحث، حکمت، کلام و اتقاء
دست قضاء نے آہ سب کو بے سر و پا کر دیا (۲۴)

مظفر نظامی نے تاریخ وفات اس شعر میں کہی۔

از سر حیف و بلا لکھ اے نظام سال داغ
سارے پاکستان میں شبیر کا ماتم ہے آج

مولانا یوسف بنوریؒ نے آپ کی وفات پر طویل مرثیہ کہا اس کا شعر ہے

تم الصلوٰۃ علی خیر الوریٰ ابداً

من جاء بالنوری فی الظلماء للبشر (۲۵)

علامہ زاہد الکوثری آپ کی شان میں لکھتے ہیں علامہ، محدث، ناقد، فقیہ، فائق عالم ربانی مذہب حنفی کے لئے فخر کے قابل ہیں۔

آپ کی فتح الملہم شرح صحیح مسلم مفید معلومات سے لبریز کتاب کو جس قدر پڑھا اسی قدر حیرانی بڑھتی گئی آپ اس زمانے میں بجا طور پر فخر حنفیت ہیں۔ (۲۶)

قرآنی خدمات: مولانا شبیر احمد عثمانی عبد الماجد دریا آبادی کے بارے میں لکھتے ہیں:

مولانا عبد الماجد کی دینی خدمات جن کو تو اللہ تعالیٰ نے اس عمر میں توفیق دی میرے خیال میں اس قدر عظیم وجلیل ہے جو بہت سے علماء بھی آج تک انجام نہ دے سکے اور بہت سے دینی دعوت وتبلیغ کا ذوق رکھنے والے علماء کو ان کے مضامین سے بیش بہا امداد ملتی ہے خطا و تقصیر سے کون مبرا ہے اعتراضات کس پر نہیں ہو سکتے۔ (۲۷)

تفسیری خدمات

القرآن الکریم: و ترجمة معانيه و تفسيرهٔ الى اللغة الارديه

ترجمہ:

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب،

تفسیر، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی۔

تشرف بالامر بطباعة هذا الصحف الشريف و ترجمه معانيه و تفسيره خادم الحرمين الشريفين، الملك فهد بن عبد العزيز السعود ملك المملكه العربيه السعوديه۔

یہ سب سے زیادہ مستند ترجمہ وتفسیر کا مجموعہ ہے اس میں ترجمہ بین السطور شیخ الہند محمود الحسن کا بالکل صاف اور واضح لکھا ہوا ہے اور حواشی پر تفسیر ابتدائی چند سورت کے علاوہ تا

اختتام قرآن علامہ شبیر احمد عثمانی کی ہے، بہت عمدہ گرین بائبل پیپر طباعت کے لئے استعمال کیا ہے، لاکھوں کی تعداد میں اس نسخہ کو چھپوا کر مفت برصغیر میں تقسیم کیا گیا ہے محسوس ہوتا یہ تاج کمپنی کے مطبوعہ قرآن کا عکس ہے یا جرمنی سے دار التصنیف والے جو چھپواتے ہیں اس کا عکس ہے۔ اس کے علاوہ بہت عمدہ خوبصورت ومضبوط بائنڈنگ ہے، ۸۱۰ صفحات پر مشتمل ہے آخر میں رموز واوقاف اور تفسیر کا مقدمہ ہے جس میں شیخ الہند نے شاہ عبد القادر کے ترجمہ کی تحسین اور ڈپٹی نذیر احمد کے ترجمہ پر تنقید کرنے کے علاوہ نیا ترجمہ کرنے کی وجوہات بیان کی ہیں۔

شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس اور رابطہ عالم اسلامی کے باہمی تعاون سے مختلف زبانوں میں معتمد علماء کے تراجم وتفاسیر کو منتخب کر کے شائع کرتے ہیں تا کہ اسلامی دنیا کی ضرورت کو پورا کرنے میں اپنا کردار ادا کریں، قرآن کریم کے اردو ترجمہ وتفسیر کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس کی مرکزی مجلس شوریٰ نے تراجم وتفاسیر سے متعلق منعقد ہونے والے خصوصی اجلاس میں اس کی طباعت ونشر کا فیصلہ کیا ہے۔

قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس جو اردو ترجمہ اور تفسیر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وزارت مذہبی امور کی طرف سے معتمد ومصدقہ ہے جید علمی شخصیت حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی نے مترجم ومفسر کی علمی عظمت کا اعتراف کیا ہے اور اس ترجمہ وتفسیر کی توثیق ان الفاظ میں کی ہے اردو زبان میں یہ سب سے اچھا ترجمہ وتفسیر ہے اس کی طباعت واشاعت ہونی چاہیئے۔

ضروری تصحیحات کا مراجعہ رابطہ عالم اسلامی (ادارۃ القرآن الکریم) کی طرف سے فضیلۃ الشیخ سید عنایت اللہ شاہ صاحب کاکاخیل نے کیا ہے۔ (۲۸)

اسکے بعد اسی کا عکس لے کر دوبئی سے بھی کئی لاکھ کی تعداد میں چھپ کر مفت تقسم ہو رہی ہے دوبئی کی بائنڈنگ اور پیپر بھی بہت اعلیٰ کوالٹی کا ہے۔

لیکن اس پر مطبع یا ناشر کا نام وپتہ نہیں لکھا ہے۔

تفسیری عثمانی کی اہم خصوصیات :

۱۔ آپ قرآن کریم کی تفسیر سب سے پہلے قرآن سے بیان کرتے ہیں اوراس کی تائید میں مختصراً احادیث سے استدلال کرتے ہیں اور عقلی نقلی دلائل کی روشنی میں مسائل کی تحقیق کرتے ہیں جیسے: مسئلہ روح، واقعہ معراج، اور یاجوج ماجوج کے مسئلے میں کی ہے۔

۲۔ تفسیر بیان کرنے میں صرف ان اقوال سے استدلال کرتے ہیں جن سے مذہب اہلسنّت والجماعت کی تائید ہوتی ہو، مثلاً: آیت **وامسحو بروؤسکم وارجلکم** کے ذیل میں مسح رأس سے بحث کی ہے۔

۳۔ عقائد باطلہ اور تفسیر میں اسرائیلی روایات کا رد کرتے ہیں جیسے: آیت **وما قتلوہ وما صلبوہ** کے ذیل میں رفع عیسیٰ کو ثابت کیا ہے، تفسیر کرنے میں اہم تفاسیر مثلاً تفسیر ابن کثیر، تفسیر کبیر، تفسیر کشاف، اور دیگر متداول تفاسیر کے ساتھ صحاح ستہ کا بھی جگہ جگہ حوالہ دیتے ہیں۔

۴۔ تفسیر بیان کرنے میں اعتدال کے مسلک کو اپناتے ہیں اور غلو کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔

۵۔ تفسیر بالرائی سے انتہائی اجتناب کرتے ہیں البتہ قرآن وحدیث سے جو علمی نکات سامنے آتے ہیں انہیں ضرور بیان کرتے ہیں۔

۶۔ اپنی تفسیر میں تاریخی اور جغرافیائی تحقیقات کو مختصر الفاظ میں بیان کردیتے ہیں۔
مثلاً آیت **آلم غلبت الروم** کے ذیل میں تاریخ روم اوراس کے جغرافیہ پر روشنی ڈالی ہے۔

۷۔ تفسیر میں لغوی تحقیق اور نحوی، صرفی، تحقیقات کو بھی ملحوظ رکھتے ہیں۔
مثلاً نصاریٰ کی لغوی تحقیق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں نصاریٰ نصر سے مأخوذ ہے اوراس کے معنی ہے مدد کرنے والے اور یہ منسوب ہے ملک شام کی ایک بستی ناصرہ کی طرف

۸۔ تفسیر بیان کرتے ہوئے بعض آیات کے اسرار و فوائد بھی بیان کرتے ہیں مثلاً آیات کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس کو سات مرتبہ صبح و شام پڑھنے سے اللہ تعالیٰ غم و فکر سے محفوظ رکھتا ہے۔

۹۔ اسی طرح تفسیر بیان کرتے ہوئے بعض مواقع پر کتب سماوی سے بعض تائیدی اقوالات پیش کرتے ہیں۔

مثلاً آیت کے ذیل میں انجیل کے تیسرے باب اور آیت ۲۱ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی برحق ہونے پر استدلال پیش کیا ہے۔

۱۰۔ اسی طرح بعض جدید تحقیقات مثلاً بادل کی گرج بجلی کی کڑک پر آیت کے ذیل میں عمدہ تعبیر پیش کی ہے اسی طرح زلزلہ اور اس کے وقوع کے اسباب پر آیت کے ذیل میں جدید تحقیقات کے روشنی میں بحث کی ہے۔

۱۱۔ تفسیر میں بعض بین الاقوامی قوانین قرآن سے ثابت کئے ہیں۔

ایک مرتبہ مولانا انور شاہ صاحب کی محفل میں شیخ الہند کے ترجمہ کی خوبیاں بیان ہو رہی تھیں مولانا انور شاہ نے مولانا مطلوب الرحمٰن سے رائے پوچھی تو آپ نے فرمایا ترجمے میں دو خاص باتیں ہیں:

۱۔ پہلی یہ کہ قرآن کریم کثیر المعانی ہے شیخ الہند نے کوشش کی ہے کہ ترجمے میں ایسے الفاظ لائے جائیں جو کثیر المعانی ہوں۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ نزول قرآن خاص ہے مگر اطلاق عام ہے، شیخ الہند نے حتی الوسع شان نزول سے گریز کیا ہے تاکہ معانی محدود نہ ہو جائیں۔

مولانا انور شاہ نے فرمایا مولوی مطلوب جہاں تمہاری نظر پہنچی ہے وہاں کسی کی نظر نہیں پہنچی۔ (۲۹)

مولانا ولی رازی لکھتے ہیں:

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے اپنے ترجمہ کے ساتھ کچھ مختصر حواشی بھی تحریر فرمائے تھے۔ جن میں اختصار کے ساتھ انتہائی مفید تفسیری توضیحات شامل

تھیں حضرت شیخ الہندؒ نے ترجمہ کا تکمیل کے بعد ایک اہم کام یہ بھی شروع فرمایا کہ ان حواشی کو دوبارہ اپنی زبان میں اس طرح تحریر کرنا شروع کیا کہ جہاں جہاں ضرورت سمجھی وہاں اجمال کی تفصیل فرما دی اور مفید تفسیری وضاحتوں کا اضافہ بھی فرمایا (۳۰) لیکن حضرت شیخ الہندؒ کی حیات میں یہ کام صرف سورۃ النساء تک ہو سکا۔ (۳۱) اس کام کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو منتخب فرمایا۔ فوائد عثمانی نے ایک ایسی مختصر مگر جامع اور عصر حاضر کی ضرورتیں پوری کرنے والی تفسیر کی جگہ لے لی۔ جس کی مثال اردو میں موجود نہ تھی حضرت علامہ عثمانیؒ نے خاص یوم عرفہ کو وقوف عرفات کے وقت ۱۳۵۰ھ کو دیوبند میں اس کام کی تکمیل فرمائی۔ (۳۲)

۱۔ مختصر ہونے کے باوجود قرآن کریم کے منشاء و مفہوم کی تعبیریں اتنی جامع ہیں کہ اکثر مقامات پر قرآن کریم کے طالب علم کو بڑی تفاسیر سے مستغنی کر دیتی ہے۔

۲۔ قراان کریم کی آیت کا باہمی ربط اتنا واضح ہے کہ مسلسل ترجمہ پڑھنے والے کو کہیں ربط کی کمی کا احساس نہیں ہوتا۔

۳۔ قرآن کریم کی مختلف آیات میں جہاں جہاں ظاہری تعارض معلوم ہوتا ہے ان آیات کی طرف مراجعت کر کے رفع تعارض کی سہل تقریر کی گئی ہے۔

۴۔ عصر حاضر میں پیدا ہونے والے اشکالات کا شافی جواب دیا گیا ہے اور اکثر مقامات پر اپنے دلنشین انداز میں عقلی دلائل بھی مہیا کیے گئے ہیں۔

۵۔ جن مقامات پر ایک سے زائد تفسیری آر پائی جاتی ہے وہاں راجح تفسیر کو ترجیحی وجوہات کے ساتھ اختیار فرمایا ہے۔

۶۔ اہل علم کے لئے اکثر مقامات ایسے لطیف علمی اشارات کر دیئے گئے ہیں جن سے ان مقامات پر متوقع دشواریوں کے حل کی طرف رہنمائی ملتی ہے۔

۷۔ زبان کی سہولت اور جدید محاورات کے مطابقت کا اتنا غیر معمولی اہتمام فرمایا کہ ساٹھ سال گذر جانے پر بھی اس تفسیر کی مقبولیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ (۳۳)

مولانا محمد اشفاق صاحب لکھتے ہیں کہ علامہ عثمانی نے اپنی تفسیر میں جگہ جگہ شاہ صاحب کو کوٹ کیا ہے، (۳۴) جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ عثمانی کی شاہ صاحب کے علوم

پر کتنی گہری نظر تھی۔

علامہ عثمانی کی قرآنیات پر دیگر کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں بعض مطابع نے مختلف کتابوں کو یکجا کر کے تالیفات عثمانی کے نام سے شائع کی ہیں جیسے دار الاشاعت اور ادارۃ القرآن سے شائع ہوتی ہیں

۲۔ روح القرآن (اردو) مطبوعہ

۳۔ اعجاز القرآن (اردو) مطبوعہ

حواشی وحوالہ جات

۱۔ سہ ماہی الدراسات الاسلامیہ (عربی) جولائی ۱۹۹۱ء مجمع البحوث الاسلامیہ اسلام آباد،

۲۔ مشاہیر علماء/ ج ۱، ص ۲۰۹،

۳۔ بجنور ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کا ایک شہر ہے،

۴۔ آپ کے والد نے آپ کا نام فضل اللہ رکھتا تھا، دیکھئے: فتح الملہم شرح صحیح مسلم (عربی) / مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، اکثر مصنفین نے بھی یہی نام لکھا ہے، دیکھئے: (۱)۔ حیات شیخ الاسلام (اردو) / مصنف فیض شفیق صدیقی الانبالوی مطبوعہ ادارۃ سیرت پاکستان لاہور، (۲) بیس بڑے مسلمان (اردو) / عبد الرشید ارشد/ مکتبہ رشیدہ لاہور/ ص ۵۴۵، (۳) ماہنامہ الرشید دیو بند نمبر) ۳۱، (۴) تجلیات عثمانی / مصنف انوار الحسن شیر کوٹی / مطبوعہ پرنٹنگ پریس لاہور/ ص ۱۴، (۵)۔ انوار عثمانی / ص ۵،

۵۔ انوار عثمانی / مصنف انوار الحسن شیر کوٹی / مطبوعہ انجمن پریس کراچی ۱۹۶۶ء / ص ۵،

۶۔ تفسیر عثمانی / مطبوعہ دار التصنیف کراچی، / ص ۸۰۸، ☆ اور سہ ماہی الدراسات الاسلامیہ، جولائی ۱۹۹۱ء / ص ۱۰۸،

۷۔ سہ ماہی الدراسات / ص ۱۱۱، ☆ ایضاً حیات عثمانی / ص ۸۷

۹۔ سہ ماہی الدراسات الامیہ جولائی ۱۹۹۱ء / ص ۱۱۳، ☆ لیکن مشاہیر علماء دیو بند کے مطابق ۱۹۰۸ء مطابق ۱۳۲۵ھ میں فراغت حاصل کی پھر کچھ عرصہ مسجد فتح پوری دہلی میں بحیثیت استاذ رہنے کے بعد دیو بند کے استاذ مقرر ہوئے / ص ۲۱۰ ایضاً تاریخ دار العلوم دیو بند / ج ۲، ص ۲۳۹، یہی صحیح معلوم ہوتی ہے،

۱۰۔ سہہ ماہی الدراسات الامیہ جولائی ۱۹۹۱ء / ص ۱۱۴، اور حیات عثمانی ص ۱۵۵، ☆ لیکن تاریخ دار العلوم دیو بند

کے مطابق ۱۹۱۰ء مطابق ۱۳۲۸ھ میں دیوبند کے اساتذ مقرر ہوئے/ ج ۲، ص ۲۳۰،

۱۱۔ ڈھابیل ہندوستان کے صوبہ سورت کا ایک شہر ہے تاریخ کے لئے دیکھیں حیات عثمانی /ص ۴۰۱،

۱۲۔ یہ مشاہیر علماء دیوبند کے مطابق ۱۹۲۸ء مطابق ۱۳۴۶ھ کا واقعہ ہے/ص ۲۱۰، ۵۔ مشاہیر علماء/ ج ۱، ص ۲۱۰، ☆ مزید دیکھئے (۱) سہ ماہی الدراشا الاسلامیہ جولائی ۱۹۹۱ء/ص ۱۱۵، (۲) علماء حق/ ج ۱، ص ۲۴۸، مصنف مولانا محمد میاں، (۳) حیات شیخ الاسلام/ مصنف انبالوی/ص ۲۵، (۴) ماہنامہ الرشید دیوبند نمبر/ص ۳۱، (۵) حیات عثمانی /ص ۴۰۰،

۱۳۔ تجلیات عثمانی / مصنف انوار الحسن شیرکوٹی مطبوعہ انجمن پریس کراچی/ص ۲۴ مشاہیر علماء/ ج ۱، ص ۲۱۰، ☆ سہ ماہی الدراسات الاسلامیہ جولائی ۱۹۹۱ء/ص ۱۱۵، ☆ لیکن پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی نے حیات عثمانی /ص ۲۶۰ پر شیخ الہند کے مکان کی جگہ دیوبند کے درالحدیث کا ذکر کیا ہے لکھتے ہیں ۱۹۴۲ء مطابق ۱۳۶۱ھ میں بعض طلب کے اصرار پر دیوبند میں اوپر کے دارالحدیث میں درس قرآن دینا شروع کیا تھا اور قبول جناب محبوب احمد رضوی درس کی مقبولیت اس حد تک بڑھ گئی کہ نہ صرف درالحدیث بلکہ دارالحدیث کی گلیلریاں بھر جاتی تھیں طلبہ کے ساتھ شہر کے افراد بھی شرکت کرتے تھے، غالباً پہلے ۱۹۲۲ء میں صرف شیخ الہند کے مکان پر درس دیتے تھے جیسا کہ اسی کتاب کے ص ۵۲۹ سے معلوم ہوتا ہے پھر ۱۹۴۶ء میں دارالعلوم میں درس دینے لگے لہٰذا دونوں باتیں صحیح ہوسکتی ہیں۔

۱۴۔ بریلوی حضرات کو علامہ عثمانی کا احسان مند ہونا چاہئے دیکھئے: حیات عثمانی /ص ۲۴۰،

۱۵۔ بعض تقاریر علیگڑھ یونیورسٹی سے شائع ہوچکی ہیں دیکھئے: تاریخ دارالعلوم دیوبند/ ج ۲، ص ۲۳۷،

۱۶۔ ایضاً /ص ۲۴۴، ☆ یادرفتگاں/ مصنف ندوی/ص ۳۸۳، ☆ یادرفتگاں مصف قادری/ ج ۱، ص ۳۰۷، ☆ جمعیت علماء ہند/ ج ۱، ص ۲۵، ص ۲۳۱، ☆ ج ۲، ص ۸۵۸،

۱۷۔ تاریخ دارالعلوم دیوبند/ ج ۲، ص ۲۴۴، ☆ حیات عثمانی / مصنف انوار الحسن شیرکوٹی / ناشر مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۹۸۵ء/ص ۴۸۱ تا ۵۰۸ ☆ مزید دیکھئے: تعمیر پاکستان اور علماء ربانی/ مصنف منشی عبدالرحمٰن خان/ ناشر ادارہ اسلامیات لاہور، طبع دوم ۱۹۹۲ء/ص ۵۸، ص ۱۰۹، ص ۱۱، ص ۱۲۷،

۱۸۔ اکابر علماء دیوبند/ص ۹۲، ☆ اقبال اور علماء پاک وہند/ص ۲۸۶،

۱۹۔ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی /ص ۲۷۲، ☆ بیس بڑے مسلمان/ص ۵۴۲

۲۰۔ خطبات عثمانی /ص ۳۲،

۲۱۔ انوار عثمانی /ص ۲۶۱،

۲۲۔ ایضاً /ص ۲۶۲،

۲۳۔ ایضاً / ص ۲۶۷،

۲۴۔ ایضاً / ص ۲۸۵،

۲۵۔ ایضاً / ص ۵۴۶

۲۶۔ انوار عثمانی مرتبہ محمد انوار الحسن شیرکوٹی / ص ۸۲،

۲۷۔ ایضاً / ص ۱۰۶

۲۸۔ مقدمہ القرآن الکریم وترجمۃ معانیہ وتفسیر الی اللغۃ الاردویۃ مطبع شاہ فہد کمپلیکس سعودی عرب

۲۹۔ مقدمہ تفسیر عثمانی / مطبوعہ عالمین پبلی کیشنز، لاہور

۳۰۔ تفسیر عثمانی / ناشر دار الاشاعت کراچی / ج ۱، ص ۹،

۳۱۔ مولانا ولی رازی نے مقدمہ کے ص ۹ پر دار التصنیف لمیٹڈ نے اپنے ٹائٹل پر اور اسی طرح دیگر حضرات نے لکھا ہے کہ آل عمران تک تفسیر لکھی تھی مگر صحیح یہ ہے کہ النساء تک لکھی تھی آل عمران گم ہوگی تو علامہ عثمانی نے دوبارہ لکھی ہے دیکھئے سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر / ج ۲، ص ۴۳۰، و ۴۳۹،

۳۲۔ تفسیر عثمانی / مطبوعہ دار الاشاعت / ص ۱۰

۳۳۔ تفسیر عثمانی / مطبوعہ دار الاشاعت / ص ۱۰، ☆ جائزہ تراجم قرآنی محمد سالم قاسمی / ص ۵۱،

۳۴۔ تفسیر عثمانی / مطبوعہ عالمین پبلی کیشنز لاہور۔

حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کی قرآنی خدمات

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

(زیر طبع)

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی قرآنی خدمات

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

(زیر طبع)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کی تفسیری خدمات

☆ مقالہ نگار: پروفیسر ڈاکٹر قاری بدر الدین

الحمدللہ آج میرے لئے یہ امر باعث مسرت ہے کہ اس عظیم محفل میں ایک بڑے محدث، جلیل القدر مفسر، عظیم المرتبت شخصیت کی تفسیری پہلو پر مقالہ پیش کرنے کے سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بڑے جلیل القدر محدث ومفسر، سحر البیان متکلم، رفیع الشان فقیہہ بہترین مقرر، اعلیٰ درجے کے انشاء پرداز اور میدان سیاست کے شہ سوار تھے آپ کی ذات گرامی علم کا سرچشمہ تھی اور تمام زندگی خدمت اسلام، خدمت مسلمین، اور خدمت ملک وملت میں گزری۔ قلم اور زبان سے شریعت کے اسرار آشکار ہوئے آپ کے کردار نے مسلمانوں میں روح ڈالی مسلمانان پاکستان کے شیخ الاسلام تھے مجاہد اسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو ایسے وقت دنیا میں بھیجتا ہے جب امت میں کوئی خلل واقع ہو جاتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بھی ان ہی لوگوں میں سے ایک تھے حضرت علامہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے علماء زماں، محقق دوراں اور دنیائے اسلام کا درخشندہ آفتاب بنایا ہے ان کی بے مثل ذکاوت، بے مثل تقریر، عجیب وغریب حافظہ، تبحر کمالات علمیہ وعملیہ ایسے نمایاں اوصاف ہیں کہ کوئی مصنف مزاج انکار نہیں کر سکتا۔ (۱)

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں کہ:

علامہ عثمانی اپنے وقت کے زبردست متکلم، نہایت خوش تقریر مقرر، محدث ومفسر اور محقق تھے حلقہ علماء میں ایسا قادر الکلام اور ایسا بلیغ البیان خطیب نہ شاید اب تک میسر ہوا نہ ہو گا جب آپ تقریر کے لئے کھڑے ہوتے تو یوں معلوم ہوتا کہ علم وکمال کا سمندر موجیں مار رہا ہے اور علم وعرفان کی سوتیں

رہ رہ کر آشکار ہو رہی ہیں وہ تحریر و تقریر میں اپنے وقت کے امام تھے۔ (۲)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی فرماتے ہیں کہ:

علامہ عثمانی اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، پاکباز محدث، بہترین مفسر اور خوش بیان مقرر تھے ان کی تقریر کے ایک ایک لفظ میں علم و عرفان کا سمندر موجزن تھا۔ اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ جماعت علماء میں حضرت علامہ عثمانیؒ نہ صرف ایک بہترین عالم ہی تھے بلکہ ایک صاحب الرائے مفکر بھی تھے آپ کا فہم و فراست بے نظیر تھا آپ اس علمی ذوق کے امین تھے جو اکابر دارالعلوم سے بطور وراثت آپ کو ملا تھا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کے مخصوص علوم پر آپ کی گہری نظر تھی اور درسوں میں آپ کے علوم کی بہترین تفہیم کے ساتھ تقریر فرماتے تھے تصنیفی لائنوں میں آپ کی متعدد تصانیف اور قرآن حکیم کی تفسیر بصورت فوائد اور مسلم شریف کی عربی شرح یادگار زمانہ رہے گی جو پوری دنیائے اسلام میں نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی گئی ہے۔

ولادت: علامہ عثمانی ۱۰ محرم ۱۳۰۵ھ بمطابق ۱۸۸۵ء کو بمقام بجنور پردہ عدم سے ظہور میں آئے جہاں ان دنوں حضرت علامہ کے والد محترم مولانا فضل الرحمٰن عثمانی سرکاری مدارس کے ڈپٹی انسپکٹر تھے، مولانا فضل الرحمٰن عثمانی دہلی کالج کے تعلیم یافتہ تھے آپ کے والد نے آپ کا ابتدائی نام فضل اللہ رکھا لیکن بعد میں شبیر احمد رکھا جو مشہور رہا آپ کا شجرۂ نسب حضرت عثمان غنیؓ سے جاملتا ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ کی عمر جب سات برس کی ہوئی تو آپ درجہ قرآن مجید میں داخل ہوئے ۱۳۱۴ء میں آپ نے اردو فارسی کی کتابیں مولانا محمد یٰسین صاحبؒ سے پڑھیں ۱۳۱۹ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے ۱۳۲۵ء میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے۔ آپ حضرت شیخ الہند کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور ان ہی سے بیعت بھی تھے۔

وفات: آپ پاکستان بننے پر ۱۹۴۷ء بمطابق ۸ رمضان المبارک ۱۳۶۶ء کی دوپہر کو دیوبند سے افتتاح پاکستان کی تقریب میں حصہ لینے کے لئے تشریف لائے اور ۱۴ اگست کو کراچی میں جشن آزادی میں شرکت فرمائی قائداعظم کے حکم پر اپنے دست مبارک سے پاکستان کا پرچم لہرایا اور پھر وہ مستقل یہیں مقیم ہوگئے۔ ۸ دسمبر ۱۹۴۹ء بمطابق ۲۱ صفر ۱۳۶۹ھ کو گیارہ بج کر چالیس منٹ پر

بروز منگل ۶۴ سال کی عمر میں یہ آفتاب علم وعمل ہمیشہ کیلئے غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

یہ خبر بجلی کی طرح سارے عالم اسلام میں پھیل گئی اور ایک کہرام مچ گیا سرکاری دفاتر اور کاروباری ادارے بند کردیئے گئے گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین اور وزیر اعظم لیاقت علی خان نے اپنے دورے منسوخ کردیئے عوام وخواص اور ممالک اسلامیہ میں گہرے رنج وغم کا اظہار کیا گیا اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی نے نماز جنازہ پڑھائی دو لاکھ سے زائد مسلمانوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور آپ کا جسد خاکی اسلامیہ کالج جمشید روڈ کراچی میں سپرد خاک کیا گیا آپ کے برابر علامہ سید سلیمان ندویؒ کا مزار ہے آپ کی رحلت تمام عالم اسلام کے لئے سانحہ عظیم تھی۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اپنے تعزیتی پیغام میں فرمایا کہ:

''حضرت علامہ عثمانیؒ کا یکایک ہم سے جدا ہوجانا ایک ایسا صبر آزما سانحہ ہے جس پر چشم ماتم گزار خدا جانے کب تک اشکبار رہے گی، علماء کرام کی صف میں علامہ عثمانیؒ اپنی علمی فضیلت اور کردار کی بلندی دونوں اعتبار سے اتنا بلند مقام رکھتے تھے کہ پاکستان تو درکنار تمام روئے زمین پر آپ کے پائے کی کوئی ہستی نہ تھی۔''

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ:

''موت کے ظالم ہاتھوں نے ایک ایسی ہستی کو ہم سے جدا کردیا جس سے ملک کے تمام مذہبی رہنما ہدایت حاصل کرتے تھے۔'' مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ:

''علامہ عثمانی کی ذات ہمارے لئے ایک نعمت عظمیٰ تھی۔''

آپ کا علمی اور سیاسی کارنامہ: آپ کے علمی کارناموں میں مقالات، خطبات ومضامین کے علاوہ دو ایسے علمی کارنامے ہیں جو کبھی فراموش نہیں کیے جاسکتے ایک تو حاشیہ قرآن مجید جو شیخ الہندؒ کے ترجمہ پر ہے جس کے بارے میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا تھا کہ علامہ شبیر احمد عثمانی نے تفسیر قرآن لکھ کر دنیائے اسلام پر بڑا احسان کیا اور دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے مسلم شریف کی عربی میں حنفی نقطہ نظر سے ایک شرح لکھی جس کا نام ''فتح الملہم'' ہے۔

ہم سردست اس مقالے میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تفسیری خدمات کا جائزہ پیش کریں گے

فن تفسیر: فن تفسیر میں کمال پر آپ کا بہترین شاہکار قرآن کریم کے وہ تفسیری فوائد ہیں جو پاک وہند میں چھپ کر بڑے ہی مقبول ہوئے بیسویں ایڈیشن متحدہ ہندوستان میں چھپ کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوئے حضرت مولانا حسین احمد مدنی آپ کے تفسیری نکات پر تحریر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے علامہ زمان محقق دوراں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ زید مجدہم کو دنیائے اسلام کا درخشندہ آفتاب بنایا ہے مولانائے موصوف کی بے مثل ذکاوت، بے مثل تقریر، بے مثل تحریر، عجیب وغریب حافظہ وغیرہ کمالات علمیہ ایسے نہیں ہیں کہ کوئی شخص منصف مزاج اس میں تامل کر سکے قدرت نے مولانا شبیر احمد صاحب موصوف کی توجہ تکمیل فوائد اور معلقات کی طرف منعطف فرما کر تمام عالم اسلام اور بالخصوص اہل ہند کے لئے عدیم النظیر حجت بالغہ قائم کردی ہے۔ یقیناً مولانا نے بہت سی ضخیم تفسیروں سے مستغنیٰ کر کے سمندر کو کوزے میں بھر دیا ہے۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ صاحب لکھتے ہیں: ''حقیقت یہ ہے کہ ان کا تصنیفی اور علمی کمال کا نمونہ اردو میں ان کے قرآنی حواشی ہیں جو حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ قرآن کے ساتھ شائع ہوئے ہیں۔ (۳)

علامہ عثمانی کی تفسیری نکات: (۱) ضال کی حقیقت

وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ط (۴)

اور پایا تجھ کو بھٹکتا اور راہ سجھائی اور پایا تجھ کو مفلسی میں اور بے پرواہ کر دیا

علامہ شبیر احمد عثمانی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے ہی آپ کے والد وفات پا چکے تھے۔ چھ سال کی عمر تھی کہ والدہ نے رحلت کی۔ پھر آٹھ سال کی عمر تک اپنے دادا عبدالمطلب کی کفالت میں رہے۔ آخر اس دُرّہ یتیم اور نادرۂ روزگار کی ظاہری تربیت وپرورش آپ ﷺ کے بے حد شفیق چچا ابو طالب کے حصے میں آئی انہوں نے زندگی بھر آپ ﷺ کی نصرت وحمایت اور تکریم میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا ہجرت سے کچھ پہلے وہ بھی دنیا سے رخصت ہوئے چند روز بعد یہ امانت الٰہی اللہ کے حکم سے انصار مدینہ کے گھر پہنچ گئی اوس اور خزرج کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھا، اور انہوں نے اس کی حفاظت اس طرح کی جس کی نظیر چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی ہوگی جب حضرت جوان ہوئے تو قوم کے مشرکانہ اطوار اور قوم کے بیہودہ رسم ورواہ

سے سخت بیزار تھے اور قلب میں خدائے واحد کی عبادت کا جذبہ پورے زور کے ساتھ موجزن تھا عشق الٰہی کی آگ سینہ مبارک میں بڑی تیزی سے بھڑک رہی تھی۔ وصول الی اللہ (اللہ تک پہنچنے) اور ہدایت خلق کی اس اکمل ترین استعداد کا چشمہ جو تمام عالم سے بڑھ کر نفس قدسی میں ودیعت کیا گیا تھا اندر ہی اندر جوش مارتا تھا لیکن کوئی صاف کھلا ہوا راستہ اور مفصل راستہ اور مفصل دستور العمل بظاہر دکھائی نہیں دیتا تھا جس سے اس عرشی وکرسی سے زیادہ وسیع قلب کو تسکین ہوتی۔ اس جوش طلب اور فرق محبت میں آپ بے قرار اور سر گرداں پھرتے غاروں اور پہاڑوں میں جا کر مالک کو یاد کرتے اور محبوب حقیقی کو پکارتے آخر اللہ تعالیٰ نے غار حرا میں فرشتے کو وحی دے کر بھیجا اور وصول الی اللہ اور اصلاح خلق کی تفصیلی راہیں آپ پر کھول دیں یعنی دین حق نازل فرمایا۔ **وما كنت تدری ماالكتاب ولا الايمان ولكن جعلنه نوراً نهدی به من نشاء من عبادنا۔** (۴)

ترجمہ: اور آپ کو معلوم نہ تھا کہ کتاب وایمان کیا ہے لیکن ہم نے اس کو نور بنادیا جس کے ذریعے اپنے بندوں میں ہم جس کو چاہیں ہدایت دیں

یہاں ضالا کے معنی کرتے وقت سورۃ یوسف کی آیات **قالو اتاللہ انک لفی ضلالک القدیم**، کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ (۵)

۲۔ علامہ کا صرف ونحو میں درک

ولا انتم عابدوم ما اعبد (٦)

ترجمہ: اور نہ تم کو پوجنا ہے اس کو جس کو میں پوجوں۔

علامہ تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یعنی آئندہ بھی میں کبھی تمہارے معبودوں کو پوجنے والا نہیں اور نہ تم میرے معبود واحد کی بلاشرکت غیرے پرستش کرنے والے ہو یعنی یہ کہ میں موحد ہو کر رک نہیں کر سکتا اور نہ اب نہ آئندہ اور تم مشرک رہ کر موحد قرار نہیں دیئے گئے نہ اب نہ آئندہ اس تقریر کے موافق آیتوں میں تکرار نہیں رہا (تنبیہ) بعض علماء نے یہاں تکرار کو تاکید پر محمول کیا ہے اور بعض نے پہلے دو جملوں حال اور استقبال کی نفی اور اخیر کے دو جملوں میں ماضی کی نفی مراد لی ہے (کما صرح بہ الزمخشری) اور بعض نے پہلے دو جملوں میں حال کا اور اخیر کے دو جملوں میں استقبال کا ارادہ کیا ہے جیسا کہ ترجمہ میں ظاہر ہو رہا ہے لیکن بعض محققین نے پہلے دو جملوں میں

''ما'' کو موصولہ اور دوسرے دونوں جملوں میں ''ما'' کو مصدریہ لیکر یوں تقریر کی ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان نہ معبود میں اشتراک ہے نہ طریق عبادت میں تم بتوں کو پوجتے ہو وہ میرے معبود نہیں میں اس خدا کو پوجتا ہوں جس کی شان وصفت میں کوئی شریک نہ ہو سکے ایسا خدا تمہارا معبود نہیں۔ علی ہذا القیاس تم جس طرح عبادت کرتے ہو مثلاً ننگے ہو کر کعبہ کے گرد ناچتے ہو اور ذکر اللہ کی جگہ سیٹیاں اور تالیاں بجانے لگے میں اس طرح عبادت کرنے والا نہیں اور میں جس شان سے اللہ کی عبادت بجالاتا ہوں تم کو اس کی توفیق نہیں لہٰذا میرا اور تمہارا راستہ الگ الگ ہے۔

اور احقر کے خیال میں یوں آتا ہے کہ پہلے جملے کو حال اور استقبال کی نفی کے لئے رکھا جائے یعنی اب یا آئندہ تمہارے بتوں کی پرستش نہیں کر سکتا جیسا کہ تم مجھ سے چاہتے ہو اور **ولا انا عابد ما عبدتم** (۷) کا مطلب (بقول حافظ) ابن تیمیہ نے یہ لیا ہے کہ (جب میں خدا کا رسول ہوں تو) میری شان یہ نہیں اور نہ یہ کسی وقت ممکن ہے (بامکان شرعی) کہ شرک کا ارتکاب کروں حتیٰ کہ گزشتہ زمانے میں نزول وحی سے پہلے بھی جب تم پتھروں اور درختوں کو پوج رہے تھے میں نے کسی غیر اللہ کی پرستش نہیں کی پھر اب اللہ کی طرف سے نور وحی اور بینات ہدیٰ وغیرہ آنے کے بعد کہاں ممکن ہے کہ شرکیات میں تمہارا ہمنوا ہو جاؤں شاید اس لئے یہاں ولا انا عابد میں جملہ اسمیہ اور **ما عبدتم** میں صیغہ ماضی کا عنوان اختیار فرمایا۔ رہا کفار کا حال اس کا بیان دونوں مرتبہ ایک ہی عنوان سے فرمایا۔ **ولا انتم عابدون ما اعبد** یعنی تم لوگ تو اپنی سوء استعداد اور انتہائی بدبختی سے اس لائق نہیں کہ کسی وقت اور کسی حال میں خدا واحد کی بلا شرکت غیر پرستش کرنیوالے بنو حتیٰ کے عین گفتگو صلح کے وقت بھی شرک کا دم چھلا ساتھ لگائے رکھتے ہو اور ایک جگہ **ماتعبدون** بصیغہ مضارع اور دوسری جگہ ما عبدتم بصیغہ ماضی لانے میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ ان کے معبود ہر روز بدلتے رہتے ہیں جو چیز عجب سی نظر آئی یا کسی خوبصورت پتھر پر نظر پڑی اس کو اٹھا کر معبود بنا لیا اور پہلے کو رخصت کیا پھر ہر موسم اور ہر کام کا جدا معبود ہے ایک سفر کا ایک حضر کا کوئی روٹی دینے والا کوئی اولاد دینے والا وقس علی ہذا (۸)

طبی تحقیق شہد

فیہ شفآء للناس (۹) اس شہد میں لوگوں کیلئے شفاء ہے

علامہ عثمانی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یعنی بہت سی بیماریوں میں صرف شہد خالص یا کسی

دوسری دوا میں شامل کر کے دیا جاتا ہے ہے جو باذن اللہ لوگوں کیلئے شفاء کا ذریعہ بنتا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے۔ کہ ایک شخص کو دست آرہے تھے اس کا بھائی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نے شہد پلانے کی رائے دی شہد پلانے کے بعد اسہال میں ترقی ہوگئی۔ اس نے پھر آ کر عرض کیا حضرت دست زیادہ آنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا '' صدق اللہ وکذب بطن اخیک '' (اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے) پھر پلاؤ دوبارہ پلانے سے بھی وہی کیفیت ہوئی آپ نے پھر وہی فرمایا آخری تیسری بار پلانے سے دست بند ہوگئے۔ طبیعت صاف ہوگئی۔ اطبا نے اپنے اصول کے موافق کہا کہ بعض اوقات پیٹ میں مادہ فاسد ہوتا ہے جو پیٹ میں پہنچنے والی ہر غذا کو اور دوا کو فاسد کر دیتا ہے اس لئے دست آتے ہیں اس کا علاج یہی ہے کہ مسہل دیئے جائیں تا کہ وہ کیموس فارغ ہو جائیں شہد کے مسہل ہونے میں کسی کو کلام نہیں حضور ﷺ کا مشورہ اسی طبی اصول کے موافق تھا۔

مامون رشید کے زمانے مین ثمامہ عبسی کو جب اس قسم کا مرض لاحق ہوا تو اس زمانے کے شاہی طبیب یزید بن یوحنا نے مسہل سے اس کا علاج کیا اور یہی وجہ بتائی کہ آج کل کے اطبا شہد کے استعمال کو پیٹ کے علاج میں بے حد مفید بتلاتے ہیں۔ (۱۰)

تحقیقات جدید

والقیٰ فی الارض رواسی ان تمید بکم (۱۱)

یعنی خدا نے زمین پر بھاری پہاڑ رکھ دیئے تا کہ زمین اپنی اضطراری حرکت سے تم کو لے کر بیٹھ نہ جائے روایات و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ابتدائے آفرینش میں مضطربانہ طور پر ہلتی اور کانپتی تھی اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑ پیدا کیے جس سے اسکی کپکپی بند ہوئی آج کل سائنس نے بھی اقرار کیا ہے کہ پہاڑ کا وجود بڑی حد تک زلزلوں کی کثرت سے مانع ہے۔ بہر حال زمین کی حرکت وسکون کا مسئلہ جو حکما میں مختلف فیہ رہا ہے اس سے آیت کا نفیاً یا اثباتاً کوئی تعلق نہیں کیونکہ پہاڑوں کے ذریعے سے جس حرکت کو بند کیا ہے وہ یہ دائمی حرکت نہیں جس میں اختلاف ہو رہا ہے۔ (۱۲)

وقت کی طوالت کی وجہ سے ہم نے ان ہی چند علمی نکات پر اتفاق کیا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حواشی وحوالہ جات

(۱) تجلیات عثمانی
(۲) انوار عثمانی
(۳) معارف اپریل ۱۹۱۲ء
(۴) سورۃ والضحیٰ
(۵) سورۃ شوریٰ رکوع نمبر ۵
(۶) تفسیر عثمانی سورۃ الضحیٰ پارہ ۳۰ د
(۷) سورۃ الکافرون
(۸) سورۃ الکافرون
(۹) قرآن کریم بتفسیر عثمانی ص/ ۷۸۹ سورۃ کافرون
(۱۰) القرآن قرآن کریم بتفسیر عثمانی ۳۵۵ فائدہ نمبر ۳
(۱۱) سورۃ النحل
(۱۲) تفسیر عثمانی ۳۴۸ سورۃ نحل پارہ ۱۴

سیرت طیبہ کی روشنی میں
عہد حاضر کے حوالے سے امت مسلمہ کی رہنمائی
(سیرت النبیؐ پر پانچ صدارتی ایوارڈ یافتہ تحقیقی مقالات)
(رواداری، احتساب، کفالت، مثالی نظام تعلیم، نیو ورلڈ آرڈر)
مصنف
پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی
مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
(زیر طبع)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تعلیم وتدریس اور خدمات

☆علامہ سید سلیمان ندویؒ

دسمبر ۱۹۴۹ء کے وسط میں میں جدہ میں تھا، ۱۳ دسمبر کی شام کو مغرب کے بعد حکومت سعودیہ کی وزارت خارجہ میں ایک ہندوستانی مسافر کی دعوت تھی شہر کے کچھ معززین، اسلامی حکومتوں کے سفیر اس میں شامل تھے، ہندوستان، پاکستان، عراق ومصر وغیرہ کے سفیر اور وزارت خارجہ سعودیہ کے بعض ارکان موجود تھے، میں ہندوستانی کونسل کے نمائندوں، پروفیسر عبدالمجید خان انڈین کونسل اور مولانا عبدالمجید الحریری کمشنر حج متعین جدہ کے ساتھ وہاں پہنچا، احباب کچھ آرہے تھے اور کچھ آچکے تھے، مختلف موضوعات پر گفتگو تھی، خصوصیت سے کراچی میں اسلامی ملکوں کی جو اقتصادی کانفرنس ہورہی تھی، اس میں حجاز کی طرف سے حجاز کی اقتصادی حالت کی جو مطبوعہ رپورٹ اس وقت سامنے رکھی تھی، اس پر گفتگو ہورہی تھی کہ اتنے میں جدہ میں پاکستانی کونسل کے مسعود صاحب جو مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف صاحب داناپوری کے صاحبزادے ہیں تشریف لائے اور نہایت افسوس کے ساتھ یہ ذکر کیا کہ آج مولانا شبیر احمد عثمانی کا انتقال ہوگیا ہے، اس خبر کے سننے کے ساتھ مجلس پر خاموشی چھاگئی، میرے سامنے پوری نصف صدی کی معاصرانہ مسابقتوں کی ایک دنیا گزرگئی۔

۱۹۰۶ء کی بات ہے وہ دارالعلوم دیوبند اور راقم دارالعلوم ندوۃ میں تعلیم پارہے تھے، یہ زمانہ دونوں درسگاہوں کا زریں زمانہ تھا، دارالعلوم ندوۃ میں میرے ساتھ میرے ایک عزیز قریب وہموطن (مولانا سید محمد قاسم صاحب خلف الرشید مولانا شاہ تجمل حسین صاحب خلیفہ شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی وحضرت مولانا شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہم اللہ تعالیٰ) رفیق درس تھے، وہ اپنے والد کے حکم سے ندوۃ چھوڑ کر دیوبند چلے گئے تھے ان کو طالبعلموں کی انجمن سازی اور دفتر داری کا بڑا اچھا سلیقہ تھا، چنانچہ دیوبند پہنچ کر انہوں نے اس سلیقہ کا ثبوت دیا اور دیوبند میں طالبعلموں کی تقریر وتحریر کی ایک انجمن کی بنیاد ڈالی، مولانا شبیر احمد صاحب جوان دنوں انہی کی عمر

کے طالبعلم تھے اور تقریر وتحریر کا فطری ذوق رکھتے تھے ان جلسوں میں دلچسپی لیتے تھے اور اسی مناسبت سے مولانا قاسم سے بھی ان کو محبت تھی مولوی قاسم نے ندوۃ و دیوبند کو ملانا چاہا وہ میرے خطوں میں مجھ سے مولانا شبیر احمد صاحب کا تذکرہ کرتے تھے اور سلام پہنچاتے تھے اور میرا تذکرہ ان سے کرتے تھے اور میری طرف سے ان کو سلام پہنچاتے تھے، اس تعلق کا یہ اثر ہوا کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے آشنا اور ایک دوسرے سے واقف ہو گئے، یہ وہ زمانہ تھا جب دیوبند سے القاسم اور ندوۃ سے الندوۃ نکل رہا تھا اور ہم دونوں کے مضامین اپنے اپنے پرچہ میں نکلتے تھے، اور چھپتے تھے، اسی زمانے میں مرحوم کسی تعلق سے لکھنؤ آئے تو مجھ سے ملنے آئے، یہ میری ان کی طالب علمانہ ملاقات کا پہلا موقع تھا، یہ غالباً ۱۹۰۴ء کی بات ہے:

۱۹۰۶ء میں میری دستار بندی ہوئی اور دستار بندی کے جلسے میں برجستہ عربی تقریر کی وجہ سے عربی مدرسوں میں ایک خاص شہرت حاصل ہوئی اور اسی زمانے میں مولانا کو بھی فراغت حاصل ہوئی، وہ دارالعلوم دیوبند میں اور دارالعلوم ندوۃ میں مدرس ہو گئے، اسی سال یا دو سال بعد کسی انجمن کی دعوت پر پنجاب جانے کا اتفاق ہوا، تو راہ میں سہارنپور اتر کر دیوبند چلا گیا، یہ میری حاضری کا پہلا اتفاق تھا، ان دنوں دارالعلوم دیوبند میں میرے عزیز دوست ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب (خلف مولانا سید حکیم عبدالحئی صاحب ناظم ندوۃ) ندوۃ کی تعلیم سے فارغ ہو کر دیوبند میں حدیث کے دورے پر شریک تھے، میں نے اس کا اہتمام کیا کہ مجھے کوئی پہچانے نہیں، منہ چادر میں لپیٹے تھا، مدرسے پہنچ کر سید عبدالعلی صاحب کو پوچھ کر ان کے کمرہ میں گیا، وہ مجھے یک بیک دیکھ کر کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ میں نے ان کو اشارے سے منع کیا اور وہ رک گئے اور ساتھ لیکر مدرسے اور درس کے کمرے دکھانے لگے، اور آخر میں چھت پر دارالشوریٰ اور دارالاہتمام دکھانے لے گئے، اتفاق دیکھئے کہ ایک طالب علم جو پہلے ندوۃ میں پڑھتے تھے وہ اب دیوبند میں زیر تعلیم تھے وہ دارالاہتمام سے نکل رہے تھے، وہ مجھے دیکھنے کے ساتھ ہی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم کی خدمت میں چلے گئے اور میرا نام بتایا، موصوف جو ہمہ تن متواضع اور خاکسار تھے، ایک معمولی طالب علم کے لئے یہ زحمت فرمائی کہ خود تشریف لائے اور اپنے ساتھ اندر کمرے میں لے گئے اور چائے کی دعوت فرمائی، جس میں اکثر حضرات مدرسین شریک تھے، دوسرے وقت حضرت مولانا حافظ احمد صاحب مہتمم مدرسہ نے اپنے فضیلت کدہ پر کھانے کی دعوت دی۔

ایک طالب علم کے لئے سب سے بڑی دعوت طالب علموں کے جلسہ کی ہوسکتی تھی، چنانچہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے جلسہ کا اہتمام فرمایا، یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ صدر مدرس تھے، مگر اس خدمت سے علیحدگی کا خیال کر رہے تھے اور مولانا انور شاہ صاحب اور حضرت مولانا حسین احمد صاحب تازہ تازہ حجاز سے ہندوستان وارد ہوئے تھے، جلسہ آراستہ ہوا، طالب علموں نے تقریریں کیں، آخر میں مولانا انور شاہ صاحب اور مولانا حسین احمد صاحب نے عربی میں تقریریں کیں، اور پھر اس کم سواد کو عربی میں تقریر کا حکم ہوا اور اس نے تعمیل کی۔

اس زمانے میں آریوں کی تحریک شدھی کا زور تھا اور عربی مدرسوں میں آریوں سے مناظرے کی تعلیم دی جاتی تھی، چنانچہ جلسہ کے بعد طالب علموں نے آریہ اور مسلمانوں کے مناظرے کا مظاہرہ کیا، طالب علموں کے دو گروہ بنے ایک، ایک مسئلہ کا حامی تھا، دوسرا اس پر معترض، باہم سوال و جواب اور رد و قدح کا سلسلہ جاری تھا کہ ایک فریق کمزور پڑ گیا، مولانا شبیر احمد عثمانی جو مدرسین کے ساتھ میرے قریب بیٹھے تھے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سے اجازت لیکر مدرسین کی صف سے نکل کر طالب علموں میں مل گئے اور اس کمزور فریق کی حمایت میں خطاب فرمانے لگے اور آخر اپنی تقریر کی قوت اور استدلال کے زور سے ہارا ہوا میدان جیت لیا اور سب نے ان کی ذہانت کی اور طباعی کی داد دی، میں نے حضرت شیخ الہندؒ کی تمام عمر میں ایک دفعہ زیارت کی اور وہ اسی موقع پر نہایت سادگی اور خاموشی کے ساتھ ایک کمرے میں کھری چار پائی اور ایک چٹائی اور ایک مٹی کا لوٹا تھا، تشریف فرما تھے۔

اس واقعہ پر سالہا سال گزر گئے، مولانا شبیر احمد دار العلوم دیو بند میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے ہوئے کتب حدیث کا درس دینے لگے، کچھ عرصے بعد مدرسہ فتحپوری دہلی میں مدرس ہو گئے، اس زمانے میں میرا بھی دلی جانا ہوا، تو مدرسہ میں ان سے ملاقات ہوئی، مگر پھر دار العلوم دیو بند لوٹ آئے، اسی زمانے میں مولانا عبید اللہ سندھی، حضرت مولانا شیخ الہندؒ کی طلب پر دیو بند آ کر مقیم ہوئے تھے ان کا مشن یہ تھا کہ دیو بند پر جو تعلیمی فضا محیط ہو گئی تھی اور سید احمد شہید اور مولانا اسمٰعیل شہید کی مجاہدانہ روح جو اس حلقے میں دبتی چلی جارہی تھی، اس کو دوبارہ زندہ کیا جائے اور اس سلسلے میں موتمر الانصار کی بنیاد پڑی اور اس کا 1911ء یا اس کے پس و پیش زمانے میں مراد آباد میں بہت بڑا جلسہ ہوا، جس میں علی گڑھ، ندوۃ اور دیو بند کے اکثر رجال علم و عمل جمع ہوئے اور

تمام ہندوستان سے مسلمانوں کا بہت بڑا مجمع اس میں شریک تھا، ندوۃ سے حضرت الاستاذ مولانا شبلی مرحوم شریک ہوئے تھے، اس جلسے میں مولانا شبیر احمد عثمانی نے العقل والنقل کے نام سے اپنا یک کلامی مضمون پڑھ کر سنایا، حاضرین نے بڑی داد دی، اس مضمون میں گو جدید معلومات حضرت الاستاذ کی تصنیف سے لی گئی تھیں، مگر اس کا نتیجہ اس کے برعکس نکالا گیا تھا، یہ گویا حامیان عقل کی جانب سے اس علم کلام کا رد تھا جس میں خرق عادت کے وجود اور معجزات کے صدور پر ناک بھوں چڑھائی جاتی، حضرت الاستاذ نے واپس آ کر مجھ سے فرمایا تھا کہ انہوں نے معلومات میری کتاب سے لیں اور پھر میرا ہی رد کیا۔

دیو بند کے حلقے میں اس زمانے میں یہ بات برملا کہی جاتی تھی کہ مولوی شبیر احمد صاحب کو حضرت مولانا قاسم کے علوم ومعارف پر پورا احتوا ہے وہ حضرت مولاناؒ کے مضامین ومعانی کو لے کر اپنی زبان اور طرز ادا میں اس طرح ادا کرتے تھے کہ وہ دل نشین ہو جاتے تھے، یہ خیال رہے کہ مولانا قاسم صاحبؒ کے مضامین نہایت غامض، دقیق اور مشکل ہوتے تھے، جن تک عوام کی پہنچ نہیں ہو سکتی تھی، اس لئے ان کے مضامین اور حقائق کو سمجھنا، پھر زمانہ کی زبان میں اس کی تعبیر وتفہیم کوئی آسان بات نہیں تھی اور اسی لئے مولانا شبیر احمد کی تقریر وتحریر کی تعریف کی جاتی تھی۔

۱۹۱۲ء سے ۱۹۲۰ء کے درمیان مسلمانوں کی سیاست کروٹ لے رہی تھی یکے بعد دیگرے طرابلس پھر کانپور کی مسجد پھر بلقان کی جنگ پھر یورپ کی پہلی جنگ عظیم کے واقعات پیش آئے اور ہندو میل ملاپ کی سیاسی تحریک بڑھتی اور پھیلتی گئی۔

یہاں پر مجھے ایک بات بے محابا کہنا ہے، یہ وہ وقت تھا کہ جب مولانا ابوالکلام کا الہلال نکل رہا تھا اور ان کی آتش بیانی سے مسلمانوں میں آگ سی لگی ہوئی تھی اور وہ جہاد جس کا نام لینے سے لوگ ڈرنے لگے تھے، مولانا ابوالکلام نے اس کا صور اس بلند آہنگی اور بیباکی سے پھونکا کہ وہ بھولا ہوا سبق لوگوں کی زبانوں پر آ گیا، الہلال، دیوبند کے حلقے میں بھی آتا تھا اور حضرت مولانا محمود الحسن کی مجلس میں بھی پڑھا جاتا تھا، میں نے اس زمانے میں مولانا محمود الحسن صاحب کا یہ فقرہ سنا تھا کہ

ہم نے جہاد کا سبق بھلا دیا تھا اور ابوالکلام نے ہم کو اسے پھر یاد دلا دیا

اس زمانے میں مولانا عبیداللہ صاحب سندھی حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ کے ترجمان تھے، مگر یہ حالت دیر تک قائم نہ رہی، اس حلقہ کی ایک جماعت پر مدرسہ کے مصالح مقدم تھے اور دوسرے

پر اسلام کے مصالح، مولانا محمود الحسن صاحب دل سے دوسری جماعت میں شریک تھے، میں نے سنا ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ فرمایا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے تو مدرسہ اپنے اصلی مقصد (جہاد) پر پردہ ڈالنے کیلئے بنایا تھا، بہر حال مولانا عبید اللہ سندھی کو دیوبند سے ہٹنا پڑا اور انہوں نے دہلی میں مسجد فتحپوری کے ایک گوشہ میں دائرہ المعارف کی بنیاد ڈالی اس میں انگریزی خواں تعلیم یافتوں اور عربی کے فارغ التحصیل عالموں کو قرآن پاک کا درس اس جہادی اسپرٹ میں دینے لگے، جو سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید کی زندگی کی روح تھی اور مجاہدین سرحد (یاغستان اور ثمرقند) سے حلقہ اتصال قائم کیا گیا، اس وقت یورپ کی جنگ کے شعلے ہر طرف پھیلے ہوئے تھے اور ہندوستان میں بغاوت کا خیال روز افزوں تھا، انگریزی حکومت کی جاسوسی اپنا کام کر رہی تھی، مولانا ابوالکلام، محمد علی، شوکت علی، حسرت موہانی احرار وغیرہ سب نظر بند تھے، یا جیل میں تھے حضرت مولانا محمود الحسن صاحب نے ہندوستان سے ہجرت کی اور حجاز میں قید ہو کر مالٹا میں نظر بند ہوئے اور مولانا عبید اللہ سندھی اور مولانا سیف الرحمٰن اور عبد اللہ انصاری چھپ کر افغانستان چلے گئے جو لوگ باقی رہ گئے تھے ان میں بڑے لوگ حکیم اجمل خان مرحوم، ڈاکٹر انصاری مرحوم، اور مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی تھے ان لوگوں نے قوم کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی پہلے مجلس خلافت پھر جمعیت العلماء کی بنیاد ڈالی، اس وقت تک مولانا محمود الحسن صاحب مالٹا میں تھے ۱۹۲۰ء میں جو وفد خلافت لندن گیا تھا، اس کا ایک ممبر یہ راقم الحروف بھی تھا، غالباً مارچ یا اپریل میں جب مسٹر فشر وزیر تعلیم قائم مقام وزیر ہند سے ملاقات ہوئی تو میں نے حضرت شیخ الہندؒ کی اسیری و نظر بندی کے معاملے کو ان کے سامنے پیش کیا، یاد آتا ہے کہ موصوف اس اسی سال کے اخیر ۱۹۲۱ء کے شروع میں مالٹا سے چھوٹ کر مع خدام کے جن میں حضرت مولانا احمد صاحب بھی تھے، واپس آئے، مگر شاید چند ماہ سے زیادہ زندہ نہ رہے، اور وفات پائی اس درمیان میں عقیدت مندوں نے ہر سمت سے ان کو بلایا، مگر خود تشریف نہ لے جا سکے، اپنے قائم مقام یا ترجمان کی حیثیت سے مولانا شبیر احمد صاحب ہی کو بھیجا، ان مقامات میں سے خاص طور سے دہلی کے جلسہ میں ان کی نیابت نہایت یادگار اور مشہور ہے، گائے کی قربانی ترک کرنے کے مسئلے میں بھی جس کو حکیم اجمل خان مرحوم نے اٹھایا تھا۔ حضرت مولانا شیخ الہند صاحبؒ کی طرف سے مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب نے نہایت واشگاف تقریر فرمائی تھی، یہ ترجمانی اور نیابت مولانا شبیر احمد کے لئے نہ صرف فخر و شرف کا باعث

بلکہ ان کی سعادت اور ارجمندی کی بڑی دلیل ہے۔

۱۹۲۳ء کے آخر میں کانگریس اور جمعیت العلماء کے شاندار اجلاس ہوئے جمعیۃ کے اس اجلاس کے صدر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب تھے، ان کے ساتھ حلقہ دیوبند کے اکثر اساتذہ آئے ہوئے تھے، ان میں مولانا شبیر احمد صاحب بھی تھے، کانگریس اور جمعیۃ کے یہ اجلاس ایک خاص حیثیت سے اہمیت رکھتے تھے یعنی کے اس اجلاس میں کانگریس کی سیاست میں ایک اہم تبدیلی ہوئی اور پنڈت موتی لال سی آر داس، حکیم اجمل خان اور ڈاکٹر انصاری وغیر کی رہنمائی میں ترک موالات کی جگہ جس میں کونسلوں اور اسمبلیوں کا بائیکاٹ بھی تھا، یہ تجویز سامنے رکھی گئی کہ ان کونسلوں اور اسمبلیوں پر قبضہ کر کے حکومت کو بے دست و پا کر دیا جائے، گویا مقصد یہ تھا کہ مقصود کے حصول کیلئے طریق جنگ اور لڑائی کے ڈھنگ کو بدلا جائے اس تحریک کے حامیوں نے سوراج پارٹی اپنا نام رکھا، اس وقت گاندھی جی، ابوالکلام، محمد علی وغیرہ جیل میں تھے، ان کے خالص پیرووں نے ان کی سخت مخالفت کی اور نہ چینج (نہ بدلنے والے) کا لقب پایا، کانگریس کی طرح جمعیۃ میں بھی حکیم صاحب نے اس تجویز کو پیش کیا اور اس فیصلے کیلئے ارکان جمعیۃ کا خاص جلسہ ہوا، تجویز کے حامیوں کی طرف سے خاکسار نے اور مخالفوں کی طرف سے مولانا شبیر احمد نے تقریریں کیں، مولانا شبیر احمد صاحب کی تقریر کا صرف ایک حصہ مجھے یاد ہے، جس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام خانہ کعبہ کی فتح کے بعد حضرت ابراہیمؑ کی بنیاد پر تعمیر کرنا چاہتے تھے، مگر چونکہ قریش نو مسلم تھے، ان کو یہ بات کعبہ کی حرمت اور ادب کے خلاف نظر آئی، اس لئے حضورﷺ نے حضرت عائشہؓ سے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہاری قوم تازہ مسلمان نہ ہوتی تو میں کعبہ کو ڈھا کر پھر اس کی بنیاد ابراہیمی اساس پر رکھتا، یہ واقعہ بیان کر کے مولانا نے فرمایا کہ ترک موالات کی بدولت ابھی ہماری قوم انگریزوں کی غلامی سے نئی نئی نکلی ہے، یہ کونسل اور اسمبلی کے چکر میں کر پھر غلام نہ بن جائے۔ بہر حال ووٹ لئے گئے اور مولانا کی مخالفت کامیاب ہوگئی

مولانا حسین احمد صاحب کا نام اس وقت تک خواص سے نکل کر عوام تک نہیں پہنچا تھا، وہ اس تمام ہنگامہ کے وقت حضرت شیخ الہند کے ساتھ مالٹا میں تھے، ساتھ ہی ۱۹۲۱ء میں ہندوستان واپس آئے اور سب سے پہلی دفعہ ہندوستان کی سیاست میں وہ کراچی خلافت کانفرنس میں مقرر کی حیثیت سے نمودار ہوئے اور اس مشہور انقلابی تجویز کے مویدین میں تھے، جو مسلمان فوجیوں سے

فوج میں ملازمت ترک کرنے کی تحریک تھی، اس کے محرک محمد علی اور موید مولانا حسین احمد، پیر غلام مجدد اور سیف الدین کچلو وغیرہ تھے، آخر سب پر مقدمے چلائے گئے اور سب کو چند سال کی قید کی سزا ہوئی۔

بڑھتا ہے اور ذوق گناہ یاں سزا کے بعد

اس قید سے آزاد کے بعد مولانا حسین احمد صاحب بیش از بیش تحریکات میں حصہ لینے لگے اور آخر خلق کی زبان نے ان کو شیخ الہند کا جانشین مان لیا اور اب حضرت شیخ الہند کی مسلک کی ترجمانی اور ان کی جماعت کی نمائندگی مولانا موصوف فرمانے لگے، تاہم خلافت اور جمعیت کے جلسوں میں مولانا شبیر احمد بھی آتے جاتے رہتے تھے، لیکن ان کی آمد ورفت کم ہوتی رہی۔

۱۹۲۶ء میں جب سلطان ابن سعود نے مکہ میں عالمگیر اسلامی کانفرنس بلائی اور ہندوستان کی مختلف مجلسوں کی طرف سے وفد بھیجے گئے، تو خلافت کے وفد کی صدارت حکیم صاحب اور احرار پنجاب کے اصرار سے اس خاکسار کے حصے میں آئی اور اس کے ممبر محمد علی، شوکت علی، شعیب قریشی ہوئے، اور جمعیۃ العلماء کے صدر مولانا کفایت اللہ صاحب اور ممبر حافظ محمد سعید صاحب، مولانا عبدالحلیم صدیقی صاحب، اور مولانا عرفان صاحب مرحوم تھے، یہ کل وفد ایک ہی جہاز پر حجاز روانہ ہوا اور اس سفر میں مرحوم کو بہت پاس سے دیکھنے کا موقع ملا، طبیعت میں بڑی نزاکت تھی اور بات بات میں وہ چیز ظاہر ہوتی تھی، اسلئے رفقائے سفر ان کی بڑی رعایت کرتے تھے، ایک یمنی طالبعلم جو دیوبند میں ان کے شاگرد تھے، ان کی خدمت کرتے تھے اور یہ خدمت پورے سفر حجاز میں انہوں نے کی، جدہ سے مکہ مکرمہ ہم سب ایک لاری میں آئے جب مکہ معظمہ قریب آیا تو مرحوم پر عجیب کیفیت تھی، انہوں نے قرآن کا احرام باندھا تھا اور ہم سب تمتع کے احرام میں تھے، جیسے جیسے مکہ معظمہ قریب آتا جاتا ان پر گریہ کا غلبہ ہوجاتا تھا اور پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے، یہ ان کا دوسرا حج تھا مکہ معظمہ میں موتمر کے جلسے ایک ماہ کے قریب ہوتے رہے، ان میں ہم سب شریک رہے اور بعض اوقات مولانا شبیر احمد عثمانی بھی شریک ہوتے تھے۔ اسی سفر میں مجھے علم ہوا کہ موصوف عربی تحریر وتقریر پر اچھی طرح قادر تھے، سلطان نے خلافت اور جمعیت کے ایک ساتھ ملنے کو بلایا اور مختلف موضوعات پر گفتگو کی مولانا شبیر احمد نے اس وقت خلاف توقع اپنے اکابر دیوبند کے عقائد اور فقہی مسلک پر اچھی اور شستہ گفتگو کی سلطان اس کو دیر تک سنتے رہے۔

موتمر کی کاروائی میں تو مولانا نے کوئی خاص حصہ نہیں لیا مگر موتمر کے آخری اجلاس میں ایک مضمون انہوں نے پڑھ کر سنایا، جس کو پہلے سے وہ لکھ لائے تھے، مگر اپنے رفقاء کو وہ پہلے سے نہیں دکھایا تھا، میں اس اخیر جلسہ میں شریک نہ تھا، مگر وفد جمعیۃ کے ارکان کو مولانا کے اس تنہا بیان سے بڑی حیرانی تھی، بہر حال بات چپ چپ ختم ہوگئی

حج کے مناسک میں بھی ان کی رفاقت رہی، یہ زمانہ گرمی کا تھا، بادسموم کے جھونکے چل رہے تھے، ظہر کے وقت ذوق شوق میں مسجد نمرہ میں نماز پڑھنے کی آرزو تھی، مگر آفتاب کی حدت اور دھوپ کی تمازت دیکھ کر ہمت نہیں پڑتی تھی، مگر مولانا کفایت اللہ صاحب اور حافظ سعید احمد صاحب نے اونٹوں کا سامان کرلیا تھا، آخر مولانا کفایت اللہ صاحب کے ساتھ اونٹ پر ان کا ردیف بن کر چلا، مجھے ہر قدم پر محسوس ہوتا تھا اب گرا کہ تب گرا، اسی خوف سے واپسی میں پیدل آیا، اسی موسم کی شدت میں مولانا شبیر احمد پیدل ہی روانہ ہوئے، مسجد کے قریب ہی پہنچے تھے کہ بادسموم کے ایک جھونکے نے ان کو آلیا، مگر بال بال بچ گئے۔

اس نماز میں آنے کا شوق اس خیال سے بھی تھا کہ سلطان امامت کریں گے۔ اور ایک سلطان وقت کے پیچھے ہم ہندوستان کے غلام نماز پڑھیں گے، مگر مسجد میں جماعت تیار تھی سلطان کا انتظار رہا، وہ نہیں آئے تو ایک مصری شیخ نے نماز پڑھائی نماز ختم ہوئی تو دیکھا کہ سلطان اپنے نجدی ہمراہیوں کے ساتھ ننگے سر ننگے پاؤں لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے آرہے ہیں، بعد کو جب سلطان سے ملاقات ہوئی تو میں نے حاجیوں کی طرف سے شکایت پیش کی کہ نماز میں آپ کا بڑا انتظار رہا سلطان نے کہا ہمارے نجدی بھائی آپ جانتے ہیں کہ چھتری نہیں لگاتے، اس لئے میں نے چاہا کہ آفتاب ڈھل جائے تو چلوں، مگر میرے پہنچنے سے پہلے ہی جماعت ہوگئی، پھر کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں بچپن ہی سے بے گھر ہوگیا، تعلیم جیسی چاہئے نہیں ہوئی، بدوی ہوں، قراءت نہیں جانتا، بدآواز بھی ہوں، اس لئے نماز پڑھانے سے گریز کرتا ہوں، میں نے مذاقاً کہا کہ سال میں ایک دفعہ لوگ آسانی سے اس آواز کو گوارا کرسکتے ہیں، مولانا شبیر احمد عثمانی نے فرمایا کہ ہم ہندوستان کے مسلمان تو مشتاق رہتے ہیں کہ بادشاہ یا امیر کے پیچھے نماز پڑھیں، امیر افغانستان جب ہندوستان آئے تھے تو مسلمان سینکڑوں کوس سے ان کے پیچھے نماز پڑھنے آئے تھے

مکہ معظمہ سے لے کر مدینہ منورہ تک سفر میں بھی رفاقت رہی، گو میں محمد علی وشوکت علی صاحب کے

ساتھ تھا، مگر ہم جنسی اور ہم مذاقی کے سبب سے اکثر جمعیت والوں کے یہاں آ کر بیٹھا رہتا تھا، اونٹوں کا سفر تھا، بارہ روز میں منزلیں تمام ہوئیں، ہر روز ایک نئی منزل میں قیام تھا۔

میں مرحوم کی خدمت میں بیٹھتا، اور طرح طرح کی باتیں ہوتیں، ایک منزل میں مرحوم نے غدر (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء) دہلی کے زمانے میں حاجی امداد اللہ صاحبؒ اور ان کے رفقائے جہاد مولانا محمد قاسم صاحب، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حافظ ضامن علی صاحب شہید کے واقعات اور تھانہ بھون اور شاملی پر تاخت اور مجاہدین کا حملہ اور حافظ صاحب کی شہادت کے واقعات کو اس پر اثر طریقہ سے بیان فرمایا کہ روح نے لذت پائی۔

واپسی میں مولانا جہاز پر بہت علیل ہو گئے تھے، حالت بہت نازک معلوم ہوتی تھی، دوسرے درجہ میں ان کا سفر تھا، جو جہاز کے پچھلے حصے میں تھا، وہاں بڑی تکلیف تھی جہاز کے بعض آلات کی دھڑ دھڑ کر کے نیچے گرنا تھا، اسی حالت میں ہندوستان پہنچے، بالآخر ان کو صحت ہو گئی۔

ان کی آنکھیں بہت کمزور تھیں ایک دفعہ تو تکلیف بہت بڑھ گئی تھی، موگا (پنجاب) کے ڈاکٹر آنکھوں کے مشہور ڈاکٹر تھے، ان سے علاج کرایا تو درست ہو گئی تھیں۔

مرحوم اب تک دار العلوم دیوبند میں مدرس تھے، دار العلوم دیوبند کے اکابرین میں حضرت شیخ الہندؒ کی وفات کے بعد سے کچھ انتشار سا تھا، جو رفتہ رفتہ بڑھتا جاتا تھا، ایک طرف مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اور مولانا حافظ احمد صاحب اور کچھ مدرسین تھے، دوسری طرف مولانا انور شاہ صاحب، مفتی عزیز الرحمٰن مولانا سراج احمد صاحب، مولانا شبیر احمد صاحب اور بعض نوجوان مولوی عتیق الرحمٰن صاحب وغیرہ تھے، آخر دوسرا گروہ دیوبند کو چھوڑ کر گجرات میں ڈھابیل ضلع سورت میں منتقل ہو گیا، جہاں پہلے سے ایک معمولی سا مدرسہ قائم تھا، مگر عمارت اچھی خاصی تھی، مولانا انور شاہ صاحب اور مولانا شبیر احمد اور مولانا سراج صاحب احمد صاحب نے یہاں دوسرا دیوبند قائم کیا، بہت سے سرحدی، ولایتی. بنگالی اور ہندوستانی طالب علم بھی ان کے ساتھ آئے اور چند سال زور و شور سے ان صاحبوں کا درس وہاں جاری رہا۔

اسی زمانے میں خاکسار کو کسی جلسہ میں راندیر ضلع سورت میں جانے کا اتفاق ہوا، ڈھابیل قریب ہے، مولانا شبیر احمد صاحب کو معلوم ہوا تو ایک حیدر آبادی طالب علم کو خط دے کر بھیجا، میں نے

ہے، مولانا شبیر احمد صاحب کو معلوم ہوا تو ایک حیدر آبادی طالب علم کو خط دے کر بھیجا، میں نے آنے کا وعدہ کیا اور دوسرے دن ڈھابیل پہنچا، مدرسہ کو دیکھا حضرات مدرسین سے ملاقات ہوئی، طلبہ سے ملا، طلبہ نے میرے لئے ایک جلسہ ترتیب دیا، جس میں تقریریں ہوئیں، رات کو قصبہ میں جلسے کا انتظام ہوا، جس میں مختصر تقریر کی، اس کے بعد خود مولانا نے تقریر فرمائی جس میں میری حقیر ذات کی نسبت ایک فقرہ استعمال کیا تھا، جو درحقیقت میری حقیقت ہے، میری طرف اشارہ کر کے فرمایا مجھے سے بہت انس ہے، اسلئے کیوں کہ یہ علماء اور تعلیم یافتوں کے درمیان ایک سفیر ومتوسط کی حیثیت رکھتے ہیں، پھر میری کتاب ارض القرآن کی تعریف فرمائی۔

ان کے گجرات کے قیام کے زمانے میں ان کی آمد ورفت حیدر آباد دکن کی طرف بہت بڑھ گئی تھی، شرح صحیح مسلم کی تحریک جاری تھی اور کبھی کبھی میرا بھی جانا ہو جاتا تھا، ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک میلاد کی مجلس میں میرا ان کا ساتھ ہو گیا اسی جلسہ میں خود حضور نظام بھی آنے والے تھے، میری تقریر ہو رہی تھی کہ وہ آ گئے میرے بعد مولانا شبیر احمد صاحب نے تقریر شروع کی، حضور نظام نے بڑی داد دی، اور اہل محفل محفوظ ہوئے، لوگوں میں باہمی ترجیح کی اچھی خاصی رد وکد شروع ہو گئی مگر بحمد اللہ دونوں مقرروں کے دل باہمی صاف رہے اور زبانیں محفوظ۔

مولانا شبیر احمد بڑے خطیب ومقرر تھے، عالمانہ استدلال کے ساتھ بڑے دلچسپ قصے اور لطیفے بھی بیان کرتے تھے، جس سے اہل محفل کو بڑی دلچسپی ہوتی تھی اور ظریفانہ فقرے اس طرح ادا کرتے تھے کہ خود نہیں ہنستے تھے، مگر دوسروں کو ہنسا دیتے تھے، ان کی تقریروں میں کافی دلائل بھی ہوتے تھے اور سیاسی وعلمی وتبلیغی اور واعظانہ ہر قسم کے بیان پر ان کو قدرت حاصل تھی، ذہانت وطباعی، اور بدیہہ گوئی ان کی تقریروں سے نمایاں ہوتی تھی، اکبر کے ظریفانہ وفلسفیانہ شعر ان کو بہت یاد تھے، وہ ان کو اپنی تقریروں میں بہت عمدگی سے کھپاتے تھے۔ ان کی تحریر بھی صاف شستہ تھی اور اس عصر کے اچھے لکھنے والوں کو غور سے پڑھا تھا اور اس سے فائدہ اٹھایا تھا، جمعیۃ وخلافت کے جلسوں میں علماء کی بعض تجویزوں کی انگریزی بنانے میں بڑی دقت ہوتی تھی، اس موقع پر محمد علی مرحوم نے کہا تھا کہ مولانا شبیر احمد کی عبارت کی انگریزی بنانے میں بڑی آسانی ہوتی ہے، کیونکہ اس کی ساخت

انگریزی طرز پر ہوتی ہے۔

موصوف کے مضامین اور چھوٹے رسائل تو متعدد ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کی تصنیفی اور علمی کمال کا نمونہ اردو میں ان کے قرآنی حواشی ہیں، جو حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ قرآن کے ساتھ چھپے ہیں، ان کے حواشی سے مرحوم کی قرآن فہمی اور تفسیروں پر عبور اور عوام کو دل نشین کرنے کیلئے ان کی قوت تفہیم حد بیان سے بالا ہے، مجھے امید ہے ان کے ان حواشی سے مسلمانوں کو بڑا فائدہ پہنچے گا، ان حواشیوں میں انہوں نے جابجا اپنے ایک معاصر کی تصنیف کا حوالہ صاحب ارض القرآن کے نام سے دے کر اس بات کا ثبوت بہم پہنچایا ہے کہ وہ معاصرانہ رقابت سے کس قدر بلند تھے۔

میں نے اپنے حلقہ درس میں ان کے حواشی کی افادیت کی ہمیشہ تعریف کی ہے اور ان کو پڑھنے کی ترغیب دی ہے، افسوس یہ ہے کہ یہ حاشئے بہت باریک چھاپے گئے ہیں، اس لئے ان سے استفادہ میں مشکل پڑتی ہے، ان کی حواشی کی افادیت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ حکومت افغانستان نے اپنے سرکاری مطبع سے قرآنی متن کے ساتھ حضرت شیخ الہند کا ترجمہ اور مولانا شبیر احمد کے حواشی کو افغانی مسلمانوں کے فائدے کے لئے فارسی میں ترجمہ کر کے چھاپا ہے۔

صحیح مسلم کی شرح لکھنے کا خیال ان کو اپنی جوانی کے عہد سے تھا، صحیح بخاری کی شرح تو احناف میں سے حافظ بدرالدین عینی نے بہت پہلے لکھ کر احناف کی طرف سے حق ادا کر دیا تھا، مگر صحیح مسلم کی کوئی شرح حنفی نقطہ نظر سے اب تک نہیں لکھی گئی تھی، اس لئے مرحوم نے اپنے دست بازد کو آزمایا۔

انگریزوں کے عہد میں دیوبند میں جو بعض سیاسی اختلافات پیدا ہو گئے تھے کانگریسی اور لیگی خیالات میں جو آویزش تھی، اس کی اطلاع حیدری صاحب صدر اعظم حیدر آباد کے کانوں تک پہنچی تھی، اس سلسلہ میں انہوں نے مناسب سمجھا کہ مولانا شبیر احمد کو مہتمم بنا کر دیوبند بھیجیں، چناچہ وہ اس صورت سے ڈابھیل سے واپس آ کر دیوبند میں مقیم ہوئے اور اہتمام کا کام شروع کیا، مگر ظاہر ہے صرف تقرر اور منصب سے خیالات اور نظریوں میں اختلاف دور نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ طلبہ میں اسٹرایک ہوئی اور بعض نامناسب واقعات پیش آئے جس کا نتیجہ ان کا استعفیٰ تھا۔

اس موقع پر مجھے ایک بات یاد آئی ۱۹۱۳ء کی بات ہے کہ ندوۃ میں مولانا شبلی کے استعفیٰ پر ایک عظیم الشان اسٹرایک ہوئی تھی، جس میں علی گڑھ اور ندوۃ وغیرہ کے اہل اہتمام کے ساتھ تھے ملک اور

قوم کے آزاد اخبارات مولانا ابوالکلام کی رہنمائی میں طلبہ کی تائید میں تھے، اس موقع پر مولانا عبدالسلام صاحب ندوی کا ایک مضمون ''الاعقاب فی الاسلام'' کے عنوان میں الہلال سے نکلا تھا، اس کے جواب میں مولانا شبیر احمد صاحب کا مضمون اسی الہلال میں نکلا تھا، جس میں اسٹرائیک کو خلاف اصول بتایا تھا، اس مضمون پر ایک مصرعہ یہ بھی تھا ع

لو آپ اپنے جال میں صیاد آگیا

پھر جب دیوبند کے احاطوں تک اسٹرائیکوں کا سیلاب آپہنچا، تو ان کا یہ مضمون مجھے بہت یاد آیا۔ موصوف کے حیدرآباد دکن اور نظام حیدرآباد سے گونا گوں تعلقات پیدا ہوگئے تھے، مرحوم نے اس ہنگامے میں جو آریہ تحریک کے زمانے میں حیدرآباد کے مسلمانوں میں پیدا ہوگیا تھا، اپنی تقریر سے بہت کچھ مسلمانوں میں پیدا کیا، جبکہ حیدری صاحب نے اپنی ممنونیت ان کی ذات کی نسبت ظاہر کی اور منصب میں ترقی کی، مگر ایک وقت ایسا آیا کہ نظام پر تفضیلت کا غلبہ تھا اور اتفاق سے وہ مکہ مسجد میں نماز پڑھنے آتے تھے، تو مرحوم نے تقریر فرمائی جس میں صحابہ اکرامؓ کے فضائل بہت دل نشین طریقہ سے بیان کئے تھے، اس دن لوگوں کو مرحوم کی تقریر سے بہت خوشی ہوئی، اور ان کے بے باکانہ اظہار حق کی سب نے تعریف کی۔ مجھے خیال آتا ہے کہ مرحوم ۱۹۱۶ء یا ۱۹۱۷ء میں انجمن اسلامیہ اعظم گڑھ کی دعوت پر اعظم گڑھ آئے اور شبلی منزل میں میرے ہی پاس ٹھہرے، اس وقت ان کے شرح مسلم کے کچھ اجزاء ان کے ساتھ تھے، جن میں قرات فاتحہ خلف الامام وغیرہ اختلافی مسائل پر مباحث تھے، جن کو جابجا سے مجھ کو سنایا، ایک اور دفعہ وہ اسی زمانے میں وہ اعظم گڑھ آئے، ٹھہرے کہیں اور جگہ تھے، مجھ سے ملنے آئے، میں نے چائے پیش کی، تو پینے سے انکار کیا، انکار کی وجہ نہ معلوم ہوئی، مگر بعد کو خیال آیا تو قیاس ہوا کہ چائے کی پیالیاں جو جاپانی تھیں، ان پر جانوروں کی تصویریں بنی تھیں، اسلئے ان میں پینے سے انکار کیا۔ بہر حال اس سے ان کا تقویٰ اور بزرگوں کی صحبت کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔

مرحوم کی شرح مسلم جس کا نام فتح الملہم ہے لکھنے کا کام ساری عمر جاری رہا، اتنے بڑے کام کے لئے ان کو کسی ریاست سے امداد کی فکر تھی، چنانچہ اسکے لئے حیدرآباد دکن کا خیال تھا اس کیلئے معروضہ پیش کیا اور آخر بڑے ردوکد کے بعد ریاست نے اس کی سرپرستی منظور کی اور ہر جلد کیلئے کچھ امداد اور مصنف کیلئے کچھ ماہانہ وظیفہ منظور ہوا، اور مولانا نے اس کی چند جلدیں لکھ کر شایع کیں، اس سلسلے

میں یہ امر ذکر کے قابل ہے کہ جب ریاست نے ان کی امداد منظور کی تو مرحوم نے مجھے دوستانہ خط لکھا کہ اہل علم کی طرف سے ریاست کی اس کرم فرمائی کا شکریہ ادا کیا جائے، چنانچہ میں نے اس کی تعمیل معارف کے شذرات میں کی، افسوس ہے کہ یہ کتاب ناتمام رہی۔

مرحوم سے میری آخری ملاقات اس سال ہوئی، جب جمعیت علمائے اسلام کا اجلاس کلکتہ میں تھا اور اس میں ان کا ایک پیغام پڑھ کر سنایا گیا تھا، جس کی اس زمانے میں بڑی دھوم تھی اور جس کے بعد مرحوم مسلم لیگ کی دعوت کی صف میں اہم عنصر کی حیثیت سے شامل ہو گئے اور روز بروز ان کا تعلق لیگ سے بڑھتا ہی چلا گیا، مرحوم اس زمانے میں بیمار تھے، نشست و برخاست سے معذور سے رہتے تھے، گٹھیے کا گمان تھا اور میرٹھ کے کسی ہومیو پیتھک ڈاکٹر کے علاج سے فائدہ ہو رہا تھا اتفاق سے اس زمانے میں میرا دیوبند جانا ہوا تو ملاقات کو حاضر ہوا، بشاشت سے ملے اور مجھ سے اپنے پیغام کے بارے میں رائے پوچھی، تو میں نے اس کے نرم و ملائم لہجے اور مصالحانہ انداز کی تعریف کی، اس زمانے میں ان کو حیدر آباد دکن کی ریاست اپنی عربی درسگاہ مدرسہ نظامیہ کی صدر مدرسی کے لئے پانچ سو ماہوار پر بلا رہی تھی، مرحوم اس کے قبول و عدم قبول سے متردد تھے، مجھ سے بھی اس میں مشورہ پوچھا، مجھے اس مدرسے کا اندرونی حال جو معلوم تھا، وہ بیان کیا اور عدم قبول کا مشورہ دیا، بہر حال مرحوم نے بھی وہاں جانا قبول نہیں کیا، بلکہ یہ کہیے کہ لیگ کی خدمتوں میں ایسے الجھتے چلے گئے کہ پھر دوسری طرف ان کو خیال کا موقع ہی نہیں ملا اور آخر ۱۹۴۷ء میں لیگ کے بڑے بڑے رہنماؤں کے ساتھ مرحوم کراچی چلے گئے اور وہیں کے ہو گئے۔

مرحوم نے کراچی پہنچ کر گو کوئی سرکاری عہدہ حاصل نہیں کیا، مگر مذہبی معاملات میں ان کی حیثیت مشیر خاص کی تھی، اس لئے زبان خلق نے ان کو شیخ الاسلام کہہ کر پکارا جو اسلامی سلطنتوں میں عموماً قاضی القضاۃ کا لقب رہا ہے اور زیادہ تر اس لقب کی شہرت دور عثمانیہ میں رہی، اسی حیثیت سے مرحوم پاکستان کی مجلس آئین ساز کے رکن بھی تھے اور اس جماعت کے روح رواں تھے، جو اس آئین کو اسلامی قالب میں ڈھالنا چاہتی ہے اور اس راہ میں مرحوم ہی کی ابتدائی کوشش کی کامیابی کا وہ نتیجہ تھا، جس کو پاکستان کی آئینی اصطلاح میں ''قرارداد مقاصد'' کہتے ہیں۔

مرحوم گو مستقل طور پر پاکستان چلے گئے تھے مگر تعجب ہوگا کہ انہوں نے نہ تو اپنا کوئی خاص گھر بنایا، نہ کسی کی ذاتی کوٹھی پر قبضہ کیا، بلکہ بعض عقیدت مند اہل ثروت کے مکان میں رہے اور اسی مسافت

میں اس مسافر نے اپنی زندگی بسر کردی۔

مرحوم مروت کے آدمی تھے اور اہل حاجت کی سعی وسفارش دل وجاں سے کرتے تھے، چناچہ پاکستان کے اہل حاجت اور اہل غرض دونوں ان سے فائدہ اٹھاتے رہے اور وہ اپنی جاہ ومنزلت کا ذرہ خیال کئے بغیر ہر ایک کے کام آتے رہے اور حکام کے پاس جاجا کر بے تکلف ان کی سفارشیں کرتے رہے۔

مرحوم کا آخری کام ایک عظیم الشان درسگاہ کا قیام تھا، چنانچہ اس کے لئے انہوں نے مخلصین کی ایک جماعت بنائی تھی، میرے قیام حجاز کے آخری زمانے میں مرحوم کی طرف سے اس جماعت کا دعوت نامہ مجھے بھی ملا تھا اور انہوں نے مجھے بھی اس مجلس کا ایک رکن بنایا تھا۔

مرحوم کی صحت اخیر دنوں میں اچھی نہ تھی، امسال پاکستان سے خیر سگالی کا ایک وفد حجاز جارہا تھا، اس کے ممبروں میں خواجہ شہاب الدین وغیرہ کے ساتھ مرحوم کا نام بھی تھا، مگر وہ اسی حالت کے سبب نہ جاسکے اور ان کی جگہ مولانا ظفر احمد تھانوی گئے، مرحوم پر فالج کا اثر تھا جس سے ان کے دل ودماغ وجسمانی قویٰ پر بہت اثر تھا، اتفاق وقت یا تقدیر کا تماشا دیکھئے کہ دسمبر میں جب سردی نہتائی نقطہ پر تھی وہ جامعہ عباسیہ کی تعلیمی ضرورت سے بھاولپور گئے، جہاں سنا کہ اس وقت بڑی سردی تھی اس کے بعد کا حال کراچی کے ایک رسالہ ''ندائے حرم'' مورخہ جنوری ۱۹۵۰ء سے نقل کرتا ہوں۔

''۱۷ صفر ۶۹ھ مطابق ۸ دسمبر ۴۹ء کو حضرت مولانا مرحوم ومغفور جامعہ عباسیہ کی ایک تقریب میں شرکت کے لئے کراچی سے بھاولپور تشریف لے گئے ۲۲ صفر ۶۹ھ مطابق ۱۳ دسمبر ۴۹ء صبح تک طبیعت بالکل ٹھیک ہی معلوم ہوتی تھی خلاف معمول اس روز ایک پیالی کے بجائے دو پیالیاں چائے پی اور فرمایا رات کو کچھ حرارت رہی، چنانچہ اس وقت ڈاکٹر کو ٹیلیفون کر کے طلب کیا گیا، ڈاکٹر نے بہت خفیف حرارت بتائی اور دوا دیدی، دس بجے کے قریب سینے میں غیر معمولی گھبراہٹ محسوس ہوئی، دوبارہ ڈاکٹر کو بلایا گیا، نبض کی رفتار اس وقت کچھ اپنی طبعی رفتار سے کم تھی ایک طبیب اور دوسرے ڈاکٹر کو بھی طلب کرلیا گیا، بھاولپور کے وزیر اعظم، وزیر تعلیم اور وزیر مال بھی پہنچ گئے، چار پانچ انجکشن دیئے گئے، مگر نبض کی رفتار کم ہوتی گئی آخر گیارہ بج کر ۵۰ منٹ پر یہ آفتاب علم غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میت اسی روز شام کو بذریعہ ریل ۸ بجے کے قریب بھاول پور سے کراچی روانہ کی گئی، اسی روز شام کو اس مایہ ناز عالم باعمل کو لاکھوں اشکبار آنکھوں اور سوگوار دلوں نے سپرد خاک کیا، ڈیرہ نواب کے اسٹیشن پر نواب صاحب بہاولپور نے میت کی زیارت کی اور اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کیا"

کراچی کے اسٹیشن پر مسلمانوں کے بہت بڑے مجمع نے میت کو اتارا پہلے مرحوم کی قیام گاہ پر لائے پھر وہاں سے ان کی قیام گاہ کے سامنے ایک زمین میں جس کو عامل کالونی کہتے ہیں، دفن کیا گیا، سندھ کے اقطاع میں سے بھاولپور ہی وہ مقام ہے جس سے دیوبند کے اکابر اور امداد اللہی سلسلہ کے مشائخ کو تعلق رہا ہے، اس لئے اگر مرحوم کی موت اس سرزمین پر واقع ہوئی، تو عالم مثال کی حوادث میں کوئی عجیب چیز نہیں ہوئی۔

مرحوم کی کوئی ظاہری اولاد نہ تھی، لیکن بحمد اللہ انہوں نے اپنی کثیر باطنی اولادیں چھوڑی ہیں، یہ ان کے تلامذہ ہیں جو زیادہ تر دیوبند اور بعض ڈابھیل میں ان کے شرف تلمذ سے مشرف ہوئے ہیں، ان میں سے بعض مشاہیر کے نام جو مجھے معلوم ہیں، وہ یادگار کے طور پر سپرد قلم کرتا ہوں، مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا عبد المآثر حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی، مولانا محمد یوسف صاحب بنوری کہ ان میں سے ہر ایک بجائے خود دائرہ علم ہے۔

مرحوم کی پیدائش ۱۳۰۵ھ میں معلوم ہوئی ہے، اس لحاظ سے ان کی عمر قمری لحاظ سے چونسٹھ سال کی ہوئی، اس وقت جب مرحوم کے نصف صدی کے واقعات کو سپرد قلم کر رہا ہوں، میرا دل کانپ رہا ہے اور لب معاصر مسافر عدم کیلئے مغفرت کی دعا میں مصروف ہیں ایسے نادرۂ روزگار صاحب کمال صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے مرقد کو پرمنور فرمائے اور اپنی رحمت برسائے، وہ اب اس دنیا میں نہیں، مگر ان کے کارنامے دنیا میں انشاء اللہ تعالیٰ حیات جاوید پائیں گے۔

سالہا، زمزمہ پرداز، جہاں خواہد بود
زیں نوا ہا کہ دریں گنبد گرداں زد است

پیارے بچوں کے لیے

پیارے نبیؐ کی سیرت طیبہ

بشریٰ امام الدین

دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

☆مفتی محمد تقی عثمانی

☆سابق جج شریعت کورٹ

حضرت والد صاحبؒ نے جن اکابر کی صحبت اٹھائی، اور جن سے آخر وقت تک خصوصی تعلق رہا، ان میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ بھی شامل ہیں۔ آپ کا اسم گرامی کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ کی علمی اور سیاسی زندگی کے بارے میں مفصل کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

حضرت والد صاحبؒ نے ہدایہ کا کچھ حصہ اور صحیح مسلم حضرت مولاناؒ ہی سے پڑھی تھی اور جب مولانا ڈابھیل میں صحیح بخاری کا درس دیتے تھے تو ایک مرتبہ بیماری کی بنا پر تدریس سے معذور ہو گئے۔ اس موقع پر مولاناؒ نے اپنی جگہ صحیح بخاری کا درس دینے کے لئے حضرت والد صاحبؒ کو نامزد فرمایا۔ حضرت والد صاحبؒ اس وقت دار العلوم دیوبند سے مستعفی ہو چکے تھے۔ مولانا کی فرمائش پر ڈابھیل تشریف لے گئے اور چند ماہ وہاں مولانا کی جگہ صحیح بخاری کا درس دیا۔

پھر جب قیام پاکستان کے لئے حضرت علامہ شبیر احمد صاحبؒ نے ملک گیر جدوجہد کرنا شروع کی اور اس غرض کے لئے جمعیت علما اسلام کا قیام عمل میں آیا تو حضرت والد صاحبؒ اس پوری جدوجہد میں مولانا کے دست و باز بنے رہے اور غرض کے لئے ملک کے طول و عرض میں دورے کئے۔ متعدد مقامات پر جہاں مولانا تشریف نہیں لے جا سکتے تھے، حضرت والد صاحبؒ کو اپنی جگہ بھیجا اور سرحد ریفرنڈم کے موقع پر پورے صوبہ سرحد کا دورہ کرتے ہوئے والد صاحبؒ کو اپنے ساتھ رکھا۔

پاکستان بننے کے بعد یہاں اسلامی دستور کی جدوجہد کا آغاز ہوا، تو شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ ہی کی دعوت پر حضرت والد صاحبؒ پاکستان تشریف لائے۔ انہی کی ہدایت پر تعلیمات اسلامی بورڈ میں شامل ہوئے، جو اسلامی دستور کا خاکہ مرتب کرنے کے لئے بنایا گیا تھا، پھر مولانا کی وفات تک ہر اہم معاملے میں ان کے شریک کار رہے اور حضرت مولانا کی نماز

جنازہ پڑھانے کی سعادت بھی آپ ہی کو حاصل ہوئی۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ پاکستان کے صفِ اول کے معماروں میں شامل تھے۔ قائد اعظم اور نواب زادہ لیاقت علی خان مرحوم تقسیم ملک کے وقت آپ کو اپنے ساتھ پاکستان لے آئے تھے اور مغربی پاکستان میں پاکستان کا پرچم سب سے پہلے مولانا ہی نے لہرایا۔

اگر آپ چاہتے تو یہاں اپنے لئے بہت کچھ دنیوی ساز وسامان اور عہدہ ومنصب حاصل کر سکتے تھے، لیکن مولاناؒ نے آخر وقت تک درویشانہ زندگی گزاری۔ اپنے لئے کوئی ایک مکان بھی حاصل نہ کیا، بلکہ وفات کے وقت تک دو مستعار لئے ہوئے کمروں میں مقیم رہے اور اس حالت میں دنیا سے تشریف لے گوے کہ نہ آپ کا کوئی بنک بیلنس تھا، نہ ذاتی مکان تھا، نہ ساز وسامان۔

۱۹۴۸ء میں جب حضرت والدؒ پاکستان تریف لائے تو روزانہ شام کے وقت حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے پاس جانے کا معمول تھا۔ راقم الحروف اس وقت بہت کم سن تھا اور اکثر والد صاحبؒ کے ساتھ مولانا کی خدمت میں چلا جایا کرتا تھا۔ اس زمانے میں کراچی میں کوئی معیاری علمی مرکز نہیں تھا، کوئی علمی کتب خانہ بھی نہ تھا۔ لہٰذا جب کسی علمی مسئلہ کی تحقیق مقصود ہوتی تو مولاناؒ حضرت والد صاحبؒ کے پاس تشریف لے آتے۔ کیونکہ والد صاحبؒ اپنے ساتھ اپنی ذاتی کتابوں کا ذخیرہ لے کر آئے تھے۔ چنانچہ ہمارے مکان پر علمی وفقہی مجلسیں رہتیں اور مولانا اپنے ضعف وعلالت کے باوجود علمی پیاس بجھانے کے لئے تین منزلہ مکان کی سیڑھیاں طے کر کے پہنچ جایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ کو تحریر اور تقریر دونوں کا منفرد ملکہ عنایت فرمایا تھا۔ خاص طورے آپ کی خطابت انتہائی مؤثر اور دل نشین ہوتی تھی اور آپ مختلف جملوں کے ذریعہ اپنی بات دلوں میں اتر دیتے تھے۔ حضرت والد صاحبؒ سے سنے ہوئے حضرت علامہ عثمانیؒ کے چند جملے اس وقت یاد آ گئے۔

۱۔ فرمایا کہ ”حق بات اگر حق نیت سے اور حق طریقہ سے کہی جائے تو کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ اس کا کچھ اثر ضرور ہوتا ہے۔ بات جب بھی بے اثر ہوگی تو یا تو وہ خود حق بات نہ ہوگی یا بات حق ہوگی، مگر کہنے والے کی نیت حق نہ ہوگی یا بات بھی حق ہوگی، نیت بھی حق ہوگی لیکن کہنے کا طریقہ صحیح نہیں ہوگا، لیکن اگر یہ تینوں شراوط موجود ہوں تو بات کے غیر مؤثر ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں“۔

۲۔ فرمایا کہ ”دنیا کی جنت یہ ہے کہ زوجین ایک ہوں اور نیک“۔

۳۔ حضرت علامہ عثمانیؒ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے رکن تھے اور وہاں شب و روا اسلامی دستور کے سلسلہ میں دوسرے ارکان سے بحث و مباحثہ رہتا تھا۔ ایک مرتبہ مولانؒ کی کسی تجویز پر غالباً (سابق گورنر جنرل) غلام محمد صاحب نے یہ طعنہ دیا کہ ”مولانا یہ امور مملکت ہیں، علماء کو ان باتوں کی کیا خبر؟ لہٰذا ان معاملات میں علماء کو دخل اندازی نہ کرنی چاہئے“۔

اس موقع پر حضرت علامہ نے جو تقریر فرمائی، اس کا ایک بلیغ جملہ یہ تھا:

”ہمارے اور آپ کے درمیان صرف اے، بی، سی، ڈی کے پردے حائل ہیں، ان مصنوعی پردوں کو اٹھا کر دیکھئے تو پتہ چلے گا کہ علم کس کے پاس ہے اور جاہل کون ہے“؟

۴۔ بعض لوگوں کو اسلامی دستور یا اسلامی قانون کا تصور آتے ہی خطرہ دامن گیر ہو جاتا ہے کہ اسلامی دستور و قانون کے نفاذ سے ملک میں تھیوکریسی قائم ہو جائے گی۔ ایک مرتبہ اسی قسم کا کوئی معاملہ اسمبلی میں زیر بحث تھا۔ اس موقع پر حضرت علامہؒ نے ارشاد فرمایا:

”آپ کو ملا سے یہ خطرہ ہے کہ وہ کہیں اقتدار پر قابض نہ ہو جائے، لیکن خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ ملا کا ایسا کوئی ارادہ نہیں، ملا اقتدار پر قبضہ کرنا نہیں چاہتا، البتہ اصحابِ اقتدار کو تھوڑا سا ملا ضرور بنانا چاہتا ہے۔

علماء کی اصل پالیسی شروع سے یہ تھی کہ نہ الیکشن میں حصہ لیں، نہ اقتدار میں آئیں اور اگر اربابِ اقتدار اسلامی دستور قانون کے نفاد کے سلسلے میں ملک بھر کے علماء کا مطالبہ تسلیم کر لیتے تو کسی اہل علم کو الیکشن کی سیاست میں حصہ لینے کی ضرورت نہ ہوتی، لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہ ہوا اور اس کے بعد بعض علمائے کرام مجبور ہو کر الیکشن کی سیاست میں داخل ہو گئے۔

۵۔ وطن کے سلسلہ میں حضرت علامہ عثمانیؒ کا ایک ارشاد حضرت والد صاحبؒ بکثرت نقل فرماتے تھے اور اسے اپنے ”سفرنامہ دیوبند و تھانہ بھون“ میں بھی تحریر فرمایا ہے:

”یاد آیا کہ میرے استاذ محترم اور بردر مکرم شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ صاحبؒ نے ایک روز ”وطن“ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہر شخص کے تین وطن ہیں۔ ایک جسمانی، دوسرا ایمانی، تیسرا روحانی، وطنِ جسمانی وہ جگہ ہے جہاں وہ پیدا ہوگا۔ وطنِ ایمان مومن کا مدینہ طیبہ ہے جہاں سے اس کو نور ایمان ملا اور وطنِ روحانی جنت ہے جہاں عالم ارواح میں اس کا اصلی مستقر تھا اور پھر پھرا کر پھر وہیں جانا ہے“۔ (نقوشِ و تاثرات: ص۵)

۶۔ حضرت والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت علامہ عثمانیؒ علم و فضل کے پہاڑ تھے اور

اللہ تعالیٰ نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ بانی دارالعلوم دیوبند کو جو علوم وہبی عطا فرمائے تھے، خاص طور سے فلسفہ وکلام اور حکمتِ دین کے بارے میں حضرت نانوتویؒ کو جو دقیق معارف عطا ہوئے تھے، وہ اچھے اچھے علما کی سمجھ میں نہیں آتے، لیکن علماء دیوبند کی جماعت میں دو بزرگ ایسے ہیں جنہوں نے حکمتِ قاسمی کی شرح وتوضیح اور اسے اقرب الی الفہم بنانے میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ ایک حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ اور دوسرے مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ۔

۷۔ حضرت والد صاحبؒ نے ہی سنایا کہ جب حضرت عثمانیؒ نے صحیح مسلم پر اپنی شہرۂ آفاق شرح ''فتح الملہم'' تالیف فرمائی تو اس کا مسودہ حرمین شریفین لے کر گئے تھے، وہاں روضہ اقدس کے سامنے بیٹھ کر اس کی ورق گردانی کی اور پھر روضہ اقدس پر بھی اور حرم مکہ میں ملتزم پر بھی مسودہ سر پر رکھ کر دعا کی تھی:

''یہ مسودہ احقر نے بے سروسامانی کے عالم میں مرتب کیا ہے یا اللہ! اس کو قبول فرما لیجئے اور اس کی اشاعت کا انتظام فرما دیجئے''۔

اس کے بعد جب حرمین شریفین سے واپس آئے تو نظام حیدرآباد کی طرف سے پیش کش کی گئی کہ ہم اس کتاب کو اپنے اہتمام سے شائع کرائیں گے۔ چنانچہ وہ نظام حیدرآباد کے مصارف پر بڑی آب وتاب کے ساتھ شائع ہوئی اور اس نے پوری علمی دنیا سے اپنا لوہا منوایا۔

۸۔ حضرت والد صاحبؒ حضرت علامہ عثمانیؒ کی اردو تصانیف میں تفسیر عثمانیؒ کے علاوہ ''اسلام، العقل والنقل اور اعجاز قرآن'' کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے اور کئی مرتبہ اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ ان کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ ہو جائے۔ اپنے بعض انگریزی دان متعلقین کو اس طرف متوجہ بھی فرمایا، لیکن افسوس ہے کہ یہ کام حضرت والد صاحبؒ کی حیات میں انجام نہ پاسکا۔ والعل اللہ یحدث بعد ذالك امرا۔

۹۔ حضرت والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علامہ عثمانیؒ کو خطابت کا غیر معمولی کمال عطا فرمایا تھا، لیکن ساتھ ہی طبیعت میں نزاکت اور نفاست بھی بہت تھی۔ چنانچہ جب ذرا طبیعت میں ادنیٰ تکدر ہوتا تو وعظ وتقریر پر آمادگی ختم ہو جاتی تھی۔

فیروز پور میں جب قادیانیوں کے ساتھ ہمارا مناظرہ ختم ہوا۔ (اس مناظرے کی تفصیل خود حضرت والد صاحبؒ کے قلم سے مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب نے اپنے مقالے ''مفتی

اعظم'' اور ردمرزائیت'' میں بیان فرمائی ہے، یہ مقالہ البلاغ نمبر میں شائع ہو چکا ہے) تو اہل شہر نے رات کے وقت ایک بڑے جلسہ عام کا اہتمام کیا۔ خیال یہ تھا کہ اس وقت فیروز پور میں اکابر علماء دیو بند جمع ہیں، جن میں حضرت شاہ صاحبؒ، حضرت مولانا مرتضیٰ خان صاحبؒ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ وغیرہ جیسے آفتاب و ماہتاب شامل ہیں۔ اس لئے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اہل شہر کو ان سے مستفید کیا جائے۔ یوں تو یہ تمام ہی حضرات علم وفضل میں اپنی نظیر آپ تھے، لیکن جہاں تک خطابت کا تعلق ہے، سب کی نظریں علامہ عثمانیؒ پر لگی ہوئی تھیں کیونکہ ان کی تقریر عالمانہ ہونے کے ساتھ ساتھ عام فہم بھی ہوتی تی اور عام لوگ اس کا اثر زیادہ قبول کرتے تھے۔ چنانچہ جلسہ کے پروگرام میں آپ کی تقریر کا بھی اعلان کر دیا گیا۔

لیکن جب جلسے کا وقت قریب آیا تو حضرت علامہ عثمانیؒ کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی۔ تقریر کے لئے انشراح باقی نہ رہا اور مولانا نے تقریر سے عذر کر دیا۔ جتنے علماء اس وقت موجود تھے، ان سب نے مولانا کو آزادہ کرنا چاہا، مگر مولانا آمادہ نہ ہوئے بلکہ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن خان صاحبؒ مولانا پر ناراض بھی ہوئے۔

لیکن میں جانتا تھا کہ مولاناؒ اس معاملہ میں معذور ہیں اور جب تک از خود آمادگی پیدا نہ ہو، وہ تقریر نہیں فرما سکتے۔ اس لئے خاموش رہا، یہاں تک کہ جب تمام حضرات جلسہ میں جانے لگے تو میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ حضرات تشریف لے جائیں، میں بعد میں آؤں گا۔ اب قیام گاہ پر صرف میں حضرت علامہ عثمانیؒ کے ساتھ رہ گیا۔ جب کچھ دیر گزری تو میں نے عرض کیا:

''حضرت! آپ کی طبیعت میں کچھ انقباض ہے، یہاں قیام گاہ پر تنہا رہنے سے یہ انقباض اور بڑھے گا، اگر جلسہ میں صرف تشریف لے جائیں اور بیان نہ کریں تو شاید کچھ طبیعت بہل جائے''۔

فرمانے لگے ''لوگ مجھے خطاب پر مجبور کریں گے'' میں نے عرض کیا کہ ''اس کا میں ذمہ لیتا ہوں کہ آپ کی رضامندی اور خوش دلی کے خلاف کوئی آپ سے اصرار نہ کرے گا۔ مولانا اس بات پر راضی ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد ہم جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ وہاں پر دوسرے علماء کرام تقریر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مجمع کا ذوق وشوق دیکھ کر حضرت علامہ عثمانیؒ کے دل میں بخود بخود آمادگی پیدا ہو گئی اور پھر خود ہی اسٹیج سیکرٹری سے کہا کہ ''میں بھی کچھ کہوں گا''۔ اس کے بعد ڈیڑھ گھنٹہ مولانا کی تقریر ہوئی، جس نے حاضرین کو سیراب کر دیا۔

پر راضی ہوگئے اور تھوڑی دیر بعد ہم جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ وہاں پر دوسرے علماء کرام تقریر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مجمع کا ذوق وشوق دیکھ کر حضرت علامہ عثمانیؒ کے دل میں بخود بخود آمادگی پیدا ہوگئی اور پھر خود ہی اسٹیج سیکرٹری سے کہا کہ ”میں بھی کچھ کہوں گا“۔ اس کے بعد ڈیڑھ گھنٹہ مولانا کی تقریر ہوئی، جس نے حاضرین کو سیراب کردیا۔

۱۰۔ حضرت والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علامہ عثمانیؒ کو تحریر کا بھی خاص ملکہ عطا فرمایا تھا اور جب حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ نے آزادیٔ ہند کی جدوجہد کے لئے جمعیۃ علماءِ ہند قائم فرمائی اور اس غرض کے لئے دہلی میں ایک عظیم الشان اجلاس طلب فرمایا تو اس کا خطبۂ صدارت شیخ الہند کو دینا تھا۔ حضرتؒ کو خود لکھنے کا موقع نہ تھا۔ اس لئے اپنے تلامذہ میں سے متعدد حضرات کو یہ خطبہ لکھنے پر مامور فرمایا۔

آپ کے متعدد تلامذہ نے اپنے اپنے انداز میں خطبہ لکھا لیکن بالآخر حضرتؒ نے جس خطبہ کو پسند اور منظور فرمایا، وہ حضرت علامہ عثمانیؒ کا تحریر فرمودہ تھا۔ چنانچہ حضرت نے وہی خطبہ پڑھا اور وہی شائع بھی ہوا۔

۱۱۔ حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ حضرت علامہ عثمانیؒ کا رشتہ داری کا بھی تعلق تھا اور حضرت والد صاحبؒ آپ کے شاگرد بھی تھے اور پھر تحریک پاکستان کی جدوجہد میں آپ کے دست و بازو بھی بنے رہے۔ ان تمام رشتوں کے نتیجہ میں حضرت علامہ عثمانیؒ والد صاحب سے بہت محبت فرماتے تھے اور آپ کی علمی وعملی صلاحیتوں کے معترف تھے۔ دو مفصل رسالہ لکھا، اس پر بطور تقریظ علامہ عثمانیؒ نے تحریر فرمایا:

”میں نے اس فتویٰ کا بالاستیعاب مطالعہ کیا، ماشاء اللہ مسئلہ کو بالکل صاف کردیا ہے۔ اہل علم ونظر کے لئے گنجائش نہیں چھوڑی۔ سب اطراف وجوانب واضح ہوکر سامنے آگئے ہیں۔ حق تعالیٰ سبحانہٗ مفتی صاحب کو جزائے خیر دے“۔

شبیر احمد عثمانیؒ دیوبند

۱۸؍ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ (جواہر الفقہ) ص ۲۴۸،

اور حضرت والد صاحبؒ کے رسالہ نیل المآرب فی المسح علی الجوارب“ پر تحریر فرماتے ہیں:

”میں نے مسح علی الجوربین کی بحث پڑھی۔ حق تعالیٰ مفتی صاحبؒ کے اعمال اور علوم میں برکت دے، نہایت تحقیق وتفتیش سے جواب لکھا ہے، بہر حال میرے نزدیک مفتی صاحب کی

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی حیات کا مختصر خاکہ

۱۳۰۵_۱۳۶۹ھ، ۱۸۸۵_۱۹۴۹ء

☆ بریگیڈیئر ڈاکٹر قاری فیوض الرحمٰن

''آپ حضرت شیخ الہندؒ کے معتمد علیہ تلامذہ میں سے تھے۔ غیر معمولی ذکاوت و ذہانت کے حامل تھے۔ علم اور بڑا درس مقبول تھا۔ علوم عقلیہ کا خاص ذوق تھا۔ منطق فلسفہ اور علم کلام میں غیر معمولی دس ترس تھی۔ حکمت قاسمیہ کے بہترین شارح تھے۔ دار العلوم سے فراغت کے بعد مسجد فتحپوری دہلی کے مدرسے میں صدر مدرس کی حیثیت سے تدریس علوم میں مشغول ہوئے۔ پھر دار العلوم میں بحیثیت مدرس بلائے گئے۔ اونچے طبقے کے اساتذہ میں آپ کا شمار تھا۔ پھر ڈابھیل میں ایک عرصہ تک شیخ التفسیر کی حیثیت سے کام کیا اور اپنے آخری دور میں چند سال دار العلوم کے صدر مہتمم بھی رہے۔

صحیح مسلم کی بہترین شرح متکلمانہ انداز میں لکھی اور حکمت قاسمیہ کو اس میں نمایاں رکھا۔ حضرت شیخ الہند کے تفسیری فوائد جو حضرتؒ نے ترجمہ کے ساتھ شروع فرمائے تھے آپ نے پایہ تکمیل کو پہنچائے۔ بے مثال خطیب تھے۔ اور خطبات میں قاسمی علوم بکثرت بیان کرتے تھے۔ تحریر و تقریر میں انہی علوم کا غلبہ تھا۔ سیاسی شعور اونچے درجہ کا تھا۔ ملکی معاملات کے اتار چڑھاؤ کا پورا نقشہ ذہن کے سامنے رہتا تھا۔ اور اس بارے میں نپی تلی رائے قائم کرتے تھے۔ حضرت شیخ الہند کی تحریک ''ریشمی رومال'' میں شریک رہے۔

جمعیۃ علماء ہند کے کاموں میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ آخر میں مسلم لیگ کی تحریک میں شامل ہو گئے اور جمعیۃ علماء اسلام کی بنیاد ڈالی۔ تقسیم ملک کے بعد آپ نے پاکستان پہنچ کر ترک وطن کر دیا۔ پاکستانی پارلیمنٹ کے ممبر ہوئے پاکستان میں اسلامی قانون کے نفاذ کی جدوجہد میں نمایاں حصہ لیا، قرارداد مقاصد پاس کرائی۔ قوم نے آپ کو شیخ الاسلام کے نام سے یاد کیا۔ ایک سفر کے دوران بھاولپور میں وفات پائی۔ اور کراچی میں دفن ہوئے۔ پورا ملک اور حکومت سوگوار ہوئی اور عرصہ دراز تک آپ کا غم منایا جاتا رہا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ''(۱)

خاندان: آپ کے والد محترم مولانا فضل الرحمٰن صاحب اپنے زمانے کے فاضل، اردو ادب

☆ سابق ڈائریکٹر ایجوکیشن و ریلیجز D.H.A, karachi

کے ماہر اور ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے، شجرہ نسب حضرت عثمانؓ سے جا ملتا ہے۔ ایک بھائی مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب تھے دوسرے بھائی مولانا مطلوب الرحمٰن سعید الرحمٰن، بابو فضل حق وغیرہ ہیں۔

ولادت: ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۸ء کو دیوبند ضلع بہاولپور میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد صاحب نے پہلے آپ کا نام فضل اللہ رکھا اور بعد ازاں شبیر احمد جو غالباً عشرہ محرم کی پیدائش کی مناسبت سے ہوگا اور یہی نام مشہور ہوا۔

تعلیم: ۱۳۱۲ھ کو سات سال کی عمر میں حافظ محمد عظیم دیوبندی کے سامنے بسم اللہ ہوئی۔ اور اردو کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۳۱۴ھ میں منشی منظور احمد دیوبندی مدرس دارالعلوم دیوبندی سے فارسی پڑھنا شروع کی بعد ازاں فارسی کی بڑی بڑی کتابیں مولانا محمد یٰسینؒ صاحب سے مدرسہ میں پڑھیں۔

۱۳۱۹ھ میں عربی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں شروع کی، آپ کے عربی اساتذہ میں مولانا محمد یٰسین صاحب شیرکوٹی، مولانا غلام رسول صاحب ہزاروی، مولانا حکیم محمد حسن صاحب دیوبندی اور بالخصوص حضرت شیخ الہند محمود الحسن اسیر مالٹا ۱۲۲۵ھ۔ ۱۹۰۸ء سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

تدریسی خدمات: فراغت کے بعد مدرسہ فتحپوری دہلی میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔ ابھی چند سال ہی وہاں تدریس کر پائے تھے کہ ۱۳۲۸ھ کو دارالعلوم دیوبند بلوا لئے گئے۔ یہاں ایک عرصے تک درجہ علیا کی مختلف کتابیں زیر درس رہیں۔ خصوصاً آپ کا صحیح مسلم کا درس بڑی شہرت رکھتا تھا حضرت نانوتویؒ کے درس پر خاص نظر تھی ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۸ء کے اختلاف میں دارالعلوم دیوبند سے علیحدگی اختیار کر کے ڈابھیل تشریف لیگئے، حضرت مولانا انور شاہ صاحب کی وفات کے بعد ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء میں جامعہ ڈابھیل کے صدر المدرسین مقرر ہوئے۔

صدارت اہتمام: ۱۳۵۴/ ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم مقرر ہوئے اور ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۴ء تک صدارت اہتمام کے فرائض انجام دیئے ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۴ء میں بعض اختلافات کی بناء پر آپ کو دوبارہ دارالعلوم سے علیحدہ ہونا پڑا۔

سیاسی خدمات: سیاسیات میں اولاً جمعیت علماء ہند کے ساتھ شریک تھے، مگر بعد میں مسلم لیگ کے حامی ہو گئے اور جمعیت علماء اسلام کے صدر منتخب کئے گئے، جمعیت علماء اسلام کے صدر کی

حیثیت سے آپ نے ملک کے طول وعرض میں دورے کیئے۔ تقسیم ملک سے قبل ۱۳۶۶ھ/۶ اگست ۱۹۴۷ء کی دوپہر کو دیوبند سے ”افتتاح پاکستان“ کی تقریب میں حصہ لینے کیلئے کراچی روانہ ہوئے، ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی جشن آزادی میں شرکت فرمائی اور پاکستان ہی میں مقیم ہوگئے۔ پاکستان دستور ساز اسمبلی کے رکن اور شرعی دستور ساز کمیٹی کے رکن تھے یہاں بھی آپ نے بہت سی دینی وملی خدمات انجام دیں۔ پاکستان کے اقتدار اعلیٰ پر آپ کی علمی اور سیاسی خدمات کا خاصہ اثر تھا۔ خصوصاً آپ کو عالمانہ اور مفکرانہ حیثیت سے خاص حیثیت حاصل تھی اور آپ کی دینی رہنمائی کے ساتھ ساتھ، سیاسی رہنمائی بھی مسلم سمجھی جاتی تھی۔

مولانا انوار الحسن شیر کوٹی لکھتے ہیں کہ ”آپ کی ساری عمر دین اسلام کی خدمت میں گزری۔ آپ کی ملکی وملی خدمات کا آغاز جنگ بلقان سے ہوا، پھر آپ نے تحریک خلافت میں زبردست حصہ لیا، جمعیۃ علماء ہند دہلی کی مجلس عاملہ کے آپ زبردست رکن تھے ۱۹۱۹ء سے لے کر ۱۹۴۵ تک اس میں شریک رہے۔ آپ نے مسلم لیگ میں شریک ہوکر تحریک پاکستان کو بہت تقویت بخشی پاکستان کا وجود قائداعظم کے بعد ان کا مرہون منت ہے۔ آپ نے اس سلسلے میں ملک کے دورے کیئے۔ سرحد میں ریفرنڈم میں کامیابی آپ کی مساعی کا نتیجہ ہے آپ نے کشمیر کی جدوجہد میں بھی نمایاں حصہ لیا اور پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں قانون اسلامی کی تجویز پاس کرائی“ (۲)

سید محبوب رضوی لکھتے ہیں کہ ”علم وفضل، فہم وفراست، تدبر اور اصابت رائے کے لحاظ سے علامہ عثمانی کا نام ہند کے چند مخصوص علماء میں ہوتا تھا، وہ زبان وقلم دونوں کے یکساں شہسوار تھے اور تحریر وتقریر پر بدرجہ اتم قدرت حاصل تھی حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے ترجمہ قرآن پر آپ کے تفسیری حواشی علمی دنیا میں زبردست شاہکار سمجھے جاتے ہیں۔ آپ حالات حاضرہ اور جدید ذہنیتوں پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ اس لئے آپ کی تحریر وتقریر عوام وخواص میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی“

”علم الکلام“، ”الاسلام“، ”العقل والنقل“، ”اعجاز القرآن“، ”حجاب شرعی“، ”الشہاب الثاقب“ وغیرہ معرکۃ الاراء تصانیف ہیں۔

علم الحدیث میں آپ کی زبردست تصنیف ”فتح الملہم“ (عربی) حنفی نقطہ نظر سے صحیح مسلم کی پہلی

شرح ہے جس کو ہندوستان و پاکستان کے علاوہ ممالک عربیہ میں بھی خاص طور پر پسند کیا گیا ہے(۱)

علامہ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہے ''موصوف کے مضامین اور چھوٹے رسائل تو متعدد ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کی تصنیفی اور علمی کمال کا نمونہ اردو میں ان کے قرآن کے حواشی ہیں، جو حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ قرآن کے ساتھ چھپے ہیں، ان کے حواشی سے مرحوم کی قرآن فہمی اور تفسیروں پر عبور اور عوام کو دل نشین کرنے کیلئے ان کی قوت تفہیم حد بیان سے بالا ہے، مجھے امید ہے ان کے ان حواشی سے مسلمانوں کو بڑا فائدہ پہنچے گا ان کے حواشی کی افادیت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ حکومت افغانستان نے اپنے سرکاری مطبع سے قرآنی متن کے ساتھ حضرت شیخ الہند کا ترجمہ اور مولانا شبیر احمد کے حواشی کو افغانی مسلمانوں کے فائدے کے لئے فارسی میں ترجمہ کر کے چھاپا ہے۔ (۳)

صحیح مسلم کی شرح لکھنے کا خیال ان کو اپنی جوانی کے عہد سے تھا، صحیح بخاری کی شرح تو احناف میں سے حافظ بدرالدین عینی نے بہت پہلے لکھ کر احناف کی طرف سے حق ادا کر دیا تھا، مگر صحیح مسلم کی کوئی شرح حنفی نقطہ نظر سے اب تک نہیں لکھی گئی تھی، اس لئے مرحوم نے اپنے دست بازو کو آزمایا۔ اس کے لکھنے کا کام تمام عمر جاری رہا ان کو حیدرآباد دکن کی ریاست اپنی عربی درسگاہ مدرسہ نظامیہ کی صدر مدرسی کے لئے پانچ سو ماہوار پر بلا رہی تھی مگر مرحوم نے وہاں جانا قبول نہیں کیا، بلکہ یہ کہیے کہ لیگ کی خدمتوں میں ایسے الجھتے چلے گئے کہ پھر دوسری طرف ان کو خیال کا موقع ہی نہیں ملا اور آخر ۱۹۴۷ء میں لیگ کے بڑے بڑے رہنماؤں کے ساتھ مرحوم کراچی میں اقامت پذیر ہو گئے۔

مرحوم نے کراچی پہنچ کر گو کوئی سرکاری عہد حاصل نہیں کیا، مگر مذہبی معاملات میں ان کی حیثیت مشیر خاص کی تھی، اس لئے زبان خلق نے ان کو شیخ الاسلام کہہ کر پکارا جو اسلامی سلطنتوں میں عموماً قاضی القضاۃ کا لقب رہا ہے اور زیادہ تر اس لقب کی شہرت دور عثمانیہ میں رہی، اسی حیثیت سے

مرحوم پاکستان کی مجلس آئین ساز کے رکن بھی تھے اور اس جماعت کے روح رواں تھے، جو اس آئین کو اسلامی قالب میں ڈھالنا چاہتی ہے اور اس راہ میں مرحوم ہی کی ابتدائی کوشش کی کامیابی کا وہ نتیجہ تھا، جس کو پاکستان کی آئینی اصطلاح میں ''قرارداد مقاصد'' کہتے ہیں۔

مرحوم گو مستقل طور پر پاکستان چلے گئے تھے مگر تعجب ہوگا کہ انہوں نہ تو اپنا کوئی خاص گھر بنایا، نہ کسی کی ذاتی کوٹھی پر قبضہ کیا، بلکہ بعض عقیدت مند اہل ثروت کے مکان میں رہے اور اسی مسافت میں اس مسافر نے اپنی زندگی بسر کردی۔

مرحوم کی کوئی ظاہری اولاد نہ تھی، لیکن بحمد اللہ انہوں نے اپنی کثیر باطنی اولادیں چھوڑی ہیں، یہ ان کے تلامذہ ہیں جو زیادہ تر دیوبند اور بعض ڈابھیل میں ان کے شرف تلمذ سے مشرف ہوئے ہیں، ان میں سے بعض مشاہیر کے نام جو مجھے معلوم ہیں، وہ یادگار کے طور پر سپرد قلم کرتا ہوں، مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا عبد المآثر حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی، مولانا محمد یوسف صاحب بنوری کہ ان میں سے ہر ایک بجائے خود دائرہ علم ہے۔

مرحوم کی پیدائش ۱۳۰۵ھ میں معلوم ہوئی ہے، اس لحاظ سے ان کی عمر قمری لحاظ سے چونسٹھ سال کی ہوئی، اس وقت جب مرحوم کے نصف صدی کے واقعات کو سپرد قلم کر رہا ہوں، میرا دل کانپ رہا ہے اور لب معاصر مسافر عدم کیلئے مغفرت کی دعا میں مصروف ہیں ایسے نادرۂ روزگار صاحب کمال صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے مرقد کو پرنور فرمائے اور اس پر اپنی رحمت برسائے، وہ اب اس دنیا میں نہیں، مگر ان کے کارنامے دنیا میں انشاء اللہ تعالیٰ حیات جاوید پائیں گے۔" (۴)

سالہا، زمزمہ پرداز، جہاں خواہد بود
زیں نواہا کہ دریں گنبد گرداں زدہ است (۵)

وصال: ۲۲ صفر ۱۳۶۹ھ/ ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کو بغداد الجدید (ریاست بہاولپور) میں جہاں آپ ریاست بہاول پور کے وزیر تعلیم کی دعوت پر ایک عربی درسگاہ کا سنگ بنیاد رکھنے کیلئے تشریف لے گئے تھے، چند گھنٹے کی علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔

جنازہ سرکاری حیثیت ۔ سے کراچی لے جایا گیا، جہاں لاکھوں کی تعداد میں لوگوں

نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور بالآخر ۱۴ دسمبر کو آخری آرام گاہ۔ محمد علی روڈ کے قریب میں تدفین ہوئی۔ (گرومندر۔ موجودہ اسلامیہ آرٹس کالج)

الهم اغفرله وارحمه. ا مین.

حواشی و حوالہ جات

۱۔ محمد طیب قاسمی مولانا، قاری مشاہیر دار العلوم (دیوبند) دہلی، جون ۱۹۶۵ء ص ۱۷۱۔

۲۔ انوار الحسن شیر کوٹی: تجلیات عثمانی:۔ لاہور، دسمبر ۱۹۷۶ء ناشر: نشر المعارف جہلیک، ملتان ص/ ۱۴، ۱۵۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ ”۱۱ زیقعدہ ۱۳۲۳ھ میں آپ کی شادی ہوئی اور ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ میں آپ کے والد کا انتقال ہوگیا۔ ۱۳۲۸ میں آپ نے اپنا مکان وغیرہ بیچ کر حج ادا کیا اور ۱۳۴۴ھ میں شاہ حجاز کی دعوت پر جمعیۃ العلماء ہند کی طرف سے نمائندہ بن کر گئے۔ اور وہاں عربی میں زبردست تقریریں کیں۔“ ص/ ۱۴

۳۔ سید محبوب رضوی: تاریخ دیوبند: دہلی، ص ۱۷۷/ ۱۷۸

۴۔ مولانا سید سلیمان ندوی: یاد رفتگاں: کراچی جنوری ۱۹۵۵ مکتبہ الشرق ص ۴۳۲ تا ۴۵۴۔ (اقتباسات)

۵۔ آپ کے کارناموں کو مولانا انوار الحسن شیر کوٹی نے ”حیات عثمانی“ ”تجلیات عثمانی“ اور ”خطبات عثمانی“ تین ضخیم جلدات میں اجاگر کیا ہے۔

شیخ الاسلام کی حیات وخدمات

☆مفتی محمد نعیم

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا تعلق علمائے دیوبند سے تھا۔ دار العلوم ہی سے فارغ التحصیل ہوئے۔

دار العلوم دیوبند کا قیام اس وقت عمل میں آیا، جب نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیائے اسلام میں دینی علوم زوال کے آخری سرے تک پہنچ چکے تھے۔ چنانچہ ۱۵/محرم الحرام ۱۲۸۳ھ/ مطابق ۱۸۶۶ء بروز جمعرات بعد نمازِ ظہر دار العلوم دیوبند کا افتتاح مولانا محمود صاحب نے کیا۔ مولانا محمود بڑے عالم و فاضل تھے، دیوبند کے رہنے والے تھے۔ میرٹھ میں پڑھاتے تھے، مولانا محمد قاسم نانوتوی نے انہیں دیوبند بھیجا تھا۔ مولانا محمود کو دار العلوم دیوبند کا پہلا مدرس مقرر کیا گیا اور صرف ایک شاگرد سے تدریس کا آغاز ہوا۔ مولانا محمود حسن جو بعد میں شیخ الہندؒ کے لقب سے ملقب ہوئے۔

خاندان اور تعلیم و تربیت: مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے والد محترم کا نام مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ تھا۔ مولانا فضل الرحمٰن عثمانی جید عالم دین تھے اور انکا شمار دار العلوم دیوبند کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ مولانا مملوک علی (م ۱۲۶۷ھ) سے مستفیض تھے۔ جید عالم دین ہونے کے علاوہ فارسی اور اردو کے بلند پایہ شاعر تھے۔ ۱۸۵۷ء میں بریلی میں انسپکٹر مدارس تھے۔ ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں انتقال ہوا۔

مولانا شبیر احمد عثمانی ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۲ء میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء میں دار العلوم سے سند فراغت حاصل کی۔

تدریسی خدمات: فراغتِ تعلیم کے بعد آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز کیا اور مدرسہ فتح پوری دہلی میں آپ کا تقرر بحیثیت صدر مدرس ہوا۔ اس مدرسہ میں آپ نے ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء تک تدریس فرمائی۔

شوال ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء میں مولانا شبیر احمد عثمانی کو دار العلوم دیوبند میں بلایا گیا اور ان کو

☆ چانسلر جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی

حدیث کی مشہور کتاب صحیح مسلم پڑھانے پر مامور کیا گیا۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ نے ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۸ء تک تدریسی خدمات انجام دیں۔

مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے۔ آپ اپنے دور کے بلند پایہ عالم دین اور محدث تھے۔ آپ کے دارالعلوم کی انتظامیہ کمیٹی سے بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر اختلاف پیدا ہو گیا، جس پر آپ نے دارالعلوم سے استعفیٰ دے دیا حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری صاحبؒ کے ساتھ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بھی دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہو گئے۔

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہو کر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (سورت) تشریف لے گئے اور وہاں آپ جامعہ اسلامیہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی بھی آپ کے ہمراہ ڈابھیل چلے گئے اور وہاں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحبؒ نے ۳/صفر ۱۳۵۲ھ/ ۲۹/مئی ۱۹۳۳ء کو دیوبند میں انتقال کیا۔ ان کے بعد مولانا عثمانی جامعہ اسلامیہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے اور تقریباً دو سال تک آپ جامعہ اسلامیہ کے صدر مدرس رہے۔

۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء میں حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے۔ حضرت تھانویؒ کی تحریک پر آپ دوبارہ دارالعلوم دیوبند واپس آ گئے اور آپ کو دارالعلوم کا مہتمم مقرر کیا گیا۔ اس منصب پر آپ ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۴ء تک فائز رہے اور اس دوران جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے بھی تعلق رہا۔

علامہ عثمانیؒ کے تلامذہ: مولانا عثمانی کی زندگی کا بیشتر حصہ درس وتدریس میں بسر ہوا ان کے تلامذہ کی تعداد زیادہ ہے، لیکن میں یہاں صرف مشہور تلامذہ کے نام درج کرتا ہوں جو اپنے دور میں علم وفضل کے اعتبار سے یگانہ روزگار تھے۔

مولانا سید مناظر احسن گیلانی، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی عتیق الرحمان عثمانی

علمی مقام: علم وفضل کے اعتبار سے مولانا شبیر احمد عثمانی جامع الکمالات تھے۔ ان کی

ساری زندگی، تبلیغ اسلام میں گزری، سید محبوب رضوی لکھتے ہیں کہ:

علم وفضل، فہم وفراست، تدبر اور اصابت رائے کے لحاظ سے علامہ عثمانیؒ کا شمار ہندوستان کے چند مخصوص علماء میں ہوتا تھا۔ وہ زبان اور قلم دونوں کے یکساں شہسوار تھے۔ اردو کے بلند پایہ ادیب اور بڑی سحر انگیز خطابت کے مالک تھے۔ فصاحت و بلاغت، عام فہم دلائل پر اثر تشبیہات و اندازِ بیان اور نکتہ آفرینی کے لحاظ سے ان کی تحریر و تقریر دونوں منفرد تھیں، وہ حالتِ حاضرہ پر بڑی گہری نفسیاتی نظر رکھتے تھے۔ اس لئے ان کی تحریر و تقریر عوام وخواص دونوں میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔ عظیم الشان جلسوں میں ان کی فصیح و بلیغ عالمانہ تقریروں کی یاد آج بھی اہل ذوق کے دلوں میں موجود ہے۔ حضرت شیخ الہند نے اپنی حیات کے آخری دنوں میں جامعہ ملیہ کی تاسیس کے وقت جو خطبہ دیا تھا اس کے لکھنے اور پڑھنے کا شرف مولانا عثمانیؒ ہی کو حاصل ہوا تھا۔

اہم تصانیف: مولانا شبیر احمد عثمانی بلند پایہ خطیب و مقرر اور مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ نامور مصنف بھی تھے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

''مولانا شبیر احمد عثمانی کی تحریر بڑی شستہ ہوتی تھی۔

ان کے تصانیف درج ذیل ہیں: علم الکلام، العقل والنقل، اعجاز القرآن، حجابِ شرعی، الشہاب الثاقب، شیخ الہند کے ترجمہ قرآن پر حواشی، فتح الملہم شرح صحیح مسلم (عربی)، فضل الباری شرح صحیح بخاری (اردو) وغیرہ۔

حواشی قرآن مجید: حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن نے قرآن مجید کا ترجمہ اور اس پر حواشی لکھنے شروع کئے، ترجمہ مکمل کرلیا اور حواشی سورۃ نساء تک لکھے کہ ان کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ بقیہ قرآن مجید کے حواشی مولانا عثمانی نے مکمل کئے یہ ان کا عظیم علمی کارنامہ ہے ان حواشی کو بڑی شہرت حاصل ہے۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں کہ:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے مضامین اور چھوٹے رسائل تو متعدد ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے تصنیفی اور علمی کمال کا نمونہ اردو میں ان کے قرآنی حواشی ہیں، جو حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ قرآن کے ساتھ چھپے ہیں ان حواشی سے مرحوم کی قرآن فہمی اور تفسیروں پر عبور اور عوام کے دلنشین کرنے کے لئے ان کی قوتِ تفہیم حد بیان سے بالا ہے۔ ان کے ان حواشی سے مسلمانوں کو بڑا فائدہ پہنچا

ہے۔

فتح الملہم شرح صحیح مسلم: مولانا عثمانیؒ دارالعلوم دیوبند اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں صحیح مسلم کا درس دیتے رہے۔ صحیح مسلم سے آپ کو بہت زیادہ شغف تھا، چنانچہ آپ نے حنفی نقطۂ نظر سے صحیح مسلم کی شرح بنام فتح الملہم لکھی، لیکن آپ یہ شرح مکمل نہ کر سکے۔ اب یہ شرح مولانا محمد تقی عثمانی بن مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی نے تکمیل کی ہے مکمل شرح مطبوع ہے۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

’’صحیح مسلم کی شرح لکھنے کا خیال ان کو اپنی نوجوانی کے عہد سے تھا، صحیح بخاری کی شرح تو احناف میں سے حافظ بدرالدین عینی نے بہت پہلے لکھ کر احناف کی طرف سے حق ادا کر دیا تھا، مگر صحیح مسلم کی کوئی شرح حنفی نقطۂ نظر سے اب تک نہیں لکھی گئی تھی۔

مؤتمر عالم اسلامی مکہ معظمہ میں شرکت (۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۶ء): جنگِ عظیم اول میں شریف مکہ نے جو اس وقت ترکوں کی طرف سے مکہ کا والی تھا، ان سے غداری کی تو انگریزوں نے شریف حسین کو حجاز کی حکومت دے دی ترک تمام عرب ممالک سے بے دخل ہو چکے تھے۔ سرزمینِ حجاز پر بظاہر شریف حسین کی حکومت تھی، لیکن اندرونِ خانہ انگریزوں کا اقتدار تھا کہ قدرت نے سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمان آل سعود کو کھڑا کیا اور شریف مکہ کو شکست دے کر حجاز پر قبضہ کر لیا اور شریف مکہ کو ترکوں سے غداری ک صلہ مل گیا۔

سلطان عبدالعزیز حنبلی المذہب تھے۔ انہوں نے مکہ اور مدینہ پر قبضہ کے بعد تمام آثارِ حجاز کو منہدم کر دیا اور ان تمام مزارات کو جو پختہ تھے، ان کو پیوست زمین کر دیا۔ سلطان عبدالعزیز کا یہ نظریہ تھا کہ: مسلمان یہاں آ کر قبروں کو سجدہ کرتے ہیں اور اسلام میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے ان آثار کو ختم کیا گیا ہے۔

سلطان عبدالعزیز کے اس اقدام سے دنیائے اسلام میں ہیجان پیدا ہوا اور مشرق سے لے کر مغرب تک، اضطراب اور پریشانی کی لہر دوڑ گئی اور کئی ممالک میں سلطان بعد العزیز کے خلاف احتجاج شروع ہو گیا، چنانچہ سلطان ابن سعود نے ممالک اسلامیہ سے تبادلہ خیال کے لئے مؤتمر عالم اسلامی کا اجلاس طلب کر لیا اور اس میں درج ذیل ممالک کے نمائندے شریک ہوئے۔

نمبر شمار	نام ملک	تعداد نمائندگان
۱۔	حجاز	۴
۲۔	ہندوستان	۱۳
۳۔	نجد	۵
۴۔	روس	۹
۵۔	فلسطین	۳
۶۔	بیروت	۳
۷۔	شام	۲
۸۔	مصر	۴
۹۔	جاوا	۴
۱۰۔	افغانستان	۳
۱۱۔	ترکی	۲
۱۲۔	سوڈان	۱
۱۳۔	یمن	۲
		۶۷

سلطان عبدالعزیز نے ہندوستان کی تین جماعتوں کو اپنے نمائندے بھیجنے کی دعوت دی تھی۔

۱۔ مرکزی مجلس خلافت

۲۔ جمعیۃ علمائے ہند

۳۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس

مرکزی مجلس خلافت کے چار نمائندے تھے۔

۱۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ (سربراہ وفد) ۲۔ مولانا محمد علی جوہر ۳۔ مولانا شوکت علی ۴۔ محمد شعیب قریشی

جمعیۃ علمائے ہند کے پانچ نمائندے تھے۔

۱۔ مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی (سربراہ وفد) ۲۔ مولانا شبیر احمد عثمانی ۳۔ مولانا احمد سعید دہلوی ۴۔ مولانا محمد عرفان ۵۔ مولانا عبدالحلیم صدیقی

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے چار نمائندے تھے۔

۱۔ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری (سربراہ وفد) ۲۔ مولانا عبدالواحد غزنوی ۳۔ مولانا سید اسماعیل غزنوی ۴۔ حافظ حمید اللہ دہلوی

مجلس خلافت اور جمعیت علمائے ہند کا وفد جہاز سے بمبئی سے جدہ کے لئے روانہ ہوا۔ تمام اسلامی ممالک کے وفود ذی قعدہ ۱۳۴۴ھ کی ابتدائی تاریخوں میں مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ اس سفر کی روئیداد مولانا سید سلیمان ندویؒ نے اس طرح بیان کی ہے:

۱۹۲۶ء میں جب سلطان ابن سعود نے مکہ معظّمہ میں عالمگیر اسلامی کانفرنس بلائی اور ہندوستان کی مختلف مجلسوں کی طرف سے وفد بھیجے گئے، تو خلافت کے وفد کی صدارت حکیم اجمل خان اور احرار پنجاب کے اصرار سے اس خاکسار کے حصہ میں آئی اور اس کے ممبر محمد علی، شوکت علی، شعیب قریشی ہوئے اور جمعیت العلماء کے وفد کے صدر مولانا کفایت اللہ دہلوی اور ممبر حافظ احمد سعید، مولانا عبدالحلیم صدیقی اور مولانا عرفان مرحوم تھے۔ یہ کل وفد ایک ہی جہاز پر حجاز کو روانہ ہوا، اور اس طرح اس سفر میں مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم کو بہت پاس سے دیکھنے کا موقع ملا۔ طبیعت میں بڑی نزاکت تھی اور بات بات میں وہ چیز ظاہر ہوتی تھی۔ اس لئے رفقائے سفر ان کی بڑی رعایت کرتے تھے۔ ایک یمنی طالب علم جو دیوبند میں ان کے شاگرد تھے، ان کی خدمت کرتے تھے اور یہ خدمت پورے سفرِ حجاز میں انہوں نے کی۔

جدہ سے مکہ معظّمہ تک ہم سب ایک لاری میں آئے۔ جب مکہ معظّمہ قریب آیا تو مرحوم پر عجیب کیفیت طاری تھی۔ انہوں نے (حج) قران کا احرام باندھا تھا اور ہم سب تمتع کے احرام میں تھے، جیسے جیسے مکہ معظّمہ قریب آتا جاتا تھا، ان پر گریہ کا غلبہ ہوتا جاتا تھا اور پھوٹ پھوٹ کر رو رہے .

تھے۔ یہ ان کا دوسرا حج تھا۔ (پہلا حج ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء میں کیا تھا)۔ مکہ معظّمہ میں مؤتمر کے جلسے ایک ماہ کے قریب ہوتے رہے۔ ان میں ہم لوگ شریک ہوتے رہے اور اکثر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بھی شریک ہوتے تھے، اسی سفر میں مجھے علم ہوا کہ موصوف عربی تحریر وتقریر پر اچھی طرح قادر تھے۔ سلطان نے خلافت اور جمعیت کو ایک ساتھ ملنے کو بلایا اور مختلف موضوعات پر گفتگو کی۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اس موقع پر خلافِ توقع اپنے اکابر دیوبند کے عقائد اور فقہی مسلک پر اچھی اور شستہ گفتگو کی اور سلطان اس کو دیر تک سنتے رہے۔

مؤتمر عالم اسلامی کے اجلاس میں مولانا عثمانیؒ نے کئی تقریریں کیں اور سلطان ابن سعود پر ان کی تقاریر کا بہت اثر ہوا اور سلطان ابن سعود نے ان کی ایک تقریر کے بعد فرمایا کہ ’’میں آپ کا ممنون ہوں، آپ کے خیالات اور بیان میں بہت رفعت اور علو ہے اور دقیق مسائل پر مشتمل ہے‘‘۔

جمعیۃ العلماء کا قیام: جمعیۃ العلماء کے قیام کے سلسلے میں مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مرحوم ’’حیات سلیمان‘‘ میں لکھتے ہیں کہ:

’’ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد میں ایک عرصہ دراز تک علماء ہی پیش پیش رہے، دراصل اس تحریک کے بانی وہی تھے اور سب سے پہلے ان ہی نے انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ سید احمد شہید بریلوی اور مولانا شاہ اسماعیلؒ شہید سے لے کر شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ تک برابر اس کا سلسلہ جاری رہا۔ اس سے بھی بہت پہلے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے تیموریوں کے دورِ زوال میں جب مسلمانوں کی حکومت ختم نہ ہوئی تھی، انگریزوں کے روز افزوں اثرات اور اس کے نتائج کو محسوس کر لیا اور ان سے آگاہ کیا تھا اور اس کے روکنے کی کئی علمی و عملی کوششیں بھی کیں۔ حضرت شیخ الہند نے اس زمانہ میں ہندوستان میں سیاسی انقلاب کی کوشش کی، جب عام زور لوگ سے ہندوستانی آزادی کے صحیح مفہوم سے بھی آشنا نہ تھے۔ اس کے لئے قید و بند اور جلاوطنی کی مصیبتیں جھلیں۔ اس لئے ہندوستان کی سیاسی بیداری کے بعد اس کی آزادی کے لئے نومبر ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ العلماء ہند کا قیام عمل میں آیا۔

جمعیۃ العلماء کے قیام کے سلسلہ میں دہلی میں متعدد علمائے کرام جمع ہوئے اور ایک جلسہ منعقد ہوا۔ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری کی تحریک اور مولانا منیر الزمان ودیگر علمائے کرام کی تائید

سے مولانا عبدالباری فرنگی محلی اس جلسہ کے صدر قرار پائے۔ اس جلسہ میں درج ذیل علمائے کرام شریک ہوئے۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا سلامت اللہ راج پوری، مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری، پیر محمد امام سندھی، مولانا اسداللہ سندھی، مولانا سید محمد فاخر اللہ آبادی، مولانا محمد انیس، مولانا خواجہ غلام نظام الدین، مولانا کفایت اللہ دہلوی، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا سید کمال الدین، مولانا قدیر بخش، مولانا تاج محمد، مولانا محمد ابراہیم دربھنگہ، مولانا خدابخش، مولانا مولابخش، مولانا عبدالحکیم گیلوی، مولانا خیرالزمانں، مولانا محمد اکرم، مولانا محمد صادق، مولانا سید محمد داوٗد غزنوی، مولانا سید اسماعیل، مولانا محمد عبداللہ، مولانا آزاد سبحانی۔

جن علمائے کرام نے جمعیۃ العلماء کے قیام میں بہت زیادہ دلچسپی لی، ان میں مولانا عبد الباری فرنگی محلی، مولانا کفایت اللہ دہلوی، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبد الماجد بدایونی، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا آزاد سبحانی اور ثناء اللہ امرتسری رحمہم اللہ اجمعین شامل تھے۔

مولانا عثمانیؒ نے اپنے پیغام میں جہاں دوقومی نظریہ کی حمایت کی تھی۔ وہاں آپ نے عام مسلمانوں کی مسلم لیگ میں شرکت کو ضروری قرار دیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے پیغام میں فرمایا کہ اس وقت مسلمانوں کو حصولِ پاکستان کی خاطر مسلم لیگ کی تائید وحمایت میں حدودِ شرعیہ کی رعایت کے ساتھ حصہ لینا چاہئے۔ وقت کی ضرورت ہے کہ مسلمان مسلم لیگ کے بازو مضبوط کریں اور ساتھ ہی عوام مسلمین ہر قدم پر مختلف عنوانوں سے یہ ظاہر کرتے رہیں کہ ہم نے زعمائے لیگ کا ساتھ اپنے دین اور اپنی اصلی قومیت کی حفاظت کے لئے دیا ہے اور تمام دینی معاملات میں ہم حاملینِ دین اور علمائے ربانیین کی آواز کو سب آوازوں پر مقدم دیکھنا چاہتے ہیں، اگر خدانہ کرے ایسا نہ ہوا، تو ہم ان شاء اللہ ایسے فاسد عناصر سے مسلم لیگ کو صاف کر کے دم لیں گے۔

ہندوستان کے مسلم اکثریت کے صوبوں کو اسلامی مرکز (پاکستان) قائم کرنے کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے مولانا عثمانی نے اپنے پیغام میں فرمایا کہ:

”ہندوستان میں دس کروڑ مسلمان ایک مستقل قوم ہیں۔ اس قوم کی وحدت اور شیرازہ بندی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا کوئی مستقل مرکز ہو، جہاں اس کے قومی محرکات اور عزائم فروغ

پاسکیں، اور جہاں سے وہ مکمل آزادی اور مادی اقتدار کے ساتھ اپنے خدائی قانون کو بے روک ٹوک نافذ کرسکیں۔

بہرحال اس (مرکز) کا نام پاکستان رکھو یا حکومت الٰہیہ یا کوئی اور اتنی بات ضرور ہے کہ مسلمان ایک مستقل قوم ہیں اور ان کے لئے ایک مستقل مرکز کی ضرورت ہے جو اکثریت کی مخلوط حکومت میں کسی طرح حاصل نہیں ہوسکتا۔

۱۹۴۵ء کے الیکشن میں مولانا عثمانیؒ نے ہندوستان کے مسلمانوں سے اپیل کی تھی کہ تمہاری بقا اسی میں مضمر ہے کہ مسلم لیگ کے امیدواروں کو ووٹ دیئے جائیں۔ مولانا عثمانیؒ نے اپنے بیان میں فرمایا کہ:

میرے نزدیک مسلم لیگ کی جانب کو ترجیح ہے، لہٰذا شخصیات سے بے پرواہ ہوکر اس کے نامزد کردہ امیدوار کو ووٹ دینا چاہئے، ۱۸رمئی ۱۹۴۶ء اعظم گڑھ میں جمعیۃ علمائے اسلام کے جلسہ میں مولانا عثمانیؒ نے اپنی تقریر میں واضح الفاظ میں فرمایا:

پاکستان مسلمانوں کا پیدائشی حق ہے۔ اس وقت انگریز اور ہندو دونوں پاکستان کو نہیں مانتے، لیکن ایسا وقت آئے گا۔ جب یہ دونوں قومیں ازخود پاکستان دے دیں گی، لیکن اس کے لئے ہم کو اپنے بھولے ہوئے فریضے اسلامی جہاد کو پھر سے یاد کر کے عمل کرنا ہوگا۔

پاکستان آمد اور خدمات: ۱۴راگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا، تو مولانا عثمانیؒ مسلم لیگ کے رہنماؤں کے ساتھ کراچی تشریف لے آئے اور آخر تک ان کا قیام کراچی میں رہا۔ پاکستان دستور ساز اسمبلی کے رکن، مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے رکن اور شرعی دستور ساز کمیٹی کے صدر مقرر ہوئے۔ آپ نے کوئی سرکاری عہدہ قبول نہ کیا، مگر مذہبی معاملات میں ان کی حیثیت مشیر خاص کی تھی۔

سید محبوب رضوی لکھتے ہیں کہ:

پاکستان میں انہوں نے بہت سی دینی اور ملی خدمات انجام دیں، پاکستان کے اقتدار اعلیٰ پر ان کی علمی اور ریاستی خدمات کا خاص اثر تھا۔ خصوصاً ان کو عالمانہ اور مفکرانہ حیثیت سے خاص عظمت حاصل تھی اور ان کی دینی رہنمائی کے ساتھ ساتھ سیاسی رہنمائی بھی مسلم

سمجھی جاتی تھی۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں کہ:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ پاکستان مجلس آئین ساز کے رکن بھی تھے اور اس جماعت کے روح رواں بھی تھے، جو اس آئین کو اسلامی قالب میں ڈھالنا چاہتی ہے اور اس راہ میں مولانا عثمانی ہی کی ابتدائی کوشش کی کامیابی کا وہ نتیجہ تھا، جس کو پاکستان کی آئینی اصطلاح میں قراردادِ مقاصد کہتے ہیں۔

پاکستان میں جامعہ عباسیہ بہاولپور ایک قدیم دینی تعلیم گاہ ہے۔ اس کا انتظامی اور تعلیمی نظام بہت زیادہ خراب ہو گیا تھا۔ ریاست بہاولپور کی وزارتِ تعلیم نے مولانا عثمانیؒ سے درخواست کی وہ بہاولپور آکر جامعہ عباسیہ کی اصلاح وترقی کے لئے مشورہ دیں۔ آپ نے اس پر رضامندی ظاہر کی اور بہاولپور تشریف لے گئے۔ ۱۲؍دسمبر تک آپ بالکل اچھے تھے۔ ۱۳؍دسمبر کی شب بخار ہوا اور ان کے سینہ میں درد شروع ہوا، لیکن چند گھنٹے بعد آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون تاریخ وفات: ۲۱؍صفر ۱۳۶۹؍ ۱۳؍دسمبر ۱۹۴۹ء

آپ کی نعش کراچی لائی گئی اور محمد علی روڈ کے قریب اسلامیہ کالج میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سیاسی خدمات

☆. ڈاکٹر مولانا محمد اسعد تھانوی

علامہ شبیر احمد عثمانی برصغیر پاک و ہند کی ایک عظیم شخصیت کے طور پر تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ روشن رہیں گے۔ بلاشبہ علامہ شبیر احمد عثمانی ایک عہد ساز اور ہمہ گیر شخصیت کے حامل تھے دین حق اور دین اسلام کی خدمت کا جذبہ ان کی زندگی کا نصب العین تھا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں آپ نے وہ خدمات سرانجام دیں جس پر اہل ہند خصوصاً مسلمانانِ پاکستان کو ہمیشہ ناز رہے گا۔

تاریخ پیدائش: علامہ شبیر احمد عثمانی ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۵ھ بمطابق 1885ء میں یوپی کے شہر بجنور میں پیدا ہوئے (۱) آپ کے والد کا نام مولانا فضل الرحمٰن عثمانی تھا (۲) مولانا فضل الرحمٰن عثمانی علامہ شبیر احمد عثمانی کی پیدائش کے وقت بجنور کے محکمہ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ (۳) علامہ شبیر احمد عثمانی کے والد مولانا فضل الرحمٰن عثمانی مولانا محمد قاسم کے بنائے ہوئے دارالعلوم دیوبند میں برابر کے شریک تھے۔ (۴) علامہ شبیر احمد عثمانی کی تعلیم کا آغاز ۱۳۱۱ھ بمطابق 1891ء میں ہوا اور ۱۳۲۵ھ بمطابق 1905ء میں تمام طلبہ میں اول پوزیشن حاصل کر کے تعلیم سے فارغ ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ الہند اسیر مالٹا مولانا محمود الحسن دیوبندی کا نام سرِ فہرست ہے (۵) علامہ شبیر احمد عثمانی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد چند ماہ تک دارلعلوم دیوبند میں تدریس سے وابستہ ہو گئے۔ اس کے بعد آپ ۱۹۰۹ء میں فتح پور مسجد دہلی کے عربی مدرسے میں صدر مدرس کے عہدے پر میں تشریف لے گئے (۶) اسی زمانے میں مولانا عبداللہ سندھی دارلعلوم دیوبند پہنچ چکے تھے اور وہاں انھوں نے ''جمعیت الانصار'' نامی تنظیم کی بنیاد ڈال دی تھی (۷) علامہ شبیر احمد عثمانی جمعیت الانصار کی مجلس میں شرکت کیا کرتے تھے جمعیت الانصار کے قیام کا بنیادی مقصد مسلمانان ہند کے اندر مذہبی اور سیاسی بیداری پیدا کرنا تھا (۸)

جمعیت الانصار کا پہلا جلسہ: ۱۹۰۹ء میں جمعیت الانصار کا پہلا جلسہ مراد آباد میں منعقد ہوا (۹) مراد آباد کے اس جلسے میں علامہ شبیر احمد عثمانی نے اپنا مشہور مقالہ ''اسلام'' پڑھا جس کو سن کر علما وَفضلاء حیرت میں پڑ گئے اور آپ کے

☆ مہتمم جامعہ اشرفیہ سکھر

علم وفضل کے معترف ہو گئے (۱۰)

علامہ شبیر احمد عثمانی کو شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی جیسے جید عالم دین عالم باعمل کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی وہ بزرگ تھے جنھوں نے تعلیمات قرآنی کی روشنی میں مسلمانوں کو نہ صرف یہ کہ سچے دین اور صراط مستقیم کا انعام دیا بلکہ اس عہد کے مخصوص سیاسی حالات کے متعلق اسلامی نقطہ نگاہ سے بھی مسلمانوں کو ایک سیاسی لائحہ عمل کی طرف مائل کیا۔ (۱۱)

جنگ بلقان اور علامہ عثمانی کا کردار: جنگ بلقان ۱۹۱۲ء نے جہاں دیگر مکاتب فکر کے لوگوں کو اپنی طرف راغب کیا وہیں علامہ شبیر احمد عثمانی بھی اس جنگ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے جنگ بلقان کے زمانے میں نمایاں طور پر حصہ لیا۔ (۱۲)

جنگ بلقان کے موقع پر اخبار احسان کے ایڈیٹر ابوسعید بزمی لکھتے ہیں

جب یورپ کی طاقتیں ترکوں کو تباہ وبرباد کرنے پر متفق ہو کر ان پر حملہ آور ہو گئیں تو سرزمین ہندوستان میں ترکوں کے ساتھ ہمدردی کا جوالا مکھی پھٹ پڑا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی کے جذبہ اخوت میں جوش پیدا ہوا اور آپ نے بذات خود چندہ جمع کیا۔ ہلال احمر کے کام میں آپ نے دن رات ایک کر دیا۔ اور ایک سچے مومن اور مجاہد کی طرح مردانہ وار ترکوں کی حمایت اور مدد کی۔ (۱۳)

جمعیت الانصار کا دوسرا اجلاس: جمعیت الانصار کا دوسرا اجلاس ۱۶ اپریل ۱۹۱۲ء کو ہندوستان کے شہر میرٹھ میں منعقد ہوا اس جلسہ کی صدارت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی فرما رہے تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نے اس اجلاس میں ''الدار آلاخرۃ'' کے عنوان پر علماء کے بھرے جلسے میں جس میں پبلک کا بہت بڑا ہجوم تھا زبردست تقریر کی۔ (۱۴)

سیاسی خدمات کا مختصر جائزہ: علامہ شبیر احمد عثمانی نے جمعیت الانصار کے پلیٹ فارم سے اپنی سیاسی خدمات کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ اسی زمانے میں جنگ عظیم اول کے خاتمے (1914-1918) کے بعد جب برصغیر میں ترکوں کی حمایت میں تحریک خلافت شروع کی گئی تو تحریک میں علامہ شبیر احمد عثمانی نے فعال کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ جمعیت العلماء ہند کے اجلاسوں میں آپ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی اپنے رسالے المعارف میں تحریر کرتے ہیں تحریک خلافت اور جمعیت العلماء ہند کے جلسوں میں علامہ شبیر احمد عثمانی شرکت

فرماتے تھے۔ (۱۵)

مسئلہ گاؤکشی پر علامہ عثمانی کا موقف: لاہور کے اخبار تسنیم کے ایڈیٹر مولانا نصراللہ خاں اپنے اخبار میں لکھتے ہیں لاہور میں مولانا ابوالکلام آزاد کی زیر صدارت جمعیت العلمائے ہند کی جو کانفرنس ہوئی تھی اس میں علامہ شبیر احمد عثمانی کی تقریر نہایت معرکہ آراء تھی ءوہ جمعیت العلماء کے ممتاز ترین علماء میں سے تھے(۱۶)

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں

''گائے کی قربانی ترک کرنے مسئلے میں بھی جس کو حکیم اجمل خاں نے اٹھایا تھا حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کی طرف سے علامہ شبیر احمد عثمانی نے نہایت واشگاف تقریر فرمائی تھی یہ ترجمانی اور نیابت علامہ شبیر احمد عثمانی کے لئے نہ صرف فخر وشرف کا باعث بلکہ ان کی سعادت اور سیاسی شعور کی بڑی دلیل تھی''۔ (۱۷)

ترک موالات پر علامہ عثمانی کا خطبہ: علامہ شبیر احمد عثمانی نے ترک موالات کے سلسلے میں دہلی میں منعقدہ جمعیت العلماء ہند کے اجلاس میں جو کہ ۱۹۲۰ میں ہوا تھا آپ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کسی قوم کی فتح و ظفر کی دو طرح کے سامان ہو سکتے ہیں اول مادی دوم روحانی پس اگر دوسری قوموں کے جواب میں کوئی مادی (اسلحہ) کی طاقت آپ مہیا نہیں کر سکتے تو روحانی طاقت اپنے اندر پیدا کیجئے اور ان ہی روحانی اسلحہ میں سے ایک وہ ہتھیار ہے جس کو ترک موالات یا ترک تعاون سے تعبیر کیا جاتا ہے(۱۸)

قیام واستحکام پاکستان کے لئے خدمات: علامہ شبیر احمد عثمانی ۱۹۱۹ سے ۱۹۴۵ تک جمعیت العلماء ہند سے وابستہ رہے مگر کانگریس کے نظریات اور صحت کی خرابی کی بناء پر آپ نے آخر کار جمعیت العلماء ہند سے استعفٰی دے دیا اور ایک نئی جماعت جمعیت الاسلام کی بنیاد رکھی۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نے دسمبر ۱۹۴۵ء میرٹھ کے مسلم لیگ کے اجلاس میں اپنا شاندار خطبہ پیش کیا اس خطبہ میں آپ نے فرمایا

ہماری جنگ شخصیتوں کی جنگ نہیں ہے بلکہ یہ اصولوں اور نظریات کی جنگ ہے میں آج آپ کے سامنے اس شہر کے تاریخی مقام سے مخاطب ہوں جہاں ۸۸ برس پہلے (۱۸۵۷) میں جنگ آزادی کی باقاعدہ انقلاب کی تحریک نے جنم لیا تھا۔ آج میں پھر آپ کو ایک منظم اور آئینی انقلاب کی

دعوت دیتا ہوں۔ (۱۹)

میں ان تمام رائے دہندگان (ووٹر) کو جو میرا مشورہ چاہتے ہیں پوری بصیرت اور غور وفکر کے بعد یہی مشورہ دونگا کہ وہ اس موجودہ حالت میں صرف اور صرف مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دیں۔

پاکستان حاصل ہونے تک کا یہ درمیانی زمانہ ہماری زندگی کے لئے سخت آزمائش کا زمانہ ہے۔

آپ پورے جوش، ولولے اور عزم واستقلال کے ساتھ مسلم لیگ کو آگے بڑھانے، ابھارنے، سنوارنے اور نکھارنے میں سرگرم رہئے اور جو لوگ آپ کے سیاسی افکار کے مخالف ہیں ان سے آپ کا معاملہ شرافت صبر وتحمل اور حسن اخلاق کے ساتھ ہونا چاہئے (۱۹)

علامہ عثمانی کا صوبہ پنجاب میں کانفرنس سے خطاب: علامہ شبیر احمد عثمانی نے تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے سلسلے میں مسلم لیگ اور قائداعظم کا بھرپور انداز میں ساتھ دیا۔ صوبہ پنجاب کی تاریخ میں علامہ شبیر احمد عثمانی کا یہ خطبہ جو آپ نے ''پاکستان'' کے عنوان سے اسلامیہ کالج لاہور کے گراؤنڈ میں دو جنوری ۱۹۴۶ کو دیا پاکستان کے نظام اور آئندہ کے اساس کی بھرپور ترجمانی کرتا ہے۔ اس خطبہ صدارت میں آپ نے فرمایا۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ تقدیر نے ہمیں پاکستان کے تحفظ کے لئے انتخاب کیا ہے اور یہ چیز آئندہ نسلوں کو ورثہ میں ملے گی ہماری آنکھیں صبح فردا کے اس دل فریب خندہ کا نظارا کر رہی ہیں جس کے پردے سے ہماری کامیابیوں کا مہر طلوع ہوگا اس صبح امید کی نمود تک ہم ناامیدیوں کی شب تاریک کو اپنی قربانیوں کے نور سے روشن رکھیں گے اور اسلام کے سچے فرزندوں کی طرح ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرینگے۔ (۲۰)

علامہ شبیر احمد عثمانی نے خطبہ لاہور میں پاکستان کی معدنیات، صنعت، بندرگاہوں اور اس کی جغرافیائی وسیاسی حالات کا کھل کر دفاع کرتے ہوئے فرمایا:

کسی ملک کی اقتصادی حالت کا جائزہ لینے کے لئے بنیادی طور پر تین چیزیں رکھی جاتی ہیں اول اس ملک کی آبادی دوم معدنیات کا اندازہ سوم زرعی پیداوار کا جائزہ۔

آبادی کے لحاظ سے پاکستان ایک بہت بڑا ملک ہے دفاعی نقطہ نگاہ کے حوالے سے اس ملک کے افراد دفاع وطن میں بھرپور کردار ادا کر سکتے ہیں۔

معدنیات کے لحاظ سے ہمالیہ پہاڑ کا بیشتر حصہ پاکستان سے گذرتا ہے جو معدنیات سے بھرپور

ہے۔ نمک، کھیوڑہ، اور مٹی کا تیل پنجاب میں کافی مقدار میں پایا جاتا ہے

سیمنٹ کے لئے بھی یہاں پر بہت سی معدنیات دستیاب ہیں،

کشمیر اور بلوچستان کے خشک تر میوہ جات پاکستان کی آبادی اور صحت اور خوشحالی میں بہت معاون ہو سکتے ہیں۔ کشمیر کی جڑی بوٹیوں سے بہت زیادہ مالی فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ (۲۱)

سرحد کا ریفرنڈم اور علامہ عثمانی: علامہ شبیر احمد عثمانی نے صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کے حوالے سے بہت زیادہ سرگرمی کا مظاہرہ کیا۔ صوبہ سرحد میں تحریک پاکستان، مسلم لیگ اور قائداعظم کو تقویت پہنچانے کے لئے ۲۹ جون ۱۹۴۷ کو آپ نے پشاور میں تاریخ ساز خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

صوبہ سرحد کے مسلمان اگر ہندوستان کے ساتھ شریک ہونے کی رائے دیتے تو پاکستان کا وجود ایک اپاہج وجود تھا اس لئے کانگریس اور مسلم لیگ کے لئے صوبہ سرحد کا ریفرنڈم ''زندگی اور موت'' کا مسئلہ تھا۔ قائداعظم نے صوبہ سرحد کا محاذ علامہ شبیر احمد عثمانی کے کاندھوں پر رکھا صوبہ سرحد کو پاکستان کے حق میں استوار کرنے کی درخواست کی۔ چنانچہ جون جیسے گرم وتیز موسم میں علامہ شبیر احمد عثمانی نے صوبہ سرحد کے علاقوں۔ پشاور، کوہاٹ، ہزارہ، ایبٹ آباد میں پرزور تقریریں کیں۔ اور مسلمانان سرحد کو یہ بات باور کرانے میں کامیاب ہوئے کہ اگر انھوں نے قیام پاکستان اور مسلم لیگ کے خلاف ووٹ دیا تو ان کی زندگی تباہی سے دوچار ہوگی جب کہ اس کے برعکس اگر انھوں نے مسلم لیگ اور پاکستان کا ساتھ دیا تو یہاں اسلامی حکومت قائم ہوگی اور قرآن وسنت کا قانون جاری کیا جائیگا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی کی مساعی جمیلہ نے بھرپور رنگ دکھایا اور صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کو کامیابی حاصل ہوگئی۔ (۲۲)

مجلس دستور ساز میں پاکستان میں آئینی خاکہ: پاکستان میں آئین سازی کی کوششوں کی تاریخ ۱۰ اگست ۱۹۴۷ سے شروع ہوتی ہے۔ (۲۳) پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس کراچی میں ہوا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی رکن دستور ساز اسمبلی میں واحد عالم دین تھے جو اس زمانہ میں جمہور عوام کی اسلامی آئین کے اجراء کے سلسلے میں ترجمانی کررہے تھے آپ نے اسلامی آئین کی تدوین کے لئے نہ صرف قانون کا بنیادی خاکہ تیار کرایا تھا بلکہ خود اپنی جماعت کے ساتھ قانون مدون بھی کرلیا تھا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نظام اسلامی کی وضاحت کرتے ہوئے مزید فرمایا ہیں۔

اگر دنیا کے سارے اسلامی ممالک اقتصادی نظام پر متحد ہو جائیں تو قدرتی طور پر وہ وحدت اسلامی

قائم ہو جائے گی جس کی ہم سب مدت سے آرزو رکھتے ہیں اور جو اشتراکیت اور سرمایہ پرستی دونوں کی روک تھام کے لئے مضبوط آہنی دیوار کا کام دے گی اور اس بات کی قوی امید کی جاسکتی ہے۔ دنیا میں بسنے والے تمام بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کا ضامن ہوگی۔

[illegible] مقاصد کی منظوری علامہ عثمانی کا عظیم کارنامہ: علامہ شبیر احمد عثمانی نے ۱۹ مارچ ۱۹۴۹ کو دستور ساز اسمبلی میں قرارداد مقاصد کی تائید وحمایت میں جو خطبہ پڑھا تھا وہ بڑا ادیبانہ اور عالمانہ تھا علامہ کی یہ تقریر نظام اسلام کے قیام کے سلسلے میں آخری اور بڑی بے نظیر کوشش تھی چنانچہ قرارداد مقاصد پر مجلس دستور ساز نے اپنے اپنے خیالات کے تحت بحث میں حصہ لیا۔ حزب اختلاف کے ہندو ممبران نے قدم قدم پر رکاوٹ ڈالی لیکن مجلس دستور ساز نے وزیراعظم پاکستان لیاقت خان کی پیش کردہ قرارداد مقاصد ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ کو منظور کرلی (۲۴)۔

بانی پاکستان نے پاکستان کی پرچم کشائی کا فریضہ آپ ہی کے ہاتھوں سرانجام دلایا۔ آپ نے تلاوت کلام پاک اور مختصر تقریر کے بعد آزاد پاکستان کا پرچم فضا میں لہرایا ۸ دسمبر ۱۹۴۹ کو آپ ریاست بہاول پور کے وزیر تعلیم کی درخواست پر جامعہ عباسیہ..... جامعہ اسلامیہ بہاول پور کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے بہاول پور تشریف لے گئے وہیں آپ کی طبیعت ناساز ہوگئی اور ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ کو آپ نے خالق حقیقی کا رختہ سفر طے کیا۔ آپ کی نماز جنازہ مولانا مفتی محمد شفیع نے پڑھائی اور آپ کو اسلامیہ کالج کراچی کے احاطہ میں سپرد خاک کیا گیا

حواشی

(۱) بیس بڑے مسلمان/ ارشد، عبدالرشید/ مکتبہ رشیدیہ/ لاہور/ ۱۹۶۹

(۲) تذکرہ سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی/ ....../ پشاور نوشہرہ/ ۲۰۰۶/ ص ۱۲

(۳) اکابر علماء دیوبند/ حافظ اکبر شاہ بخاری/ ادارہ اسلامیات/ لاہور/ ۱۹۹۸.....ص ۱۲۵

(۴) شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا/ سید قاسم محمود،/ الفیصل پبلیشر ز/ لاہور/ ۱۹۹۸/ ص ۱۰۴۷

(۵) شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا/ سید قاسم محمود،/ الفیصل پبلیشر ز/ لاہور/ ۱۹۹۸/ ص ۱۰۴۷

(۶) دارالعلوم دیوبند، عہد ساز شخصیت/ مولانا مجاہد الحسینی/ فیصل آباد/ ۲۰۰۴/ ص ۱۷۷

(۷) تجلیات عثمانی/ انوارالحسن شیرکوٹی/ لائل پور/ ۱۹۶۵/ ص ۱۷۷

(۸) جمعیت العلماء کیا ہے/ پروین روزینہ/ ادارہ ثقافت اسلامیہ/ اسلام آباد/ ۱۹۸۵/ ص ۱۱۸

(۹) جمعیت العلماء کیا ہے/ روین روزینہ/ ادارہ ثقافت اسلامیہ/ اسلام آباد/ ۱۹۸۵ء/ ص/ ۱۱

(۱۰) حیات شیخ الاسلام عثمانی/ ....../ ادارہ پاکستان شناسی/ لاہور/ ۲۰۰۳/ ص ۱۹۰

(۱۱) حیات شیخ الاسلام عثمانی/ ....../ ادارہ پاکستان شناسی/ لاہور/ ۲۰۰۳/ ص ۱۹۰

(۱۲) روزنامہ/ امروز/ کراچی/ ۱۵ دسمبر ۱۹۶۹/ ص ۷/ کالم نمبر ۱

(۱۳) روزنامہ احسان/ لاہور/ ۱۵ دسمبر ۱۹۶۹/ ص ۱/ کالم نمبر ۱

(۱۴) خطبات عثمانی/ پروفیسر انوارالحسن شیرکوٹی/ فیصل آباد/ ۱۹۹۰/ ص ۱۷

(۱۵) سید سلیمان ندوی/ المعارف د/ اعظم گڑھ/ اپریل ۱۹۵۰/ ص ۳۰۲

(۱۶) مولانا نصر اللہ خان/ اخبار تسنیم/ لاہور/ مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۶۹/ ص ۲/ کالم نمبر ۳

(۱۷) سید سلیمان ندوی/ المعارف/ اعظم گڑھ/ اپریل ۱۹۵۰/ صنمبر ۳۰۴

(۱۸) خطبات عثمانی/ انوارالحسن شیرکوٹی/ فیصل آباد/ ۱۹۹۰/ ص ۳۰

(۱۹) خطبات عثمانی/ انوارالحسن شیرکوٹی/ فیصل آباد/ ۱۹۹۰/ ص ۱۶۶

(۱۹) حیات عثمانی/ پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی/ مکتبہ دارلعلوم/ کورنگی/ کراچی/ ۱۹۹۵/ ص ۳۷۵

(۲۰) اکابرین تحریک پاکستان/ سید انور ابدالی/ مکتبہ ابدالی/ کراچی/ ۲۰۰۰/ ص ۱۱۷

(۲۱) حیات عثمانی/ انوارالحسن شیرکوٹی/ مکتبہ معارف دارلعلوم کورنگی/ کراچی/ ۱۹۹۵/ ص ۳۷۵

(۲۲) تجلیات عثمانی/ قاسمی، ابوالحمزہ/ دارلشعور/ لاہور/ ۲۰۰۱/ ص ۱۷۸

(۲۳) پاکستان کا حکومت وسیاست/ عبدالرزاق/ مکتبہ فریدی/ کراچی/ ۱۹۹۰ ص ۳۲۵

(۲۴) انوارالحسن شیرکوٹی/ تجلیات عثمانی/ فیصل آباد/ ۱۹۶۸/ ص ۷۸۸

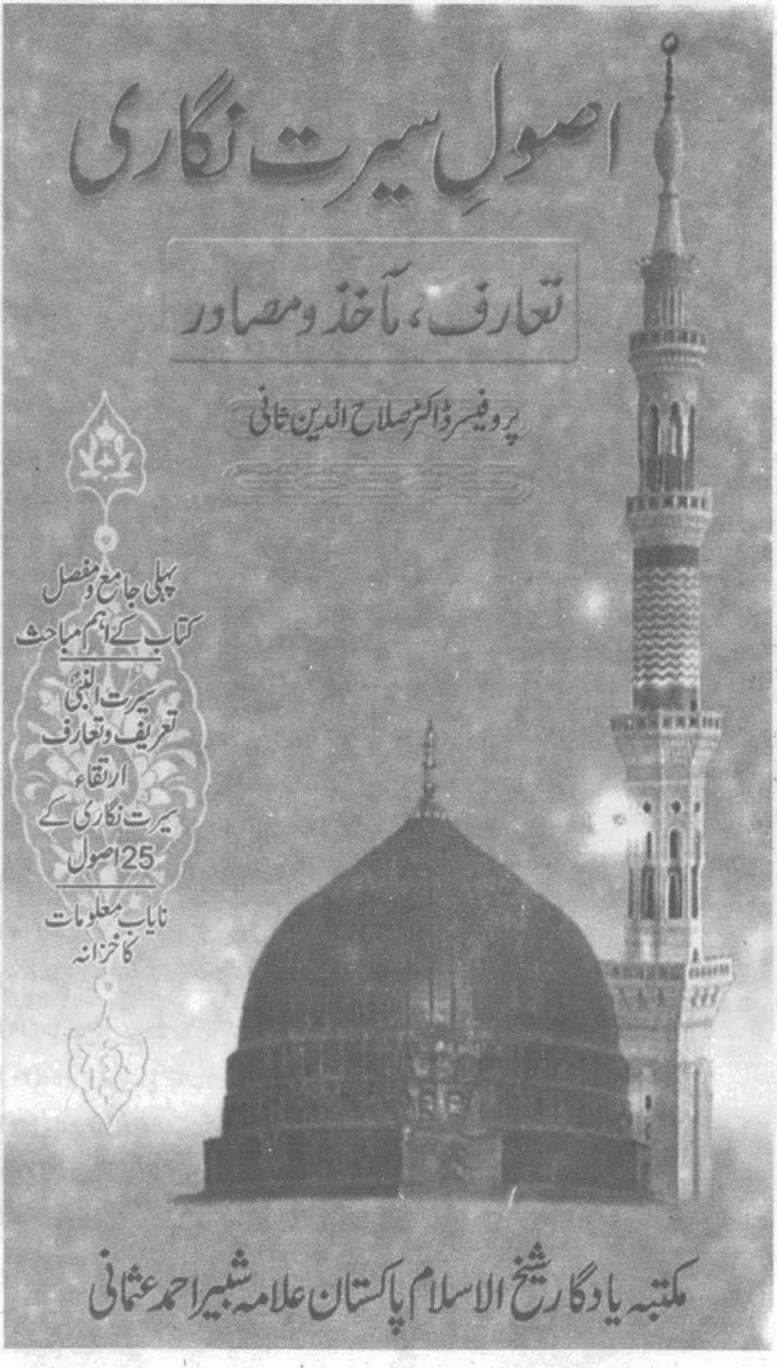

اصولِ سیرت نگاری

تعارف، مآخذ و مصادر

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

پہلی جامع و مفصل
کتاب کے اہم مباحث

سیرت النبیؐ
تعریف و تعارف
ارتقاء
سیرت نگاری کے
25 اصول

نایاب معلومات
کا خزانہ

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا علمی مقام

☆پروفیسر سید شعیب اختر

تاریخ پاکستان کا مطالعہ دنیا کے جس خطے میں بھی پڑھایا جائے گا اور جہاں کہیں قیام پاکستان کا تذکرہ ہوگا ان تذکروں میں علماء کے کردار اور خدمات کو بھی سراہا جائے گا علماء کرام نے تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کو کامیابی سے ہم کنار کرانے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ ان ہی علماء کرام میں ایک نام شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کا بھی ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی کو ہم تاریخ پاکستان میں قائد اعظم کے دست راست کے طور پر تصور کر سکتے ہیں۔

تاریخ پیدائش وخاندان: علامہ شبیر احمد عثمانی ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۵ھ بمطابق 1885 کو یوپی کے شہر بجنور میں پیدا ہوئے (۱) آپ کے والد کا نام مولانا فضل الرحمٰن عثمانی تھا (۲) مولانا فضل الرحمٰن عثمانی علامہ شبیر احمد عثمانی کی پیدائش کے وقت بجنور کے محکمہ تعلیم میں ڈپٹی مدارس کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ (۳) آپ کا اصل نام فضل اللہ تھا (۴) لیکن چونکہ آپ کی پیدائش ۱۰ محرم الحرام کو ہوئی تھی اس لئے آپ کے نام کو ''شبیر'' سے تعبیر کیا گیا اور یہی نام آگے چل کر مشہور ہوا۔ آپ کے دیگر بھائیوں نے بھی اپنے نام کو چار چاند لگایا جن میں سے چند کے نام یہ ہیں

مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی

مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی (۵)

علامہ عثمانی کے اساتذہ کرام: علامہ شبیر احمد عثمانی نے اپنے عہد کے جید علماء کرام سے درس لیا ہیں جن میں سے سرفہرست نام مولانا شیخ الحدیث اور اسیر مالٹا مولانا محمود حسن دیوبندی کا ہے اس کے علاوہ جن اساتذہ سے آپ نے مختلف مضامین کا درس لیا ان کے نام یہ ہیں؛

مولانا غلام رسول

مولانا حکیم محمد حسن

☆ ریسرچ اسکالر وفاقی اردو یونیورسٹی

مولانا محمد یٰسین شیر کوٹی (٦)
مولانا محمد سہول بھاگل پوری
مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری
مولانا حافظ محمد احمد (٧)

تعلیم سے فراغت :علامہ شبیر احمد عثمانی ۱۹۰۲ء میں دارلعلوم دیوبند میں طالب علم کی حیثیت سے داخل ہوئے اور ۱۹۰۹ء میں دارلعلوم سے سند فراغت لے کر فارغ ہوئے (٨)

تدریس کا آغاز: تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانی نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا اور مدرسہ فتح پور دہلی میں آپ کا تقرر بحیثیت صدر مدرس ہوا اس مدرسہ میں آپ نے ۱۹۱۰ء تک تدریس کے فرائض سرانجام دئے (٩)

علامہ عثمانی دارلعلوم دیوبند میں: ۱۹۱۰ میں علامہ شبیر احمد عثمانی کو دادرلعلوم دیوبند میں بلا لیا گیا اور ان کو حدیث کی مشہور کتاب صحیح مسلم کی تدریس پر مامور کیا گیا دارلعلوم دیوبند میں آپ نے ۱۹۲۸ء تک تدریسی فرائض سرانجام دئے (١٠)

دارلعلوم دیوبند سے علیحدگی: علامہ شبیر احمد عثمانی کے عہد میں مولانا انور شاہ کشمیری بھی تدریسی فرائض سرانجام دے رہے تھے جن سے کچھ اختلافات پیدا ہوگئے تھے جس پر آپ نے دارلعلوم دیوبند سے استعفیٰ دے دیا آپ کے ساتھ آپ کے بھائی عزیز الرحمٰن عثمانی نے بھی استعفیٰ دے دیا۔ (١١)

جامعہ ڈھابیل میں تدریسی ذمہ داریاں: مولانا سید انور شاہ کشمیری مدرسہ اسلامیہ ڈھابیل میں صدر مدرس مقرر ہوئے تو آپ نے علامہ شبیر احمد عثمانی کو بھی اپنے ساتھ شامل کرلیا جہال علامہ شبیر احمد عثمانی نے تدریس کا باقاعدہ طور پر سلسلہ شروع کیا۔ مولانا انور شاہ کشمیری کی وفادت ٢٩ مئی ۱۹۳۳ء کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانی کو مدرسہ ڈھابیل کا صدر مدرس مقرر کیا گیا دو سال کے قریب آپ جامعہ اسلامیہ ڈاھبیل کے صدر مدرس رہے۔

دارلعلوم دیوبند میں واپسی: علامہ شبیر احمد عثمانی مولانا اشرف علی تھانوی کے دادرلعلوم دیو بند آنے پر دیوبند کے مدرسہ کو واپس آگئے اور تدریسی ذمہ داریاں شروع کیں۔ (١٢)

دارلعلوم دیوبند میں مہتمم کے طور پر تقرر: علامہ شبیر احمد عثمانی کو دارلعلوم دیوبند کا مہتمم مقرر کیا گیا اور آپ اس منصب پر ۱۹۴۴ تک فائز رہے اور ساتھ میں اپنا تعلق جامعہ اسلامیہ ڈھابیل سے بھی برابر جوڑے رکھا۔

علامہ شبیر احمد عثمانی کا علمی مقام ......: علامہ شبیر احمد عثمانی علم وفضل کے وہ روشن آفتاب تھے جن پر تاریخ پاک وہند ہمیشہ ناز کرتا رہے گا۔ آپ کا شمار علماءدیوبند کے ممتاز ترین عالم دین میں ہوتا ہے علم وفضل کے آپ درشہوار تھے آپ جامع الکمالات...... تھے آپ کی ساری زندگی تبلیغ دین، اسلام کی اشاعت، مسلمانوں کی نجات، اور آخری عمر میں تحریک وقیام پاکستان کے لئے جدوجہد سے تعبیر ہے (۱۳)

تاریخ دارلعلوم دیوبند نامی کتاب کے مصنف سید محبوب رضوی اپنی کتاب میں بیان کرتے ہیں
علم وفضل، فہم وفراست، تدبر کے لحاظ سے علامہ شبیر احمد عثمانی کا شمار ہندوستان کے چند مخصوص علماء میں ہوتا تھا آپ زبان اور قلم دونوں کے بیک وقت ماہر تھے اردو کے بلند پایہ ادیب اور بڑی سحر انگیز خطابت کے مالک تھے فصاحت وبلاغت، عام فہم دلائل پر اثر تشبیہات انداز بیان کے لحاظ سے ان کی تحریر وتقریر دونوں منفرد نوعیت کی تھی علامہ شبیر احمد عثمانی حالاتِ حاضرہ پر گہری اور دوررس نگاہ درکھتے تھے۔ تحریک پاکستان کے دوران آپ کے پرزور خطابت اور تقریروں نے برصغیر کے مسلمانوں کی ذہنی وسیاسی بیداری میں مرکزی کردار ادا کیا۔ (۱۴)

علمی دنیا میں علامہ شبیر احمد عثمانی اپنی مثال آپ رکھتے ہیں آپ نے علمی جوا ہر کے وہ بے بہا موتی بکھیرے جن کی نظیر مشکل سے ملتی ہے علامہ عثمانی دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ اسلامیہ ڈابھیل میں صحیح مسلم کا درس دیا کرتے تھے صحیح مسلم سے آپ کو جنون کی حد تک لگاؤ اور دلچسپی تھی آپ نے فقہ حنفی کے نقطہ نظر سے صحیح مسلم کی شرح بنام "فتح الملہم" تحریر کی۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ آپ کی شرح مسلم کے حوالے بیان کرتے ہیں
صحیح مسلم کی شرح لکھنے کا خیال ان کو اپنی نوجوانی کے عہد سے تھا۔ صحیح بخاری کی شرح تو بدرلدین
عینی سلے تحریر کر کے احناف کی طرف سے حق ادا کر دیا تھا مگر صحیح مسلم کی کوئی شرح حنفی نقطہ
نذ لکھی گئی تھی اس لئے علامہ شبیر احمد عثمانی نے اس کو اپنے دست بازد سے آزمایا

حجاز مقدس میں آپ نے شاہ ابن عبدالعزیز سعود کے دربار میں ہندوستانی مسلمانوں خصوصاً جمعیت العلماء ہند کی نمائندگی کرتے ہوئے آپ نے موتمہ کے جلسے میں کھل کر اپنے موقف اور خیالات کی وکالت کی۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نے اس موقع پر خلاف توقع اپنے اکابر دیوبند کے نظریات پر شائستہ گفتگو کی اور سلطان کو اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب ہوئے (۱۶) علامہ شبیر احمد عثمانی کا شمار اپنے وقت کے ان چند علماء کرام میں ہوتا تھا جو کتاب اللہ کے حقائق و معارف پر بالغانہ فہم و فراست رکھتے تھے اور جنھیں شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز اور مولانا محمود حسن دیوبندی کے مبد قرآن دانی و قرآن فہمی پر مکمل دسترس اور عبور حاصل تھا۔ جن لوگوں نے تحریک پاکستان اور اس سے پہلے کی گئی آپ کی تقاریر سنی وہ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ علامہ شبیر عثمانی کی ذات اقدس میں علم و عرفان کا پورا سمندر موجود تھا۔ ان کے الفاظ ہزاروں معنی میں چھپے ہوتے ہیں۔

روزنامہ اخبار احسان کے ایڈیٹر ابوسعید بزمی علامہ شبیر احمد عثمانی کی وفات پر نکالے گئے ایڈیشن پر علامہ شبیر احمد عثمانی کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں

علامہ شبیر احمد عثمانی علماء کرام کے صف میں اپنی علمی فضیلت اور کردار کی بلندی کے اعتبار سے اتنا بلند مقام رکھتے ہیں کہ پاکستان تو درکنار دنیائے اسلام میں بھی آپ کے ہمعصر کا کوئی عالم دین نہیں تھا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی ذہانت، بلاغت، اور علمی بصیرت کے اعتبار سے علمائے کرام میں گل سر سید کی حیثیت رکھتے تھے علامہ شبیر احمد عثمانی کی ذات گرامی وہ ذات ہستی تھی جس نے عقل و دانش، علم و نور کی روشنی میں اسلام کے احکام کی مکمل وضاحت پیش کی۔ اور متحدہ ہندوستان کے کونے کونے سے باہمی طور پر آپ کو ''متکلم السلام'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ (۱۷)

علامہ شبیر احمد عثمانی اس دور میں عالم اسلام کی ان معزز ترین شخصیات میں سے تھے۔

جن کے علم و فضل اور دینی بصیرت کا کا بر دور اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ مطالعہ کی گہرائی غور و فکر کی طاقت، اور زبان و بیان پر دسترس میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانی کا علمی مقام کا رتبہ و مرتبہ اتنی بلندی پر ہے کہ جہاں تک پہنچنا ہر ایک کے اختیار میں نہیں ہے۔

حواشی

(۱) حیات عثمانی/ انوارالحسن شیرکوئی/ مکتبہ المعارف کورنگی/ کراچی/ ۱۹۹۵/ص ۱۳

(۲)......تحریک پاکستان/ زاھد حسین انجم/ مکتبہ امتیاز/ ۱۹۸۵/ کراچی/ص ۲۱۳

(۳) تحریک پاکستان یں علماء کا سیاسی کردارد/ ڈاد کٹرا......خان/ الحمد اکیڈمی/ ۱۹۸۵/ کراچی/ض ۲۱۳

(۴) اکابر علماء دیو بند/ حافظ اکبر شاہ بخاری/ ادارہ اسلامیات/ لاہور/ ۲۰۰۱/ کراچی/ص ۱۴۴

(۵) حیات عثمانی/ فیض انبالوی/ ادارہ پاکستان شناسی/ لاہور/ ۲۰۰۱/ص ۱۱۵

(۶) حیات احشام/ مولانا حافظ اکبر شاہ بخاری/ ادارہ اسلامیات/ لاہور/ ۲۰۰۱ ص ۱۵۰

(۷) حیات عثمانی/ پروفیسرادنوارالحسن شیرکوئی/ لائل پور/ ۱۹۶۷/ص ۱۱۷

(۸) تذکرہ وانخ/ مولانا......./ نوشہرہ/ جامعہ ابوہریرہ/ سرحد/ ۲۰۰/ص ۱۱۸

(۹) تحریک پاکستان اور علماء دیو بند/ حافظ اکبر شاہ بخاری/ ادارہ تالیفات اسلام/ ملتان/ ۱۹۸۵/ص ۲۷۱

(۱۰) شہیر تحریک پاکستان/ زاھد حسین انجم/ مکتبہ اعجاز/ لاہور/ ۱۹۸۸ ص ۱۱۴

(۱۱) جامعہ ڈابھیل/ مولانا احمد علی شاہ/ مکتبہ اسلامیات/ لاہور/ ۱۹۹۸/ص ۱۱۸

(۱۲) حیات عثمانی پرفیسر انوارالحسن شیرکوئی/ مکتبہ المعادرف/ کورنگی کراچی/ ۱۹۹۵/ص ۷۵

(۱۳) تصکرہ وسوادنح علامہ عثمانی/ مولانا....../ سیدابوہریرہ/ نوشہرہ/ سرحد/ ۲۰۰۰/ص ۱۱۸

(۱۴) تادفریخ دارلعلوم دیو بند/ سید محبوب رضوی/ مکتبہ بخاری/ کراچی/ ۲۰۰۴/ص ۱۱۳

(۱۵) علامہ سید سلیمان ندوی/ ماہنامہ المعرف/ اعظم گڑھ/ ۱۹۵۰ ص ۱۱۷

(۱۶) تذکرہ وسولنح علامہ شبیر احمد عثام نی/ عبدالقیوم حقانی/ جامعہ ابوہریرہ/ نوشہرہ/ پشاور/ ۲۰۰۶/ص ۲۷۰

(۱۷) روزنامہ احسان/ ابوسعید بزمی/ ۱۹۵۰/ لاہور/ص ۳/ کالم نمبر ۴

عربی زبان وادب نمبر

خصوصی شمارہ

ششماہی علوم اسلامیہ انٹرنیشنل

(اردو، عربی، انگریزی، سندھی)

کی اشاعت کا پروگرام ہے

اس حوالہ سے اگست ۲۰۰۶ء میں اساتذہ علوم اسلامیہ اور وفاقی اردو یونیورسٹی وشعبہ عربی کے تعاون سے ایک روزہ سیمینار کا انعقاد کیا گیا تھا۔ سیمینار میں پیش کردہ تحقیقی مقالات شائع کرنے کا پروگرام ہے دیگر اہل علم جو اس نمبر میں دلچسپی رکھتے ہوں فروری ۲۰۰۷ء تک مضامین ارسال فرمادیں مضامین ریسرچ کے اصولوں کے مطابق تحریر شدہ ہوں

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور قائداعظمؒ

☆تحقیق و تحریر: رضوان احمد

''علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب ایک بڑے خطیب اور مقرر تھے۔ عالمانہ استدلال کے ساتھ بڑے دلچسپ قصے اردو لطیفے بھی بیان کرتے تھے۔ جس سے اہل محفل کو بڑی دلچسپی ہوتی تھی۔ ظریفانہ فقرے اس طرح ادا کرتے تھے کہ خود نہیں ہنستے تھے دوسروں کو ہنسا دیتے تھے۔ ان کی تقریروں میں کافی دلائل بھی ہوتے تھے اور سیاسی علمی، تبلیغی، واعظانہ ہر قسم کے بیان پر ان کو قدرت حاصل تھی۔ ذہانت طباعی اور بدیہہ گوئی ان کی تقریروں میں نمایاں ہوتی تھی۔ اکبر الہ آبادی کے ظریفانہ اور فلسفیانہ اشعار ان کو بہت یاد تھے۔ وہ ان کو اپنی تقریروں میں عمدگی سے کھپاتے تھے۔''

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ان الفاظ میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو خراج تحسین پیش کیا تھا۔ یہ دونوں علمائے دین ہم عصر تھے۔ ۱۹۰۲ء میں ایک دوسرے سے واقفیت اور شناسائی شروع ہوئی جو آخری ایام تک باقی رہی۔ واقفیت کے آغاز کے وقت علامہ سید سلیمان ندوی ندوۃ العلماء لکھنو میں زیر تعلیم تھے اور علامہ شبیر احمد عثمانی دارالعلوم دیوبند میں زیر تعلیم تھے عجیب اتفاق ہے کہ دونوں الگ الگ درس گاہوں میں تعلیم حاصل کر کے ایک ہی مشن پر انتھک محنت کرتے رہے جب دنیائے فانی سے رحلت فرمائی تو آخری آرام گاہ بھی ایک ہی احاطہ میں ساتھ ساتھ پائی۔

علامہ شبیر احمد عثمانی ایک عظیم مفسر و محدث تھے۔ عظیم کردار کے مالک تھے۔ ان کے بڑے مقرر ہونے کا چرچا نہ صرف ان علاقوں میں تھا جہاں وہ دورے کرتے تھے بلکہ پورے براعظم ہند میں تھا ان کو اللہ تعالیٰ نے فن خطابت اور تحریر پر جو قدرت عطا فرمائی تھی وہ کم ہی لوگوں کے حصے میں آئی علامہ محترم کی تو یہ خوبیاں عموماً بیان کی جاتی ہیں اور ضبط تحریر میں بھی لائی جاتی ہیں۔ ان کی دینی خدمات بے شمار ہیں اور اس پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور لکھا بھی جائے گا کیونکہ ان کی زندگی پر کتابیں لکھنے کا مواد کم نہیں ہے۔ مولانا مرحوم کی سیاسی زندگی صاف ستھری اور مثل آئینہ ہے۔

جنگ آزادی کے رہنما شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا کو برطانوی سامراج نے اس وقت گرفتار کیا جب جنگ عظیم اول جاری تھی اور رہائی اختتام جنگ پر ہوئی۔ شیخ الہند حج بیت اللہ کے لئے گئے ہوئے تھے کہ برطانوی سامراج نے گرفتار کر کے مالٹا میں مقید کر دیا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی شیخ الہند کے پر اعتماد ساتھی تھے۔ بندے ماترم جو ایک ہندو مذہبی گیت ہے علامہ شبیر احمد عثمانی کو اس

کے چرچے اور شدت سے یہ اندازہ ہو گیا کہ کانگریس واقعی سوراج رام راج کی شکل میں حاصل کرنا چاہتی ہے یہ سوراج مسلمانان ہند کو آزادی دلانے کے بجائے ''شیوراج'' کے چنگل میں جکڑ لے گا۔ اسی زمانے میں مولانا حسرت موہانی نے گاندھی جی کے سوراج کو انگریزوں کے درجہ نو آبادیات کے مترادف قرار دیا اور فرمایا کہ۔

''سوراج یعنی درجہ نو آبادیات انگریزوں کے سائے میں رام راج ہوگا دراصل یہ چکی کے دو پاٹ ہوں گے درمیان پستا رہے گا۔ اس لئے مجھے یہ مبہم اصطلاح سوراج منظور نہیں ہے۔''

علامہ شبیر احمد عثمانی نے شیخ الہند محمود الحسن اسیر مالٹا کی رہنمائی میں جمعیت علمائے ہند کو کانگریسی چنگل سے نکالنے کی کوشش شروع کر دی۔ شیخ الہند جب مالٹا سے رہائی کے بعد ممبئی تشریف لائے تو اس وقت گاندھی جی کانگریس کے مکمل ڈکٹیٹر بن چکے تھے۔ کانگریس مکمل آزادی کا نعرہ لگانے سے کتراتی تھی اس کے بجائے اس نے ہندو راسٹر کو منظم کرنے کیلئے بندے ماترم کا نعرہ بلند کر رکھا تھا۔ شیخ الہند نے اس سمت پہلی کوشش کی علامہ شبیر احمد عثمانی کے ساتھ جمعیۃ العلمائے ہند کے ایک جلسہ میں شرکت فرمائی اور اپنا تاریخی صدارتی خطبہ علالت کی وجہ سے مولانا شبیر احمد عثمانی سے پڑھوایا اس اجتماع کے بعد زیادہ عرصہ شیخ الہند زندہ نہ رہے اور یوں وہ تحریک جو اسیر مالٹا کے دل میں تھی پوری نہ ہو سکی مگر پھر علامہ شبیر احمد عثمانی نے چند مقتدر علمائے دین کے ساتھ جمعیۃ العلماء اسلام کے پلیٹ فارم کو تقویت پہنچائی۔ مولانا آزاد سبحانی اور مولانا راغب وغیرہ نے جمعیۃ العلماء اسلام کی صدارت کے لئے علامہ شبیر احمد عثمانی کو بہ مشکل راضی کیا۔ کلکتہ میں اس کا اجلاس ہوا لیکن ناسازی طبع کی وجہ سے وہ خود کلکتہ نہ جا سکے۔ کہا جاتا ہے کہ مولانا متین خطیب کو صدراتی خطبہ پڑھنے کیلئے کلکتہ بھیجا۔ مسلم لیگ کے مشن کو اس ملی ادارہ کے تحت آگے بڑھایا اور پورے براعظم ہند کا طوفانی دورہ شروع کیا۔

۱۹۴۶ء کا زمانہ آیا کانگریس کا یہ چیلنج کہ مسلم لیگ مسلمانوں کا واحد نمائندہ ہونے کا ثبوت دے، اس کا اور کوئی طریقہ کار تو نہیں تھا سوائے یہ کہ انتخابات ہوں چنانچہ برطانوی سرکار نے تاریخی الیکشن کرانے کا اعلان کیا۔ اب وقت آ گیا تھا کہ مسلم لیگ الیکشن میں عظیم کامیابی حاصل کر کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہونے کا ثبوت فراہم کرے۔

صوبائی اور مرکزی دونوں اسمبلیوں کے لئے مسلم لیگ زیادہ سے زیادہ موزوں اور مناسب امیدوار کھڑے کرے۔ الیکشن اور ٹکٹ دینے کا نظام مرتب ہوا، صوبائی پارلیمانی بورڈ قائم ہوئے اور ان کے فیصلے سے مطمئن نہ ہونے کی صورت میں اپیل کیلئے مرکزی بورڈ کی تشکیل کی گئی جو مسلم لیگ

کے آئین کے تحت حتمی فیصلہ کا کلی اختیار رکھتا تھا۔

علامہ شبیر احمد عثمانی کو اب تک قائداعظم کا مکمل اعتماد حاصل ہو چکا تھا۔ انہوں نے اس الیکشن کی کامیابی کیلئے دورے کئے۔ اتفاق سے ایک امیدوار میرٹھ کے کسی حلقہ سے جناب رشید احمد کو یوپی پارلیمنٹری بورڈ سے مسلم لیگی امیدوار ہونے کیلئے ٹکٹ نہ مل سکا رشید احمد صاحب نے علامہ شبیر احمد سے قائداعظم کو ایک سفارشی خط لکھنے کی درخواست کی علامہ اس وقت پنجاب کے دورے اور لاہور کی کانفرنس سے واپس ہوئے تھے وہ ۳۱ جنوری ۴۶ء کو اپنے خط میں قائداعظم کو لکھتے ہیں۔

”یہاں آ کر معلوم ہوا کہ میرٹھ کے کسی حلقہ سے جناب شیخ رشید احمد یوپی پارلیمنٹری بورڈ کے انتخاب میں نہیں آئے۔ حالانکہ مجھے معلوم تھا کہ وہ غالباً بلا مقابلہ نامزد ہوں گے خاں صاحب کے حالات جناب پر مخفی نہیں ہیں وہ سرگرم کارکن باثر لیگ کے جان و مال سے حامی اور ہر دلعزیز ہیں۔ خدا جانے کہ کیا اسباب ہوئے جوان کو نامزد نہیں کیا گیا۔ صحیح اور معقول انتخابات ہی مسلم لیگ کو کامیاب بنا سکتے ہیں۔ میں جناب کی خدمت میں پرزور اور مخلصانہ سفارش کرتا ہوں کہ جو اپیل انہوں نے دائر کی ہے اسے منظور کیا جائے میری زبردست خواہش ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ اس صورت میں کامیابی کی پوری امید ہے۔ مجھے پوری توقع ہے کہ آپ میری اس سفارش کو مسترد نہ فرمائیں گے۔“

علامہ عثمانی کا یہ تاریخی غیر مطبوعہ خط شیخ الاسلام اور قائداعظم کے کردار کا ایک صاف ستھرا عکس پیش کرتا ہے اس خط کا جواب انگریزی میں قائداعظم نے روانہ کیا اس کی نقل اسی اصل خط کے ساتھ منسلک تھی۔ قائداعظم لکھتے ہیں۔

ڈیئر مولانا صاحب۔

”مجھے آپ کا خط مورخہ ۳۱ جنوری کو موصول ہوا اور اس کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ مسلم لیگ کے اصول و ضوابط کے مطابق نہ صرف یہ کہ مجھے کوئی اختیار نہیں ہے بلکہ میرے لئے یہ غیر مناسب ہوگا کہ مسلم لیگ نے جو ٹرائیونل مقرر کئے ہیں ان کے اختیارات میں مداخلت کی جائے۔ ہر صوبے میں آل انڈیا مسلم لیگ نے با اختیار اتھارٹی مقرر کی ہیں جنہیں ہر صوبے مسلم لیگ کی طرف سے امیدوار منتخب کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ اولاً صوبائی پارلیمانی بورڈ انتخاب کرتا ہے اور اگر کوئی امیدوار اس فیصلہ انتخاب سے غیر مطمئن ہو تو اسے یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ مرکزی پارلیمانی بورڈ کے سامنے اپیل دائر کرے جس کا فیصلہ آخری اور حتمی ہوگا۔ امید ہے اگر میں آپ سے یہ کہوں تو اس کی داد دیں گے اور قدردانی کریں گے کہ میرے لئے بہت غیر مناسب ہوگا جو

میں پارلیمانی بورڈ کے انتخابات کے معاملے میں اثر انداز ہوں۔ اسلئے میں معذرت خواہ ہوں میں اس معاملے میں مداخلت نہیں کرسکتا۔"

قائداعظم نے اصول کی بات کی آئین کا حوالہ دیا اور اس قابل احترام شخصیت جن کی قائداعظم بڑی عزت کرتے تھے۔ ان کی سفارش پر معذرت سے علامہ احمد عثمانی کے دل میں جو قدردانی قائد اعظم کیلئے تھی اس میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا کوئی اور ہوتا تو یہی عذر مسلم لیگ کی امداد سے ہاتھ کھینچ لینے کیلئے کافی تھا۔

علامہ شبیر احمد عثمانی نے مسلم لیگ اور قائداعظم کا ساتھ نہ تو جمعیتی بنیاد پر اور نہ ہی انفرادی حیثیت سے دیا تھا۔ انہوں نے تو ملت مسلمہ کا ساتھ دیا اور مسلمانان ہند کیلئے پاکستان کا قیام ایک ایسا نصب العین تھا جسے مسلمان زعماء اور علماء نے متعین کر رکھا تھا۔

قیام پاکستان سے قبل صوبہ سرحد میں تاریخی ریفرنڈم کا مرحلہ آیا صوبہ سرحد میں کانگریس کا راج ایک عرصے تک رہا۔ لیکن آخر میں کانگریس کی چالاکیاں منظر عام پر آنے لگیں۔ سادہ لوح اور مذہب سے شدید وابستہ سرحد کے عوام کو جب اصل حقیقت کا اندازہ ہوا تو وہ کانگریس سے بدظن ہونے لگے برطانوی حکومت نے جب اس موضوع پر استصواب رائے کرانے کا اعلان کیا کہ آیا صوبہ سرحد ہندوستان میں شامل ہوگا یا ہندوستان میں تو مسلم انڈیا کے اسلحہ خانہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طلبہ میدان عمل میں کود پڑے۔ علماء کے اعلیٰ سطح کی قیادت نے مولانا شبیر احمد کی سربراہی میں صوبہ سرحد کا طوفانی دورہ کیا۔ پیر صاحب مانکی شریف اور دوسرے زعماء بھی شامل تھے۔ صوبہ سرحد میں ۶ جولائی سے ۱۷ جولائی ۴۷ء تک استصواب رائے جاری رہا۔ (۲۸۷۴) خلاف اور ۲ لاکھ ۸۹ ہزار ۲ سو ۴۴ (۲۸۹۲۴۴) پاکستان کی تائید میں ووٹ ڈالے گئے۔ اس عظیم کامیابی میں علامہ شبیر احمد عثمانی کا بڑا ہاتھ تھا۔ اس عظیم شخصیت نے نہ صرف کانگریس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ علماء کے مدمقابل آنے سے بھی گریز نہ کیا جبکہ علماء کرام کا ایک بڑا طبقہ تحریک پاکستان کی شدید مخالفت کر رہا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد سب سے بڑا مسئلہ آئین سازی کا تھا۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کا سب سے بڑا کارنامہ قرارداد مقاصد کی دستور ساز اسمبلی میں منظوری تھا۔ علامہ نے ۹ مارچ ۱۹۴۹ء کو دستور ساز اسمبلی میں جو تاریخی کلمات کہے وہ آئندہ نسلوں کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔ قرارداد مقاصد کے عنوان سے جو تجویز آنریبل لیاقت علی خان نے دستور ساز اسمبلی میں پیش کی اس کی تائید علامہ شبیر احمد عثمانی نے یوں کی۔

''اگر غور کیا جائے تو یہ مبارک باد فی الحقیقت میری ذات کی طرف سے نہیں بلکہ اس پسی ہوئی اور کچلی ہوئی روح انسانیت کی جانب سے ہے جو خالص مادہ پرست طاقتوں کی حریفانہ حرص اور رقیبانہ ہوسنا کیوں کے میدان کارزار میں بڑی مدتوں سے کراہ رہی ہے۔ اس کے سنگ دل قاتل بھی گھبرا اٹھتے ہیں اور اپنی جارحانہ حرکات پر نادم ہو کر تھوڑی دیر کے لئے مداوہ تلاش کرنے لگتے ہیں۔ مگر پھر علاج اور دوا کی جستجو میں وہ اسلئے ناکام رہے ہیں کہ مرض کا جو اصل سبب ہے اسی کو دوا اور اکسیر شفاء سمجھ لیا جاتا ہے۔ یاد رکھئے دنیا اپنے خود ساختہ اصولوں کے جس جال میں پھنس چکی ہے اس سے نکلنے کیلئے جس قدر پھڑ پھڑائے گی اسی قدر جال کے حلقوں کی گرفت اور زیادہ سخت ہو جائے گی۔ وہ صحیح راستہ گم کر چکی ہے۔ جو راستہ اب اختیار کر رکھا ہے۔ اس پر جتنی زور سے بھاگے گی حقیقی فلاح کی منزل سے دور ہی ہوتی چلی جائے گی۔ اپنے نظام حیات کا درست اور کامیاب بنانے کیلئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہمارا انجن جس لائن پر اندھا دھن چلا جا رہا ہے اسے تبدیل کریں اور جس طرح بعض دفعہ لائن تبدیل کرتے وقت گاڑی کو کچھ پیچھے کی طرف ہٹانا پڑتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اگر ایک شخص کسی راستہ پر بے تحاشا دوڑ رہا ہے اور ہم دیکھیں کہ چند قدم آگے بڑھنے پر وہ کسی ہلاکت کے غار میں جا پڑے گا تو ہم خاموش نہیں رہ سکتے اسے ادھر سے پیچھے ہٹا کر صاف اور سیدھی شاہراہ پر ڈالنے کی کوشش کریں گے''

علامہ شبیر احمد عثمانی نے اپنے اس تاریخی خطبہ کو احکامات ربانی، ارشادات نبویؐ سے مزین کیا اور اس میں قائداعظم کے اقوال پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ حیات ہوتے تو یہی تجویز مقاصد پیش ہوتی۔ علامہ نے مزید فرمایا۔

''اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام میں دینی حکومت کے معنی پاپائیت یا کلیسائی حکومت کے نہیں ہیں پاکستان مادیت والحاد کے اندھیروں میں بھٹکی ہوئی دنیا کو روشنی کا مینارہ دکھانا چاہتا ہے۔ اسلامی سلطنت کا بلند ترین منتہائے خیال یہ ہے کہ سلطنت کی جغرافیائی، نسلی، لسانی، حرفتی اور طبقاتی قیود سے بالاتر ہو کر انسانیت اور ان کے اعلیٰ اصولوں پر ہو جس کی تشریح و ترویج کے لئے وہ قائم کی جاتی ہے۔ اسلامی حکومت پہلی حکومت ہے جس نے اس منتہائے خیال کو پورا کرنے کیلئے اپنی خلافت راشدہ کی بنیاد انسانیت پر رکھی۔ یہ حکومت اپنے کاموں میں رائے عامہ، مساوات، حقوق، آزادی، ضمیر اور سادگی کا امکانی حد تک خیال رکھتی ہے۔

(روزنامہ جنگ کراچی، جمعہ ۱۳ دسمبر ۱۹۸۵ء)

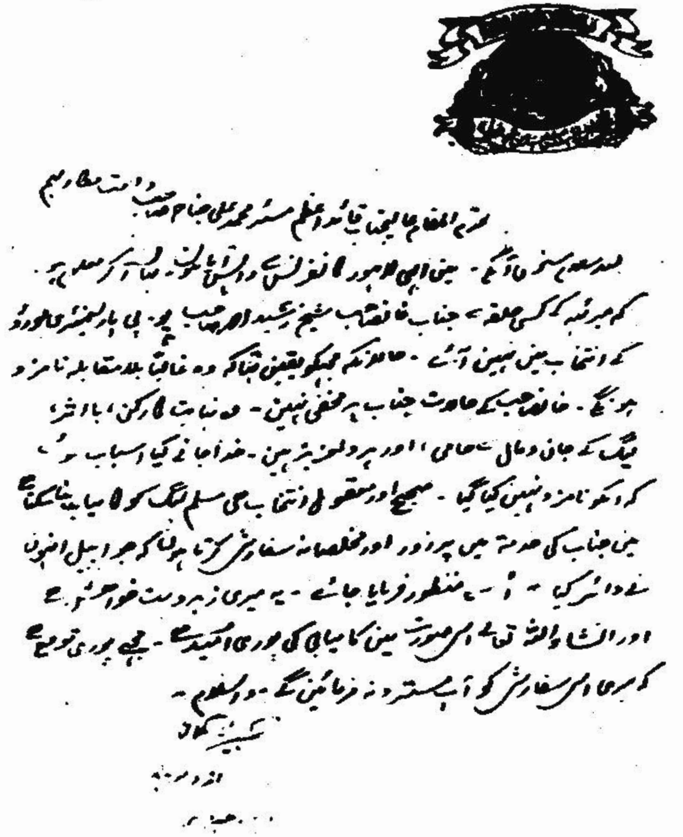

دامت معالیہم

محترم المقام عالیجناب قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح صاحب

بعد سلام مسنون التماس ۔ میں ابھی لاہور کانفرنس سے واپس پہنچا ہوں ۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ میرٹھ کے کسی حلقہ سے جناب حافظ صاحب شیخ رشید احمد صاحب یو ۔ پی پارلیمنٹری بورڈ کے انتخاب میں نہیں آئے ۔ حالانکہ مجھکو یقین تھا کہ وہ غالباً بلا مقابلہ نامزد ہوں گے ۔ حافظ صاحب کی خدمات جناب پر مخفی نہیں ۔ وہ نہایت کارکن ، با اثر ، لیگ کے جان و مال سے حامی ، اور ہر دلعزیز ہیں ۔ خدا جانے کیا اسباب ہوئے کہ ان کو نامزد نہیں کیا گیا ۔ صحیح اور معقول انتخاب ہی مسلم لیگ کو کامیاب بنا سکتا ہے ۔ میں جناب کی خدمت میں پرزور اور مخلصانہ سفارش کرتا ہوں کہ جو اپیل انہوں نے دائر کیا ہے وہ منظور فرمایا جائے ۔ یہ میری زبردست خواہش ہے ۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ اس صورت میں کامیابی کی پوری امید ہے ۔ مجھے پوری توقع ہے کہ میری اس سفارش کو آپ مسترد نہ فرمائیں گے ۔ والسلام ۔

شبیر احمد

از دیوبند

[illegible] جنوری

قائد اعظم کے نام علامہ شبیر احمد عثمانی کے خط کا عکس

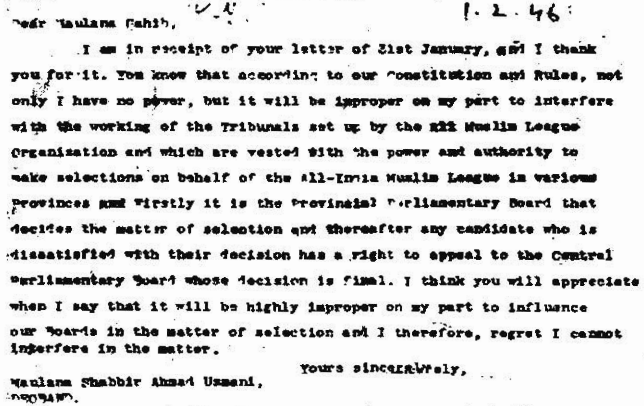

1.2.46

Dear Maulana Sahib,

I am in receipt of your letter of 21st January, and I thank you for it. You know that according to our Constitution and Rules, not only I have no power, but it will be improper on my part to interfere with the working of the Tribunals set up by the Muslim League Organization and which are vested with the power and authority to make selections on behalf of the All-India Muslim League in various Provinces and firstly it is the Provincial Parliamentary Board that decides the matter of selection and thereafter any candidate who is dissatisfied with their decision has a right to appeal to the Central Parliamentary Board whose decision is final. I think you will appreciate when I say that it will be highly improper on my part to influence our Boards in the matter of selection and I therefore, regret I cannot interfere in the matter.

Yours sincerely,

Maulana Shabbir Ahmad Usmani,
DEOBAND.

علامہ شبیر احمد عثمانی کے خط کے جواب میں قائد اعظم نے لکھا

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی قیام واستحکام پاکستان کی خدمات کا ایک جائزہ

☆. مولانا سعید احمد صدیقی

مفسر قرآن، شارح حدیث، فقیہ امت، عارف وعابد، زاہد ومدبر مفکر پاکستان حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی" کا شمار اُمتِ مسلمہ کے ان رہنماؤں میں ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل وعنایات سے نوازا اگر ان کے کمالات کو ایک جماعت پر تقسیم کر دیا جائے تو وہ سب کے سب مالا مال ہو جائیں آپ بیک وقت عالم جلیل بھی تھے، محدث بھی تھے، مفسر بھی، ایک عظیم مدرس بھی تھے اور مصنف بھی مفکر اسلام بھی تھے اور عظیم سیاسی قائد بھی۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۵ بمطابق 1885 کو یوپی کے شہر بجنور میں پیدا ہوئے (۱) آپ کے والد نے آپ کا نام فضل اللہ رکھا اس کے بعد شبیر احمد جو غالباً عشرہ محرم کی پیدائش کی مناسبت سے ہوگا یہی نام مشہور رہا (۲) آپ کے والد ماجد مولانا فضل الرحمٰن عثمانی اپنے زمانے کے مشہور ونامور عالم دین تھے اور ضلع بجنور میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے (۳) آپ نے سات سال کی عمر سے تعلیم کی ابتدا کی اور بیس سال کی عمر میں پہلی پوزیشن حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے آپ کے مشہور اساتذہ میں حافظ محمد عظیم، شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا غلام رسول، مولانا محمد یامین شیر کوٹی، مولانا سید مرتضی حسن چاندپوری اور مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ہیں (۴) آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت کثیر ہے جن میں مشہور یہ ہیں، مولانا سید مناظر احسن گیلانی، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا محمد یوسف بنوری اور مولانا مفتی عتیق الرحمان عثمانیؒ۔

علم وفضل کے اعتبار سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جامع الکمالات تھے ان کی ساری زندگی تبلیغ اسلام میں

☆ ایم فل اسلامیات، ریسرچ اسکالر وفاقی اردو یونیورسٹی

گزری، سید محبوب رضوی رقم طراز ہیں۔ ''علم وفضل، فہم وفراست تدبر اور اصابت رائے کے لحاظ سے علامہ عثمانی کا شمار ہندوستان کے چند مخصوص علماء میں ہوتا تھا۔ وہ زبان اور قلم دونوں کے یکساں شہسوار تھے اردو کے بلند پایہ ادیب اور بڑی سحر انگیز خطابت کے مالک تھے۔ فصاحت وبلاغت، عام فہم ودلائل پر اثر تشبیہات، انداز بیاں اور نکتہ آفرینی کے لحاظ سے انکی تحریر وتقریر یر دونوں منفرد تھی وہ حالات حاضرہ پر بڑی گہری، نفسیاتی نظر رکھتے تھے اس لئے ان کی تحریر وتقریر عوام وخواص دونوں میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔ عظیمالشان جلسوں میں ان کی فصیح وبلیغ عالمانہ تقریروں کی یاد آج بھی اہل ذوق کے دلوں مے موجود ہے حضرت شیخ الہند نے اپنی حیات کے آخری دنوں مین جامعہ ملیہ کی تاسیس کے وقت جو خطبہ دیا تھا اس کے لکھنے اور پڑھنے کا شرف مولانا عثمانی ہی کو حاصل ہوا تھا۔''(۵)

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی سیاستِ ملی : حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد دار العلوم دیوبند میں بڑی جماعتوں میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے ۱۹۰۷ء میں آپ نے جمعیت الانصار میں شرکت کی اور اس کے پلیٹ فارم کی سے ایسی عالمانہ اور فکر انگیز تقاریر کیں جس سے پورے ملک میں ممتاز عالم کی حیثیت سے مقبول ہو گئے جمعیت کا مقصد مسلمانوں میں مذہبی اور سیاسی بیداری پیدا کرنا تھا (۶) حضرت علامہ عثمانیؒ نے جمعیت الانصار کی تنظیم سازی میں کھل کر کام کیا اور مراد آباد کے اجلاس میں آپ نے ایک زبر دست تحقیقی مقالہ ''الاسلام'' کے نام سے پڑھا جس میں مذہب اسلام کی صداقت اور اس کے اصول پر عقلی حیثیت سے بھرپور بحث کی گئی تھی (۷) آپ کے اس عظیم تحقیقی مقالہ کے متعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا ''شبیر احمد عثمانی کے ہوتے ہوئے اب ہمیں کوئی فکر اور غم نہیں رہا'' (۸) پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی نے حکیم الاُمت کے اس جملے کے متعلق فرمایا'' یہی جملہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی عظمت اور کردار کی نمائندگی کرتا ہے (۹)

۱۹۱۱ء میں جنگ بلقان وطرابلس کا سانحہ رونما ہوا اس موقع پر آپ نے سیاست میں حصہ لینا شروع کیا اور کھل کر سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیا (۱۰) جنگ بلقان کے موقعہ پر آپ نے انجمن ھلال احمر کی تحریک میں نمایاں حصہ لیا اس موقع پر آپ نے مسلمانوں کی بڑی سیاسی خدمت کی۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جمعیت العلماء ہند سے ۱۹۱۹ء تا ۱۹۴۲ء وابستہ رہے لیکن بعد ازاں کچھ

ذاتی اختلافات کی بنیاد پر جمعیت العلمائے ہند سے علیحدگی اختیار کر لی ۱۹۴۵ء میں آپ نے مسلمانانِ ہند کی رہنمائی وضرورت کے پیش نظر دوبارہ سیاست میں آنے کا فیصلہ فرمایا اور تحریک پاکستان، مسلم لیگ، اور قائداعظم کا دست وبازو بننے کی غرض سے جمعیت العلماء اسلام نامی تنظیم کی تنظیم سازی کی (۱۱) جمعیت العلماء اسلام ۱۹۴۵ء میں قائم ہوئی جس کے پلیٹ فارم سے حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی قیادت میں نامور عالم دین حضرات نے قائداعظم اور تحریک پاکستان کو وہ توانائی فراہم کی جو تشکیل پاکستان کا سبب بنی (۱۲)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مسلم لیگ اور قائداعظم اور تحریک پاکستان کے لئے دن رات کام کیا عمر کے آخری حصے میں ہونے کے باوجود آپ نے مسلمانان ہند کی رہبری ورہنمائی کے لئے انتھک کام کیا اور تحریک پاکستان کو تقویت پہنچانے کے لئے ہندوستان کے مختلف علاقوں کا ہنگامی دورہ کیا اور تقریریں کیں جس کی وجہ سے عوام الناس کا ذہنی رجحان قیام پاکستان، قائداعظم اور مسلم لیگ کے ساتھ ہوگیا اور آخرکار قیام پاکستان عمل میں آیا تحریک پاکستان کو مذہبی تقدس بخشنے والی ذات علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تھی (۱۳)

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے قیام پاکستان کے سلسلے میں تحریک پاکستان کو جلا بخشنے کے لئے مختلف موقعوں پر لوگوں کی سیاسی اصلاح کے لئے پرمغز تقریریں کیں اور قائداعظم کی ہدایت پر صوبہ سرحد کے غیور عوام کو تحریک پاکستان کا ہم خیال بنانے کے لئے نامزد فرمایا آپ نے صوبہ سرحد کے ریفرینڈم کے لئے بھرپور طور پر کام کیا اور وہ علاقے جہاں کانگریس کے ہم خیال لوگوں کا غلبہ تھا آخرکار علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی مساعی جمیلہ سے مسلم لیگ اور قیام پاکستان کا حامی ہوگیا اور سرحد کے غیور عوام نے پاکستان کے ساتھ شمولیت کا واضح ثبوت فراہم کیا (۱۴)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے تحریک پاکستان کے حوالے سے ایک شاندار تقریر ''ہمارا پاکستان'' کے عنوان سے اہل پنجاب کے سامنے اسلامیہ کالج لاہور کے گراؤنڈ میں پیش کی جس میں پاکستان کے قیام، حقیقت، پاکستان کی معدنیات وجغرافیائی وسیاسی اہمیت پر بھرپور انداز میں وکالت کی (۱۵) حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا شماران علماء دین میں ہوتا ہے جن کے دل میں دین وملت کی خدمت کا جذبہ بے تحاشا تھا ان کے دل میں قوم کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور ان کا دل اپنے ا

ادنیٰ ترین خادموں کی محبت وشفقت سے معمور تھا (۱۶)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ۱۰ اگست ۱۹۴۷ء کو قائد اعظمؒ کی فرمائش پر اپنے آباؤ اجداد کے وطن کو خیر آباد کہہ کر کراچی تشریف لے آئے اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو قائد اعظم نے مغربی پاکستان میں پرچم کشائی کا تاریخی فریضہ آپ ہی کے ہاتھوں سرانجام دلوایا (۱۷) جب کہ مشرقی پاکستان میں یہ فریضہ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے سرانجام دے (۱۸)

ہم بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ برصغیر پاک و ہند میں ملت اسلامیہ کی جو تحریک شاہ ولی اللہؒ (۱۷۰۳ـ۱۷۶۳) سے اٹھی تھی (۱۹) آخر کار مختلف مراحل سے گذرتی ہوئی ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو اپنے منطقی انجام کو پہنچی (۲۰) تحریک آزادی کے سفر میں جو قافلہ اپنی منزل سے چلا تھا اس میں ہر مکتبہ فکر کے لوگوں نے اپنے خون جگر سے اسے آگے بڑھایا خواہ بزرگ ہوں یا نوجوان، خواتین ہوں یا نو عمر بچے، کسان ہوں یا سیاستداں، انجینئر ہوں یا ڈاکٹر، ادیب ہوں یا قلمکار، خواتین ہوں یا مرد سب ہی نے اپنے اپنے کردار کو احسن طور پر سرانجام دیا اور خصوصیت کے ساتھ آزادی کے اس سفر میں منزل تک رسائی حاصل کرنے میں علماء کرام کسی سے پیچھے نہیں رہے علماء دین خصوصاً دارالعلوم دیوبند کے اجل عالم دین مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے رفقاء علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، سید سلیمان ندوی، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا احتشام الحق تھانوی وغیرہ نے بھی قائد اعظم اور مسلم لیگ کے نظریات کی کھل کر حمایت کرتے ہوئے قیام پاکستان کا راستہ ہموار کیا (۲۱)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ قیام پاکستان کی تحریک میں مسلم لیگ اور قائد اعظم کے دست راست کے طور پر پیش پیش رہے اپنی ڈھلتی ہوئی عمر کے باوجود اسلامیانِ ہند کو تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے لئے سرگرم کیا آپ صرف ایک عالم، مفسر، محدث ومتکلم، ہی نہیں بلکہ ایک شعلہ بیاں مقرر اور تحریک پاکستان کے صف اول کے رہنماؤں میں شامل تھے پاکستان کا پرچم سب سے پہلے آپ ہی نے لہرایا (۲۲)

قیام پاکستان کے علامہ کی خدمات: قیام پاکستان کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس بات کی بڑی کوشش جاری رکھی کہ ملک کا نظام جلد از جلد خلافتِ راشدہ کے اسلامی آئین کے تحت

عمل میں لایا جائے اور زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام ہی کی حکمرانی ہو آپ کے سامنے سب سے اہم مسئلہ پاکستان کے دستور کی ترتیب وتشکیل کا مسئلہ تھا اس مقصد کے لئے آپ نے ہندوستان سے جید علماء کرام کو بلوایا جن میں علامہ سید سلیمان ندوی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی اور ڈاکٹر حمید اللہ وغیرہ شامل تھے ان حضرات نے شب وروز کی محنت کے بعد ایک دستوری خاکہ تیار کیا (۲۳) قیام پاکستان کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانی اپنی ذمہ داریاں زیادہ محسوس فرماتے اور آپ نے پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلام کا قلعہ بنانے کی غرض سے اپنی جدوجہد شروع فرمائی حالات زمانہ نے آپ کے راستے میں بے پناہ مشکلات حائل کیں لیکن آپ نے اپنی جدوجہد اور مقاصد کو جاری رکھا (۲۴) بالآخر آپکی اور آپ کے رفقاء کی روز وشب کی محنت شاقہ کے بعد ۱۲، مارچ ۱۹۴۹ء کو پاکستان کی آئین ساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد منظور کی جو پاکستان کے آئینی ارتقاء کی تاریخ میں ایک انتہائی اہم دستاویز اور آئین سازی میں بنیادی قدم ہے حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے قراردادِ مقاصد ۱۹۴۹ء کے موقع پر دستور ساز اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے پاکستان کے نظریاتی، آئینی اور اسلامی خدوخال کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا'' جو ریاست اپنے آئینی دائرہ میں ان پاک اور اہم ترین مقاصد کی بنیادوں پر قائم ہوگی وہ اللہ کی مدد اور ملتِ اسلامیہ کی عملی مواخات کی مدد سے ہر باطل کی سرکوبی کر سکے گی اور انشاء اللہ یہاں امن وانصاف اور خوشحالی کا علم بلند ہوگا (۲۵)

قراردادِ مقاصد کے چند نمایاں خدوخال: تمام اختیارات اور اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جمہوریت، آزادی، مساوات اور معاشرتی انصاف کے وہ سنہرے اصول جو اسلام نے پیش کئے ہیں نافذ کئے جائیں گے تاکہ لوگ اپنی زندگیوں کو اسلام کے اصولوں کے مطابق ڈھال سکیں اور خصوصیت کے ساتھ اسلامی تصورات کے نفاذ پر اسلئے اصرار کیا گیا کیوں کہ جدوجہد پاکستان کا مقصد ہی یہ تھا کہ برصغیر کے مسلم عوام کو ایک ایسی ریاست مل جائے جہاں وہ اپنے دین و مذہب کے مطابق زندگی بسر کرسکیں اس لئے یہ انتہائی ضروری تھا کہ اسلام کو حکومت اور ریاستی پالیسی کی بنیاد بنایا جائے۔

بلاتفریق مذھب وملت ونسل وغیرہ تمام باشندگان پاکستان کیلئے امن وانصاف قائم کرنا اور دوسری اقوام کو بھی اس مقصد کی دعوت دینا۔

جملہ معاہدات کا احترام کرنا جو کسی دوسری قوم یا مملکت سے کیئے گئے ہوں

تمام باشندگان پاکستان کی انفرادی صلاحیتوں کی کامل حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ان کے معاشی حالات میں مناسب اور معتدل توازن قائم کرنا کسی بھی فرد کو ضروریات زندگی سے محرم نہ ہونے دینا۔

قومی معاشرے کی بلند خیالی کے ساتھ ساتھ اور ستھرا بنانے کی ہر جائز کوشش کرنا۔

عوام کے لیئے سستے انصاف کا نظام قائم کرنا۔

خصوصیت کے ساتھ ربا، نشہ آور اشیاء، جواہر قسم کے معاشرتی فواحش کے سدباب کی امکانی کوشش کرنا۔

ان پاک اور بلند مقاصد کے لئے ایک ایک مسلمان کو بقدر ضرورت دینی وعسکری تربیت دے کر اسلام کا مجاہد اور پاکستان کا سپاہی بنا دینا(۲۶)

آپ نے ۹، مارچ ۱۹۴۹ء کو قرارداد مقاصد کے حق میں تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا" جناب صدر محترم! قراردادِ مقاصد کے اعتبار سے جو مقدس اور محتاط تجویز آنریبل مسٹر لیاقت علی خاں صاحب نے ایوانِ ھذا کے سامنے پیش کی ہے۔ میں نہ صرف اس کی تائید کرتا ہوں بلکہ آج بیسویں صدی میں ایسی چیز پیش کرنے پر موصوف کے عزم وہمت اور جرآت ایمانی کو مبارکباد دیتا ہوں اگر غور کیا جائے تو یہ مبارکباد فی الحقیقت میری ذات کی طرف سے نہیں بلکہ اس پسی ہوئی اور کچلی ہوئی روح انسانیت کی جانب سے ہے جو خالص مادہ پرستوں اور ان کی طاقتوں کی حریفانہ حرص وآزادورقیبانہ ہوس ناکیوں کے میدانِ کارزار میں مدتوں سے پڑی کراہ رہی ہے(۲۷)

ہم اختصار کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ محسن پاکستان کی حیثیت سے حکومتی سطح کے خصوصی پروگراموں میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا تذکرہ سرفہرست ہونا چاہئے تھا۔ لیکن اس درویش صفت انسان کو پاکستان کے رہنماؤں نے یکسر بھلا دیا ہے یہ اٹل حقیقت ہے کہ جو زمین کی آبیاری کرتا ہے فصلوں کی کٹائی کے وقت اس کا نام بڑے ذوق وشوق سے لیا جاتا ہے۔ شیخ الاسلام وہ عظیم

انسان تھے جنہوں نے پاکستان کا پودا لگا کر دن رات خون جگر سے اسکی آبیاری کی اور پھر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے انہوں نے اس باغ کے پھل نہیں کھائے۔

چمن کو اس لئے مالی نے خون سے سینچا تھا کہ اسکی اپنی نگاہیں بہار کو ترسیں

شیخ الاسلام پہلے برصغیر پاک وہند کے علماء حق کے دلوں میں زندہ تھے لیکن پھر وقت نے تاریخ کا یہ حیرت انگیز اور مسحور کن باب دیکھا کہ آج طلباء وطالبات کے علاوہ عوام الناس کے حلقوں میں بھی تفسیر عثمانی بڑے ذوق وشوق سے پڑھی جا رہی ہے۔(۲۸)

نام کے شبیر تھے اہل زباں کے واسطے وہ سراپا درد تھے ہر زخم جاں کے واسطے
آتش غم دل میں لیکن، گفتگو شبنم مثال وہ محبت ھی محبت تھے جہاں کے واسطے

حواشی وحوالہ جات

(۱) انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، سید قاسم محمود، کراچی، شاہکار بک فاؤنڈیشن ۲۰۰۰ء، ۹۵۶۔
(۲) محمد اکبر شاہ بخاری، تحریک پاکستان کے نامور مجاہد، ماہنامہ القاسمؒ خاص نمبر دسمبر ۲۰۰۵ نوشہرہ۔
(۳) شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، سید قاسم محمود، الفیصل، لاہور ۱۰۴۷۔
(۴) تاریخ دیوبند، سید محبوب رضوی، دارالاشاعت، کراچی ۲۰۰۱ء 115
(۵) سید محبوب رضوی، تاریخ دیوبند، محولہ سابقہ ۳15
(۶) انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، سید قاسم محمود محولہ سابقہ ۵۹۴
(۷) تالیفاتِ عثمانی، انوار الحسن شیر کوٹی، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۸۸ ص ۱۱۸
(۸) المعارف، اعظم گڑھ، سید سلیمان ندوی، اپریل ۱۹۵۰ ص ۱۷
(۹) خطبات عثمانی، پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی، لائل پور، ۱۹۶۷ ص ۱۶
(۱۰) انوار عثمانی، انوار الحسن شیر کوئی، لائل پور، ۱۹۶۷ ص ۱۷

(۱۱) قائداعظم کے سیاسی رفقاء، اقبال احمد صدیقی، ادارہ فکر شناس، کراچی ؁۱۹۸۷، ص ۲۱۷

(۱۲) تاریخ وتحریک پاکستان، پروفیسر عمر زبیری……… کراچی ؁۱۹۸۵

(۱۳) محمد اکبر شاہ بخاری، تحریک پاکستان کے نامور مجاہد، ماہنامہ القاسم، جنوری ۲۰۰۶، نوشہرہ، ص ۳۶۵

(۱۴) پاکستان کی نامور شخصیات، منشی عبدالرحمٰن، ادارہ اسلامیات، لاہور، ؁۱۹۷۵ ص ۱۱۵

(۱۵) ہمارا پاکستان، علامہ شبیر احمد عثمانی، ادارہ اسلامیات، لاہور ؁۱۹۵۲ء ص ۱۱۷

(۱۶) حیاتِ عثمانی، انوار الحسن شیرکوٹی، مکتبہ المعارف، کراچی، ؁۱۹۸۵ء ص ۱۱۱۰

(۱۷) تاریخ پاکستان کے بڑے لوگ، صلت خان، لاہور ؁۱۹۸۰ ص ۲۱۰

(۱۸) تاریخ پاکستان کے بڑے لوگ، صلت خان، لاہور ؁۱۹۸۰ ص ۲۱۰

(۱۹) تاریخ تحریک پاکستان، پروفیسر زبیری، مکتبہ عابک، کراچی ؁۱۹۹۵، ص ۱۲۵

(۲۰) تجلیات عثمانی، انوار الحسن شیرکوٹی لائل پور، ؁۱۹۶۷ء ص ۱۱۷

(۲۱) حیات عثمانی، فیض انبالوی، ادارہ پاکستان شناس، لاہور ؁۲۰۰۱ء ص ۱۱۷

(۲۲) سید عبدالصمد پیرزادہ، علامہ شبیر احمد عثمانی اور تحریک پاکستان سہ ماہی فکر ونظر جون ؁۱۹۸۹ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد ص ۱۱۷

(۲۳) محمد اکبر شاہ بخاری، شیخ الاسلام کے اوصاف وکمالات س، ماہنامہ القاسم، جنوری ۲۰۰۶، نوشہرہ ص ۲۴۰

(۲۴) انوار الحسن شیرکوٹی، حیاتِ عثمانی، مکتبہ المعارف، کراچی، ۱۹۸۰، ص ۲۱۱

(۲۵) انوار عثمانی، انوار الحسن شیرکوٹی، مکتبہ لائل پور، فیصل آباد ؁۱۹۸۱ ص ۱۱۵

(۲۶) پاکستان کی نامور شخصیات، منشی عبدالرحمٰن، ادارہ اسلامیات، لاہور، ؁۱۹۷۵ ص ۲۱۱

(۲۷) محمد اکبر شاہ بخاری، تحریک پاکستان کے نامور مجاہد، ماہنامہ القاسم، جنوری ۲۰۰۶، نوشہرہ

(۲۸) پروفیسر ریحانہ تبسم فاضلی، تحریک پاکستان میں علامہ عثمانی کی مساعی، ماہنامہ القاسم، جنوری ۲۰۰۶ نوشہرہ۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ حیات وخدمات

☆ پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مسلم لیگ میں شرکت ہی اس وجہ سے کی تھی کہ قائدین مسلم لیگ نے بار بار پاکستان میں اسلامی احکام کے اجراء اور نفاذ کے بارے میں بیان دیئے تھے۔ چنانچہ بچے بچے کی زبان پر یہ الفاظ تھے

پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ

جب پاکستان کو ہندوؤں اور انگریزوں نے تسلیم کرلیا اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ۳ جون کو اعلان کردیا کہ تو پنجاب لاہور کے بعض دین دار طبقے نے جس میں جمعیۃ العلمائے اسلام پنجاب کے اہل علم بھی تھے۔ علامہ عثمانی کو دیوبند خط لکھا اور یہاں لاہور میں ''مجلس العلماء'' انجمن کے انعقاد کی اطلاع دی اور اس کی صدارت کی منظوری علامہ سے چاہی علامہ عثمانی آل انڈیا جمعیت العلمائے اسلام کے تو پہلے ہی صدر تھے مجلس علماء پاکستان میں اسلامی آئین دستور سازی کے بارے میں غور وفکر کرنے کیلئے عمل میں لائی گئی تھی جس کے جنرل سیکریٹری شفیق صاحب صدیقی تھے علامہ عثمانی نے حسب ذیل خط لکھ کر جواب میں فرمایا۔

بیت الفضل دیوبند

مکرمی سلام مسنون!

عنایت نامہ ملا۔ احوال مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔ آپ کا یہ جذبہ قابل قدر ہے کہ آپ اور آپ کی ''مجلس علماء'' پاکستان کی تاسیس کے بعد ملک میں اسلامی آئین قائم کرنے کا عزم رکھتی ہے اور اس سلسلہ میں میرے تعاون کی آپ کو ضرورت اور میری قیادت کا آپ کو احساس ہے میں تصور امکان اس مبارک خیال میں آپ کے ساتھ ہر تعاون کے لئے تیار ہوں۔

اکابر مسلم لیگ کے وہ اعلانات جو گزشتہ الیکشن کے دوران پاکستان میں اسلامی اور قرآنی نظام قائم کرنے کے متعلق کئے گئے تھے میں انہیں خاص وعام مجالس تحریر وتقریر میں برابر دہراتا رہا ہوں۔ ۹ جون ۱۹۴۷ء آل انڈیا کونسل کے موقع پر ایک وفد کی معیت میں میری جو گفتگو اس سیاق میں جناح صاحب سے ہوئی جس میں موصوف نے ہم کو یقین دلایا تھا کہ پاکستانی دستور ساز اسمبلی کے قیام کے بعد کوئی کمیٹی علماء کی بنائی جائے گی جو مجوزہ دستور کی شرعی نقطہ نظر سے جانچ کرے گی۔

میں اس نظریہ آئین اسلامی کا دل سے حامی ہوں اور جس حد تک موقع ملے اپنی بساط کے موافق اس بارے میں سعی کرنا اپنا فرض مذہبی سمجھتا ہوں۔ چونکہ میرا انتخاب دستور ساز اسمبلی کے لئے بھی ہو چکا ہے۔ اس لئے میرا عزم صمیم ہے کہ وہاں پہنچ کر اپنی استعداد کی حد تک اس سلسلے میں پوری طرح آواز بلند کروں۔ خواہ کوئی پارٹی میرا ساتھ دے یا نہ دے اور آخری نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ یہ نہ صرف میرے ضمیر کی آواز ہوگی بلکہ مجھے یقین ہے کہ میں اس طرح کروڑوں مسلمانوں کے صحیح جذبات اور ان کے ایمانی تقاضوں کی سچی ترجمانی کروں گا اس لئے بعض علماء نے آئین ساز مجلس علماء کے نام سے ایک جماعت قائم کی ہے۔ اس کی شرکت میں نے منظور کر لی ہے۔ اور ان سے کہہ دیا ہے کہ اس سلسلے میں اپنی دعوت کا دائرہ تنگ نہ کریں بلکہ ہر قسم کے علماء اور دانشمند ماہرین کو جو اس کام سے دلچسپی رکھتے ہوں اور اس میں مدد کر سکتے ہوں دعوت دیں خواہ ان کا مسلک کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ شرط صرف اتنی ہے کہ اسلام کے اولین اثاثی اصول میں ان کو کوئی اختلاف نہ ہو۔ میں جانتا ہوں کہ باوجود ہمارے ہزاروں اختلافات کے اس نقطہ مرکزی پر ہم سب مجتمع ہو سکتے ہیں کہ نوع انسان کی دنیوی واخروی مصائب کا واحد علاج اس نظام حکومت کے قیام سے متصور ہے جو قرآن وسنت کے بتائے ہوئے فطری اصول اور تاریخ عالم کے درخشاں ترین عہد حکومت کی بہترین روایات پر قائم ہو۔ مذکورہ بالا جماعت جو لاہور میں قائم ہوئی ہے اس کا منشاء یہی ہے کہ بحث مباحثہ کے بعد سر دست چند جامع اور بنیادی اصول وحقائق ایسے چن لئے جائیں جو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے سامنے اچھے اسلوب کے ساتھ پیش کئے جا سکیں۔

والسلام

علامہ شبیر احمد عثمانی

اس مکتوب میں علامہ نے تمام مکتبہ ہائے محکمہ کے علماء کو بجز ایسے فرقوں کے علماء کے جن سے ہمارا اصولی اختلاف ہو اور جن کے اور ہمارے درمیان نہ پٹنے والی خلیج حائل ہے سب کو مجلس عمل میں شامل ہونے کا مشورہ دیا۔ مبادا ان حضرات کے اختلاف کے باعث ایک اعلیٰ مقصد سے پاکستان محروم نہ ہو جائے۔ جب پاکستان معرض وجود میں آنے کو تھا تو علامہ عثمانی کراچی تشریف لائے۔ کیونکہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان اسمبلی میں ماؤنٹ بیٹن کے چارج دینے پر ان تمام مرکزی اسمبلی کے ممبروں کو کراچی پہنچنا تھا اور اس سے پہلے کے اجلاسوں میں بھی شرکت کرنی تھی۔

علامہ متحدہ ہندوستان کی مرکزی اسمبلی کی سلہٹ کی طرف سے ممبر چنے گئے تھے لہٰذا آپ کا بھی آنا ضروری تھا چناچہ ۶ اگست ۱۹۷۴ء بمطابق ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ علامہ دستور ساز اسمبلی کے افتتاح اور دیگر جلسوں میں شرکت کیلئے صبح گیارہ بجے گاڑی سے دیوبند سے روانہ ہوئے اور مولانا عمادالدین صاحب جالندھر کے اسٹیشن پر گاڑی کے ڈبے میں علامہ سے ملے۔ دس منٹ کی مختصر گفتگو کے بعد گاڑی روانہ ہوئی۔ میں علامہ سے پوچھ بیٹھا کہ بھارت والوں نے ماؤنٹ بیٹن کو کیوں گورنر بنایا ہے۔ انہوں نے فرمایا ”یہ تو وہی جواب دیں گے تاہم ان کو اپنے بعض مقاصد کی تکمیل انگریز سے کرانی مقصود ہوگی۔“

مولانا محمد متین صاحب خطیب جنہوں نے شیخ عثمانی کے ساتھ رہ کر مسلم لیگ کیلئے بہت کچھ کیا وہ علامہ عثمانی کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ علامہ عثمانی نے مسلم لیگ اور نظریہ پاکستان کی حمایت میں بڑی بڑی کانفرنسوں میں صدارتیں کیں۔ مثلاً میرٹھ، کانپور، بمبئی، لاہور، مدراس، سہارنپور، بجنور، مظفر نگر دہلی وغیرہ میں تقریریں کیں اور ملک کا دورہ کیا میرٹھ کی کانفرنس میں نواب محمد اسمٰعیل، چودھری خلیق الزماں نے بڑی اعانت کی اور بیرسٹر محمد اشرف صاحب نے کانفرنس کے انتظامات کئے (غالباً یہی بیرسٹر ہیں جو علامہ عثمانی کے ساتھ مدفون ہیں اور موجودہ جمشید ٹاؤن ناظم عارف آجا کیا صاحب کے عزیز ہیں، چیف ایڈیٹر)۔ کانپور میں مولانا سعید الرحمٰن صاحب صدر جامعہ العلوم محلّہ شکار پور، کانپور کے رہبر مہتمم نے سہ روزہ کانفرنس کے انتظامات کئے اور علامہ نے صدارت کی۔ بمبئی کی کانفرنس کے انتظامات چندریگر صاحب، مسٹر عبدالقادر صاحب، عبدالعزیز صاحب ایڈووکیٹ اور مسٹر حسن اے شیخ نے کئے، اور صدارت علامہ عثمانی نے کی۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ شبیر احمد صاحب عثمانی جمعیۃ العلمائے اسلام کے وجود میں آنے اور مولانا عثمانی کے صدر ہونے پر ان کو مبارک باد دی۔ الحاصل جمعیۃ العلمائے اسلام کو کراچی میں پھر سے شروع کیا گیا، مولانا محمد متین میں لکھتے ہیں۔

''آبادکاری کے مسئلہ کی وجہ سے دوسال تک تنظیمی صورت میں جمعیۃ العلما کو کام کرنے کا موقع نہ مل سکا البتہ شیخ الاسلام مرحوم ذاتی طور پر اپنے رفقہ کی معیت میں کراچی میں بیٹھ کر کام کرتے رہے۔ اس وقت سب سے اہم مسئلہ پاکستان میں اسلامی دستور کا تھا۔ ابھی اسمبلی نے دستور سازی کا کام بھی شروع نہ کیا تھا کہ علامہ عثمانی صدر جمعیۃ کو یہ فکر ہوئی کہ جس قسم کے دستور کا ہم مطالبہ رکھتے ہیں اس کا کوئی خاکہ مرتب ہو جائے۔ تاکہ معین صورت میں ارکان اسمبلی سے اس کا مطالبہ کیا جائے اس کام کے لئے کراچی کے چند معزز مسلمانوں کی جماعت بنا کر آپ نے چند علماء کو ہندوستان سے آنے کی دعوت دی۔ جن میں حضرت سید سلیمان ندویؒ، مولانا مناظر احسن گیلانی، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اور ڈاکٹر حمید اللہ صاحب حیدرآبادی مشہور قانون داں تھے حضرت سید صاحب تو کسی عذر کے باعث نہ آسکے باقی اصحاب کراچی میں جمع ہوئے۔

مئی ۱۹۴۸ء سے جولائی ۱۹۴۸ء تک ان حضرات نے ایک رجحانی خاکہ اسلامی دستور کا مرتب فرما کر وزیر اعظم اور دوسرے ذمہ داران کو دے دیا اس کے بعد پورے ملک سے اسلامی دستور کا مطالبہ کیا اور اس کے بعد دستور ساز اسمبلی کے سامنے عوام کے مطالبات پیش کرنے کیلئے مختلف سفر کئے جن میں مشرقی پاکستان کے اضلاع ڈھاکہ، چاٹگام، سلہٹ، کرلا، میمن سنگھ وغیرہ کا دورہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

علامہ عثمانی یہ سب کاروائی اور قانون سازی کی جدوجہد اس لئے کر رہے تھے کہ وہ اس قانون کو پاکستان میں نافذ کرانا چاہتے تھے۔ اور پاکستان کو صحیح معنوں میں پاکستان بنا کر تمام ممالک اسلامیہ کو نمونہ پیش کر کے وہاں بھی اسلامی آئین کا نفاذ چاہتے تھے۔

جب فیصلہ ہوا کہ صوبہ سرحد میں ریفرنڈم اور استصواب رائے ہوگا کہ وہاں کے رہنے والے پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا ہندوستان میں تو علامہ عثمانی نے قانون اسلام کے نفاذ کا وعدہ لیا اور فرمایا کہ!

''ہم لوگوں کی تمام جدو جہد صرف اس لئے ہے کہ آپ کے وعدہ کے مطابق پاکستان کا نظام وقانون اسلامی ہوگا۔ اس وعدہ کی میں پھر تجدید چاہتا ہوں اس پر قائداعظم نے واضح الفاظ میں قائداعظم نے جواب دیا کہ مولانا یقیناً پاکستان میں اسلامی قانون رائج ہوگا۔ اور آپ صاحبان ہی اس مسئلے کو طے کریں گے۔' (تجلیات عثمانی۔۶۹۲)

پاکستانی قوم کا حافظہ کمزور ہے جس نے علامہ عثمانی کو فراموش کردیا ورنہ یہی ہستی تھی جس نے مسلم لیگ پاکستان کو تقدس اور مذہب کا رنگ بخش کر پاکستان کے نظریہ کو اسلامی قانون کے نفاذ کے خاطر شرکت کی تھی۔ مولانا نصراللہ خان صاحب ایڈیٹر ایشیا سابق تسنیم واخبار مدینہ لکھتے ہیں

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تحریک پاکستان کو مسلمانوں میں مقبول بنانے میں اور بھی کئی عناصر کارفرما تھے مگر اس تحریک کو مذہبی تقدس بخشنے والی ذات تنہا علامہ شبیر احمد عثمانی کی تھی۔ اگر وہ بھی ادھر نہ آجاتے تو عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا مشکل تھا کہ یہ تحریک مذہبی درجہ رکھتی ہے۔ اس مقصد کا اعتبار قائم کرنے کیلئے مولانا شبیر احمد عثمانی کی حمایت سب سے زیادہ کارآمد ثابت ہوئی''

اب سعید بزمی ایم اے مرحوم سابق ایڈیٹر اخبار احسان نے لکھا ہے۔

''جب کانگریس کے نام پر ہندو امپیریل ازم کے پھیلتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لئے علامہ عثمانی مسلم لیگ کے ہم نوا بنے تو عوامی اعتماد اور ہردالعزیزی کی جس راہ کو طے کرنے میں جن لیڈروں کو سالہا سال صحرانوردی کرنی پڑی اسے آپ نے چند ہفتوں میں طے فرمالیا''

آپ نے ان مبصرین کی آراء کی روشنی میں فیصلہ کیا علامہ عثمانی حقیقت میں پاکستان کے معمار ثانی تھے ان کے اعلانات اور تقریروں نیز تحریروں اور صدارتی خطبوں نے مسلم لیگ میں مذہبی روح اور دینی تقدس بھر دیا اور نظریہ پاکستان کے تعاون کیلئے قوم کو تیار کردیا اور تھوڑے ہی عرصے میں وہ کام کیا کہ مشرق سے مغرب اور ہندوستان کے شمال سے جنوب تک صور اسرافیل کی طرح قوم کو جگا کر رکھ دیا۔

جو شخص ابھی بیماری سے اٹھا تھا اس نے ہندوستان کے طول وعرض کے دورے کئے۔ تقریریں کیں۔ صدارتی خطبے پڑھے راتوں اور دنوں کو کام کیا اور صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کے لئے جو کچھ کیا مولانا متین صاحب سے پوچھئے وہ لکھتے ہیں۔

"سرزمین سرحد میں حضرت شیخ الاسلام نے باوجود اپنی علالت اور پیرانہ سالی کے ایک طویل دورہ ہزارہ، مردان، بنوں، کوہاٹ، مانسہرہ، پشاور، قبائلی علاقوں اور ایبٹ آباد وغیرہ کا کیا جس میں گرمی کی حدت کی باوجود بسا اوقات موٹر ریل اور دوسری سواریوں کے ذریعے سفر کرنا پڑتا تھا جس کی وجہ سے سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر پاکستان کے مسئلے دو قومی نظریہ سے اختلاف کو جس طرح عوام کے سامنے پیش کیا گیا تھا اور جس کی وجہ سے سرحد کے باشندے کانگریس کے جال میں پھنس کر رہ گئے تھے اس جال کے تار و پود بکھیرنے کے لئے شیخ الاسلام شبیر احمد جیسی عظیم الشان شخصیت کی ضرورت تھی ...... اس مہم میں آپ نے سرگرمی سے حصہ لیا۔ جس کی وجہ سے سرحد کی فضا بہتر ہوئی اور پاکستان کے حق میں عوام کے رجحانات تبدیل ہو گئے۔

الغرض یہ ساری جدوجہد اور کاوش اس لئے تھی کہ پاکستان میں اسلامی قانون کا نفاذ ہو۔

آئین سازی کی کوششوں کی تاریخ ۱۰ اگست ۱۹۴۷ء کی صبح سے شروع ہوتی ہے اس دن غیر منقسم ہندوستان کے آخری گورنر لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے حکم کے تحت نوشدہ دستوریہ پاکستان کا پہلا اجلاس کراچی میں ہوا۔ مسٹر لیاقت علی خان کی تحریک اور خواجہ ناظم الدین کی تائید پر دستوریہ کے ایک غیر مسلم رکن مسٹر جوگندر ناتھ منڈل اجلاس کے چیئر مین مقرر ہوئے دستوریہ کے ارکان میں قائد اعظم محمد علی جناح، مسٹر ایچ ایس سہروردی، لالہ بھیم سین سچر، مسٹر اے کے فضل الحق، خواجہ ناظم الدین، سردار عبدالرب نشتر اور نواب ممدوٹ وغیرہ ہستیاں شامل تھیں۔

علامہ عثمانی اس مجلس میں خاص طور سے شریک ہوئے تھے اور آپ نے ہی اس پہلے اجلاس کا افتتاح ان قرآنی آیات کی تلاوت سے کیا۔

"ترجمہ: اے اللہ ملک کے مالک تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے اور جس کو چاہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہے ذلت دیتا ہے۔ تیرے ہی ہاتھ میں خیر ہے بے شک تو ہر چیز پر قدرت والا ہے۔"

یہ آیات جو علامہ نے تلاوت کیں گویا برطانیہ سے ملک چھینا جا رہا تھا اور پاکستان کی قوم کو ملک دیا جا رہا تھا اور اس کو عزت دی جا رہی تھی تقریباً دو سال کے بعد یہ علاقہ مسلمانوں کو پھر ملا۔

دوسرے روز متفقہ طور پر قائد اعظم کو دستوریہ کا پہلا صدر منتخب کیا گیا۔ ۱۲ اگست ۱۹۴۷ء کو اسمبلی نے

مملکت کے شہریوں اور اقلیتوں کے بنیادی حقوق کے تعین کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی دو یوم بعد ۱۴ اگست ۱۹۴۷ کو یوم آزادی کے موقع پر لارڈ ماؤنٹ بیٹن بذریعہ طیارہ کراچی آئے۔ دستور یہ پاکستان سے خطاب کیا اور اس ملک کی حکومتی افق سے ہمیشہ کے لئے غائب ہو گئے۔

ہم گزشتہ سطور میں لکھ چکے ہیں کہ علامہ عثمانی برابر ذاتی طور پر اسلام کا خاکہ مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا مناظر احسن گیلانی، اور مرزا حمید اللہ بیگ صاحب حیدر آبادی کے ساتھ باہمی طور سے بنا چکے تھے اور بار بار حکومت کو پاکستان میں اسلامی آئین کے نفاذ کی تیاری کی دعوت دے رہے تھے۔ علامہ عثمانی نے ۱۹۴۸ء کے آخر اور ۱۹۴۹ء کے آغاز میں اس میں بڑی کوشش کی حکومت کی طرف سے بھی ایک کمیٹی بنائی گئی جو ایسا خاکہ تیار کرے جس کی بنیادوں پر آئین اور دستور کی تشکیل کی جائے۔ اس کمیٹی میں شیخ الاسلام علامہ عثمانی بھی شریک تھے۔

ہم جیسا کہ لکھ چکے ہیں کہ علامہ عثمانی نے قانون کا نہ صرف خاکہ تیار کر لیا تھا بلکہ خود اپنی جماعت کے ساتھ قانون مدون کر لیا تھا مجھ سے خود مولانا احتشام الحق تھانوی نے کہا وہ تمام کے تمام قانون دفاتر میرے پاس موجود ہیں ضرورت تھی کہ اس قانون کو حکومت کے سامنے پیش کر دیا جاتا اور اسی کو اسمبلی میں پاس کر دیا جاتا۔ بہر حال جہاں ایک طرف علامہ عثمانی اسلامی آئین کے نفاذ کے لئے بیتاب تھے قوم کا مطالبہ بھی ۱۹۴۸ء اور ۱۹۴۹ء میں بہت زوروں پر تھا۔ اخباروں تقریروں میں اس مطالبہ نے شدت اختیار کر لی تھی علامہ عثمانی نے اپنا ایک بیان اخباروں میں شائع کر دیا جس سے وہ تمام صورتحال سامنے آ گئی جس سے قانون سازی میں سستی اور بے پروائی ظہور میں آئی۔

(روزنامہ جنگ کراچی، جمعہ، دسمبر 13، 1991)

تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

☆محمد پوپلزئی

مولانا شبیر احمد عثمانی حصول پاکستان پر اصل مبادک باد آپ کو ہے کہ آپ کی ہی کوششوں سے یہ کامیابی ممکن ہوئی ہے یہ الفاظ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کے ہیں جو انہوں نے قیام پاکستان کے موقع پر مولانا شبیر احمد صاحب کو کہے۔ اس سے زیادہ خراج عقیدت اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس ایک جملے ہی میں پوری تاریخ پوشیدہ ہے اور علامہ شبیر عثمانیؒ کی تحریک پاکستان میں گرانقدر خدمات کا اعتراف ہے۔ تحریک پاکستان کی تاریخ کے مطالعے کے بعد یہ بات بلا مبالغہ کہی جا سکتی ہے کہ اگر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اس تحریک میں حصہ نہ لیتے تو قیام پاکستان کا خواب شرمندہ تعبیر ہونا ممکن نہ تھا۔ قیام پاکستان قائداعظم اور مولانا شبیر احمد عثمانی کی کوششوں کا ثمر ہے، جس کے لئے پوری قوم کو ان دو بزرگوں کے لئے مرہون منت ہونا چاہئے اور اپنے اس عظیم محسن کو خراج عقید پیش کرنا ہر پاکستانی مسلمان خصوصاً حکمرانوں کا فریضہ ہے اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو خراج عقیدت کا طریقہ یہ ہے کہ مولانا شبیر احمد نے جس مشن کیلئے پاکستان کے قیام کی تحریک میں قائداعظم اور مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا پاکستانی مسلمان انفرادی اور اجتماعی طور پر پاکستان میں اس مشن کی تکمیل کریں اور وہ ملک میں اسلامی دستور کا نفاذ ہے، خدا کرے پاکستان میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا یہ مشن پورا ہو جائے۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۵ھ بمطابق ۱۸۸۵ء میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ کے دین دار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ مولانا فضل الرحمٰن عثمانی حضرت مولانا نانوتویؒ کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کے قیام اور تعمیر میں شریک کار تھے اور انہوں نے اپنی زندگی کے بیالیس برس دارالعلوم کی خدمات سرانجام دیں۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کی تعلیم کا آغاز دیوبند میں ہوا اور قیام پاکستان تک آپ دیوبند ہی میں خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۳۱۱ء میں حافظ نامدار

صاحبؒ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے آپ کی تعلیم کا آغاز کیا۔ مولانا محمد یٰسین صاحب (والد ماجد مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ) سے فارسی تعلیم کی تکمیل کی۔ ۱۳۱۸ھ، ۱۹۰۰ء میں درس نظامی کی تعلیم کا آغاز کیا۔ ۱۳۲۵ھ، ۱۹۰۸ء میں تمام احادیث نبویہ ﷺ کی کتب پر عبور حاصل کر کے آپ نے سند فضیلت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ کرام میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ، مولانا غلام رسول صاحب سرحدی، حکیم محمد حسن صاحبؒ، مولانا محمد یٰسین شیر کوٹی وغیر شامل تھے لیکن آپ سب سے زیادہ حضرت مولانا محمود الحسن صاحب سے متاثر تھے اور اپنی زندگی کا آئیڈیل آپ نے حضرت شیخ الہند کو ہی بنایا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے چند ماہ دارالعلوم دیوبند ہی میں تدریس کا فریضہ انجام دیا۔ اسی دوران جامع مسجد فتحپور دہلی کے مدرسے میں صدر مدرس کیلئے ایک قابل اعتماد استاد کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ حضرت شیخ الہند اور دوسرے اساتذہ کے مشورے سے بحیثیت صدر مدرس فتح پور دہلی تشریف لے گئے۔ دہلی میں آپ کی تدریس، تقریر وتحریر کی بہت شہرت ہوئی۔ اسی زمانے میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے حکم پر آپ کے ایک شاگرد خاص حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے دہلی میں جمعیۃ الانصار قائم کی جس کا مقصد مسلمانان ہند میں مذہبی وسیاسی بیداری پیدا کرنا تھا۔ اس میں شیخ الہند محمود الحسنؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ محدث العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ جیسی اول العزم شخصیات شامل تھیں۔ اس جمعیۃ میں آپ کو ذہانت وذکاوت اور علمی مرتبہ کی وجہ سے شامل کیا گیا تھا۔ اس جماعت کا پہلا جلسہ جوہر آباد میں ہوا تھا تو حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے بزرگوں کے حکم سے اپنا مقالہ پیش کیا جس کی بہت زیادہ پزیرائی ہوئی۔ اگلے سال میرٹھ کے اجلاس میں آخرت کے عنوان سے مقالہ پیش کیا ان دنوں مقالوں نے آپ کی شہرت کی دھوم علمی حلقوں میں مچادی۔ اسی دوران دارالعلوم دیوبند کے بزرگوں نے یہ بات محسوس کی کہ حضرت شبیر احمد عثمانیؒ کی دارالعلوم دیوبند کو زیادہ ضرورت ہے۔ اس لئے آپ کو دارالعلوم دیوبند واپس بلایا گیا۔ آپ نے تمام زندگی دارالعلوم دیوبند کی تدریس کا معاوضہ نہیں لیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دارالعلوم دیوبند سے تدریس کا معاوضہ لے کر درسی خدمت میں کوتاہی کی جواب دہی رب العزت کے سامنے میرے لئے سخت دشوار ہے اس

لئے تنخواہ لینے کی ہمت نہیں ہوتی۔ اگرچہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی تمام علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے لیکن فن تفسیر اور فن حدیث میں آپ کو بہت زیادہ عبور حاصل تھا، استاذ محترم حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ رحلت کی وجہ سے اپنی تفسیر کی تکمیل نہیں فرما سکے تو حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو اساتذہ کرام نے حکم دیا کہ اپنے استاذ جلیل حضرت شیخ الہند کی تفسیر کی تکمیل کریں۔ آپ نے اس خوبی سے اس کی تکمیل فرمائی کہ استاد اور شاگرد کی تفسیر میں ذرا سا بھی فرق محسوس نہیں ہوتا یہ تفسیر عثمانی کے نام سے شائع ہو چکی ہے اور آپ کے اخلاص اور الہیات کی برکت سے اس تفسیر کو ایسی قبولیت عامہ حاصل ہوئی کہ آج مختصر تفاسیر میں سب سے زیادہ مستند اور با اعتماد تفسیر یہی تفسیر عثمانی ہے اور بڑا سے بڑا عالم بھی درس قرآن کیلئے اس تفسیر سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اکثر علماء کرام اسی سے مساجد میں درس دیتے ہیں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اس تفسیر کے سلسلے میں رقم طراز ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے علامہ زماں محقق دوراں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ زید مجدہم کو دنیائے اسلام کا درخشاں آفتاب بنایا۔ مولانا موصوف کی بے مثال ذکاوت، بے مثل تحریر، عجیب وغریب حافظہ اور کمالات علمیہ ایسے نہیں ہیں کہ کوئی منصف مزاج شخص اس میں تامل کر سکے۔ قدرت نے مولانا شبیر احمد عثمانی کی توجہ تکمیل فوائد و معلقات کی طرف سے منعطف فرما کر تمام عالم اسلام اور اہل اردو کیلئے عدیم النظیر حجت بالغہ قائم کر دی ہے۔ یقیناً مولانا نے بہت سی ضخیم ضخیم تفسیروں سے مستغنی کر کے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔

مشہور مذہبی مفکر علامہ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کے تصنیفی اور علمی کمال کا نمونہ اردو میں ان کے قرآنی حواشی ہیں جو حضرت شیخ الہند کے ترجمہ قرآن کے ساتھ شائع ہوئے ہیں ان حواشی سے مولانا مرحوم کی قرآن فہمی تفسیروں پر عبور اور عوام کے دلنشین کرنے کیلئے ان کی قوت تفہیم حد بیان سے بالا ہے۔

فن حدیث کا اس سے زیادہ اور کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دارالعلوم کے درس حدیث کے لئے آپ کا انتخاب فرمایا گیا۔ ڈابھیل میں آپ کو بخاری شریف کی تدریس کیلئے طلب کیا گیا۔ دارالعلوم کی مسند حدیث ایسی معمولی مسند نہیں ہے کہ جہاں پر ایرے غیرے کو بٹھایا جا سکے۔ اس وقت دنیا کے ماہر ترین افراد کا انتخاب اس مسند کے لئے کیا جاتا ہے۔ محدث العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری

جیسے نابغہ روزگار افراد کے ساتھ اس مسند حدیث پر درس دینا آپ کی اعلیٰ شان اور مہارت علمیہ کا بہت بڑا منہ بولتا ثبوت ہے۔ دوران تدریس آپ نے حدیث شریف کی دوسری بڑی مستند کتاب ''فتح الملہم'' کے نام سے جو شرح کی اس شرح نے ایک طرف اگر آپ کی شخصیت کو ایک محدث کی حیثیت سے متعارف کرایا تو دوسری طرف دارالعلوم دیوبند اور علماء برصغیر کے نام کو پوری دنیا میں روشن کیا۔ اس شرح کی وجہ سے عالم دنیا میں عموماً عالم عرب کے علمی حلقوں میں آپ کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس زمانے کی احادیث نبویہ ﷺ کے دو بڑے ماہرین اور محدثین حضرت انور شاہ کشمیریؒ اور حضرت علامہ کوثریؒ کا تبصرہ پیش خدمت ہے۔

محدث العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رقم طراز ہیں۔

یقیناً علامہ مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی اس زمانے کے محدث مفسر و متکلم ہیں اور احقر کے علم میں کوئی شخص اس کتاب (مسلم شریف) کی خدمت ان سے زیادہ بہتر اور برتر نہ کر سکا۔ اس کی خدمت (شرح) کی طرف متوجہ ہو کر انہوں نے اہل علم کی گردنوں پر احسان کیا ہے۔

علامہ کوثری نے تحریر فرمایا۔

اس فتح الملہم کے مولف، لائق و فائق اور حجت، مختلف علوم کے جامع زمانے میں محقق مفسر محدث فقیہ بارع، نقاد و غواص، بحر علم مولانا شبیر احمد عثمانی اہل حدیث اور مدیر دارالعلوم دیوبند تھے۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کو انہی اوصاف جلیلہ کی بنا پر جانشین حضرت قاسم نانوتویؒ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ مصنف ''علماء ہند کا شاندار ماضی'' حضرت مولانا محمد میاں صاحب نے آپ کو قاسم ثانی کہ کر اس اعزاز کی طرف اشارہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ

یہ تفسیر (تفسیر عثمانی) ایک ایسے متبحر عالم نے لکھی ہے جس کے متعلق مسلمانان ہند کا صحیح علم یہ ہے کہ فہم القرآن، غور و فکر اور سلاست کلام، دلچسپی تحریر، دلپذیری تقریر میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ یعنی شیخنا و استادنا مفسر اعظم، قاسم ثانی حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ شارح مسلم۔

درس و تدریس، تصنیف و تالیف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو فصاحت و بلاغت و خطابت کا جوہر خصوصی بھی عطا ہوا تھا۔ آپ کی تقریر اتنی دلنشین اور سحر انگیز ہوتی تھی کہ گھنٹوں آپ تقریر فرماتے اور سامعین آپ کی خطابت سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ ایسا کبھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ کی تقریر کے درمیان کوئی شخص اٹھ کر گیا ہو۔ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری مولانا ابو

الکلام آزاد مولانا محمد علی جوہر ڈاکٹر انصاری حکیم اجمل خاں صاحب، ڈاکٹر محمد اقبال، لیاقت علی خان، قائداعظم محمد علی جناح جیسے بلند پایہ خطیب و مقرر اور رہنمایان قوم آپ کی تقریر کا لوہا مانتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے قیام کا مقصد ہی برصغیر میں اسلامی تعلیمات کا احیاء اور لادین نظریات کا خاتمہ تھا اس لئے جدوجہد آزادی میں دارالعلوم دیوبند کا جو کردار ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔

خصوصاً حضرت شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ نے قیام دارالعلوم کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فلسفہ فکر کی ہندوستان میں ترویج کی اس میں ان کے تمام شاگردوں کا حصہ ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کے تمام شاگردوں نے درس وتدریس، تصنیف وتالیف کے ساتھ مسلمانوں کی ہر جدوجہد میں بھرپور کردار ادا کیا۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے تصنیف وتالیف کے ساتھ ہر سیاسی اور مذہبی تحریک میں صف اول کا کردار ادا کیا۔

آپ کی سیاسی زندگی کا آغاز حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کی قائم کردہ جماعت جمعیۃ الانصار میں شرکت سے ہوا۔ جمعیۃ الانصار کے پلیٹ فارم پر آپ نے بلقان اور طرابلس کے مسلمانوں کی مالی امداد کیلئے مختلف علاقوں کا دورہ کیا اور ہر ممکن امداد فراہم کی۔ آپ کے دور میں خلافت تحریک بھرپور انداز میں شروع ہوئی تو حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے اکابرین کی معیت میں اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ تحریک خلافت کے دوران ہی جمعیۃ العلمائے ہند کی بنیاد رکھی گئی جس میں ہندوستان کے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کی نمائندگی تھی۔ ہندوستان میں علماء کرام کی یہ واحد نمائندہ جماعت تھی اب تک ہندوستان کے سیاسی میدان میں علماء کرام کا کوئی علیحدہ پلیٹ فارم نہیں تھا۔ جمعیت علماء ہند کے قیام کا مقصد ایسا پلیٹ فارم قائم کرنا تھا جس میں علماء کرام بغیر کسی دباؤ کے اپنا ایک متفقہ لائحہ عمل طے کرسکیں۔ حضرت شبیر احمد عثمانیؒ کی اولوالعزم اور بلند مرتبہ شخصیت کے پیش نظر آپ کو جمعیۃ العلماء ہند کی ورکنگ کمیٹی اور مجلس منتظمہ کا رکن منتخب کیا گیا۔

مولانا شبیر احمد عثمانی نے جمعیۃ العلمائے ہند کے اس پلیٹ فارم سے پورے ہند کا دورہ کیا اور پورے ہندوستان میں جمعیۃ العلمائے ہند کی تنظیم کی۔ ۱۹۲۰ء میں دہلی میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کی زیر صدارت ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی نے ترک موالات پر جو خطبہ دیا وہ آج بھی ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کو اپنے شاگرد علامہ شبیر احمد عثمانی پر بہت زیادہ اعتماد تھا اسی لئے

جن جلسوں میں شیخ الہند کسی عذر یا ضعف کی وجہ سے شرکت نہیں فرما سکتے تھے اپنے جانشین اور نمائندہ کی حیثیت سے مولانا شبیر احمد عثمانی کو بھیجتے۔ حضرت مولانا نے کسی بھی مرحلے پر اپنے استاذ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی اور نمائندگی کا صحیح حق ادا کیا۔

اسی طرح جدو جہد آزادی کی پوری اس تحریک میں جس کا آغاز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے فرمایا تھا اور جس کی نشاۃ ثانیہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی حضرت ضامن شہیدؒ نے کی تھی اور جس کو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے جلا بخشی اس تحریک میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ہر مرحلے میں شرکت فرمائی۔

مسلم لیگ کے قیام کے بعد جب یہ تحریک دو نظریوں میں بٹ گئی لیگ کا نظریہ علیحدہ ملک کا قیام اور کانگریس کا نظریہ متحدہ ہندوستان کی آزادی تو اس وقت حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے بزرگ حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مشورے اور حکم سے مسلم لیگ کا ساتھ دینے کا فیصلہ فرمایا۔ اگرچہ مولانا شبیر احمد عثمانی کیلئے یہ فیصلہ کرنا خاصا مشکل تھا۔ جمعیۃ العلمائے ہند سے علیحدگی اور مسلم لیگ سے تعاون کا فیصلہ کوئی معمولی فیصلہ نہیں تھا۔ ایک طرف پورے ہندوستان کے علماء کرام، دوست احباب و اساتذہ اور دوسری طرف بالکل اجنبی ماحول لیکن عظیم مقصد کیلئے مولانا شبیر احمد عثمانی نے یہ عظیم قربانی گوارا کر لی استخاروں اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مشورے کے بعد مسلم لیگی زعماء سے ہر قسم کی یقین دہانیوں کے بعد مسلم لیگ سے تعاون کا فیصلہ فرمالیا مسلم لیگ اس وقت تک علماء کرام کی حمایت سے خالی تھی اس وجہ سے ہر جگہ سخت مشکلات کا سامنا تھا۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کی حمایت نے مسلم لیگ کیلئے علماء کرام کی حمایت کے دروازے کھول دیئے۔ حضرت مولانا ظفر اللہ احمد عثمانیؒ، مفتی محمد شفیعؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ اور مولانا اطہر علی پیر صاحب مانکی شریف وغیرہ نے آپ کی اقتداء میں مسلم لیگ کی حمایت شروع کر دی۔ نواب زادہ لیاقت علی خان اور دیگر مسلم لیگی رہنما ان علماء کرام کی حمایت کے بعد اپنے حلقوں میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ صوبہ سرحد مسلم لیگ کیلئے بہت سخت امتحان تھا۔ پورے سرحد میں کانگریس کا بہت زیادہ اثر تھا کانگریس نے مطالبہ کیا کہ چونکہ صوبہ سرحد میں کانگریس کی حکومت ہے اس لئے اس کو متحدہ ہندوستان میں شامل کیا جائے۔ یا ریفرنڈم

کرالیا جائے کہ وہ علیحدہ مملکت میں رہنا چاہتے ہیں یا کانگریس کے ساتھ متحدہ ہندوستان میں حکومت کی وجہ سے کانگریس کو بہت زیادہ توقعات تھیں وہ ریفرنڈم جیت لیں گے سرکاری ذرائع بھی ان کے قبضے میں تھے، مسلم لیگ کو بہت زیادہ فکر تھی اگر صوبہ سرحد میں کانگریس جیت جاتی تو یہ مسلم لیگ کی بہت بڑی شکست تھی کیونکہ صوبہ سرحد اکثریتی مسلم صوبہ تھا۔ قائداعظم اور لیاقت علی خان کو مشورہ دیا گیا کہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے صوبہ سرحد کا ایک دورہ کرلیا تو مسلم لیگ سرحد ریفرنڈم جیت سکتی ہے۔ سخت گرمی کا موسم اور مولانا عثمانی کی کبر سنی پر دو بہت بڑے مانع تھے اس لئے دورے کیلئے مشکلات تھیں، لیکن آپ نے تحریک پاکستان کو اپنی صحت پر فوقیت دی اور اس شدید گرمی میں صوبہ سرحد کا دورہ کر کے صوبے کی کایا پلٹ دی اور جب ریفرنڈم کا نتیجہ آیا تو کانگریس کے خواب خاک میں مل گئے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے یہ معرکہ جیت لیا۔ قیام پاکستان کے بعد آپ کی انہی خدمات جلیلہ کے نتیجے میں پاکستان کا پہلا پرچم لہرانے کا فریضہ آپ نے ہی انجام دیا۔ قیام پاکستان کے بعد آپ نے اپنی جدوجہد کا مرکز پاکستان میں اسلامی قانون کا نفاذ بنا لیا۔ دستور ساز اسمبلی اور باہر آپ کی ساری توجہ اسی پر تھی۔ اسی سلسلے میں آپ نے قرارداد مقاصد منظور کرائی، ملک کے مذہب کو اسلامی قرار دلوایا مگر افسوس ہے کہ آپ کی زندگی نے وفا نہیں کی اور آپ اپنی اسی خواہش کو لے کر دار آخرت کی طرف تشریف لے گئے۔ مولانا عبدالواجد نے آپ کی وفات پر کیا خوب خراج عقیدت پیش کیا۔

حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے بعد علامہ عثمانی کی ذات اب اپنے رنگ میں فرد رہ گئی تھی لیکن افسوس ہے کہ آج یہ بڑی نعمت بھی پاکستان وہندوستان سے اٹھ گئی۔ آپ اپنے وقت کے زبر دست متکلم نہایت خوش تقریر واعظ محدث ومفسر سب ہی کچھ تھے۔

(روزنامہ جنگ، جمعہ، دسمبر ۱۳، ۱۹۹۱ء)

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تصنیفی خدمات اور سوانحی مآخذ

☆ مسز بشریٰ بیگم

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ آسمان شریعتِ اسلامیہ کے درخشندہ آفتاب تھے، آپ ایک بہت بڑے محدث، جلیل القدر مفسر، عظیم المرتبہ متکلم، رفیع الشان فقیہ، بہترین مقرر، اعلیٰ درجے کے انشاء پرداز اور بلند پایہ سیاستدان تھے آپ کی ذات گرامی علم وعمل کا سرچشمہ تھی اور آپ کی تمام زندگی خدمتِ اسلام، خدمت مسلمین اور خدمت ملک وملت میں گزری، آپ کے قلم اور زبان سے شریعت کے اسرار آشکار ہوئے اور آپ کے کردار نے مسلمانوں میں زندگی کی روح دوڑادی۔

مجاہد اسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو ایسے وقت دنیا میں بھیجتا ہے جب امت میں کوئی خلل واقع ہو جاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ان ہی لوگوں میں سے ایک تھے حضرت علامہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے علامہ زماں، محقق دوراں اور دنیائے اسلام کا درخشندہ آفتاب بنایا ہے ان کی بے مثل تقریر، بے مثل ذکاوت، عجیب وغریب حافظہ، عجیب وغریب تبحر کمالاتِ عملیہ ایسے نمایاں اوصاف ہیں کہ کوئی منصف مزاج شخص انکار نہیں کرسکتا۔ (تجلیات عثمانیؒ)

حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ علامہ عثمانی اپنے وقت کے زبردست متکلم، نہایت خوش تقریر مقرر، محدث ومفسر اور محقق تھے حلقۂ علماء میں ایسا قادر الکلام مقرر اور ایسا بلیغ البیان خطیب شاید اب تک میسر نہ ہوا ہوگا جب آپ تقریر کے لئے کھڑے ہوتے تو یوں معلوم ہوتا کہ علم وکمال کا سمندر موجیں مار رہا ہے اور علم وعرفان کی سوتیں رہ رہ کر ابل رہی ہیں وہ تحریر و تقریر ۔/ میں اپنے وقت کے امام

☆ ایم اے، ایم فل، فاضل عربی

تھے۔ (انوار عثمانی)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ فرماتے ہیں کہ

''مولانا عثمانی اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، پاکباز محدث، بہترین مفسر اور خوش بیان مقرر تھے ان کی تقریر کے ایک ایک لفظ میں علم و عرفان کا سمندر موجزن تھا''۔

پیدائش، تعلیم اور وفات: ۱۰ر محرم ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۸ء میں مولانا فضل الرحمٰن عثمانی ڈپٹی انسپکٹر سرکاری مدارس کے گھر ضلع بجنور میں پیدا ہوئے سلسلہ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ علامہ عثمانی شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے۔

۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں دیوبند سے فارغ ہوئے دارالعلوم دیوبند میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے پھر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں اسی منصب پر فائز ہوئے۔ منگل ۱۳ر دسمبر ۱۹۴۹ء مطابق ۲۲ر صفر المظفر ۱۳۶۹ھ کی دوپہر دس بجے آپ کا انتقال ہوگیا۔

اسلامیہ کالج کراچی کے احاطہ میں جہاں یہ پروگرام منعقد ہو رہا ہے وہیں آپ دفن ہیں۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا قاری طیبؒ، مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ جیسے عظیم علماء شامل ہیں۔

سیاست: تحریک خلافت میں حصہ لیا ۱۹۱۹ء تا ۱۹۴۵ء جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کے رکن رہے۔ مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور قیام و استحکام پاکستان کے لئے جمعیت علماء اسلام تشکیل دی اور اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے، سرحد کو پاکستان میں شامل کرنے کے لئے پانچ سو علماء کی قیادت کرتے ہوئے صوبہ سرحد کا دورہ کیا اس دورہ سے مسلم لیگ کو سرحد کے ریفرنڈم میں کامیابی حاصل ہوئی آزادی کشمیر کے لئے کوششیں کیں۔ پاکستان کی قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے، اسی اسمبلی سے اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے دیگر اکابرین سے مل کر ''قرارداد مقاصد'' ۱۷ر مارچ ۱۹۴۹ء میں پاس کروائی۔ انہی خدمات کے اعتراف میں ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء افتتاح پاکستان کی تقریب میں قائداعظم محمد علی جناحؒ نے آپ کے دست مبارک سے پاکستان کا پرچم لہروایا۔ جب تک یہ پرچم لہراتا رہے گا علامہ عثمانیؒ کا نام

پائندہ وتابندہ رہے گا۔

خصوصی امتیاز : ☆ قائداعظم محمد علیؒ جناح سمیت ہر قائد نے انڈیا میں موجود پراپرٹی کے بدلہ پاکستان میں مکان و جائدادیں حاصل کیں جس کا انھیں حق بھی حاصل تھا آج بھی ہر لیڈر صاحب جائیداد ہے۔ لیکن علامہ نے سرکاری درخوست کے باوجود کوئی مکان یا جائیداد قبول نہیں کی، بلکہ فرمایا جب تک ایک ایک مہاجر کو مکان نہیں مل جاتا میں کوئی مکان قبول کرنے پر تیار نہیں۔

☆ اسی طرح کوئی سرکاری عہدہ بھی قبول نہیں کیا۔

☆ قائداعظم محمد علی جناحؒ کے چاہنے والے کروڑوں کی تعداد میں تھے اور ہر مسلک (شیعہ، بریلوی، اہل حدیث وغیرہ) کے پیروکار تھے لیکن آپ نے وصیت کی میری موت کے بعد میری لاش علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے حوالہ کردی جائے لیاقت علی خاں مرحوم نے انتقال کے بعد یہ وصیت علامہ عثمانیؒ کے حوالہ کی یہی وجہ ہے علامہ نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور اس موقع پر تاریخی خطبہ دیا۔

تصنیفات: ذیل میں آپ کی تصنیفات ومقالات کا اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے۔

تفسیر عثمانی: علامہ کے مایہ ناز تفسیری فوائد ہیں جو حضرت شیخ الہندؒ کے اردو ترجمہ قرآن پر لکھے گئے ہیں، اس تفسیر کی ہندو پاکستان اور بیرون ہند میں جس قدر شہرت ہوئی اس سے زیادہ اور نہ کسی تفسیر کی ہوئی اور نہ اور کسی کے فوائد کی اتنی قدر ہوئی۔ بہت سے ایڈیشن چھپے اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگئے۔ سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات سے لاکھوں کی تعداد میں شایع ہوچکی ہے۔

فتح الملہم شرح صحیح مسلم: یہ صحیح مسلم کی شرح ہے جو متعدد جلدوں میں ہے، نہایت محققانہ، نہایت مبصرانہ، نہایت عالمانہ ہے۔ دنیائے اسلام بالخصوص علماء کے لئے علم حدیث کا زبردست شاہکار ہے، مزید تفصیلات تجلیاتِ عثمانی میں ملاحظہ فرمائے۔

شرح اردو بخاری شریف: ایک اور بڑا کارنامہ آپ کا بخاری شریف پر درس کے سلسلے میں بخاری شریف کی وہ اردو کی شرح ہے جو مضامین کے اعتبار سے علم حدیث کا سمندر ہے خطاب اور دیگر مضامین کی تفصیلات بھی تجلیات میں موجود ہیں، اگر اس تحریری کام کا جائزہ

لیا جائے تو یہ بھی بڑی خدمت ہے جو قلمی طور پر آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی کی ہے۔

الاسلام: یہ رسالہ ۱۳۲۸ھ بمطابق اپریل ۱۹۱۱ء میں لکھا گیا جس کو آپ نے مراد آباد کے مؤتمر الانصار میں پڑھ کر سنایا۔

العقل والنقل: تہذیب الاخلاق کے علی گڑھ کے پرچے جس قسم کے عقلی اور فلسفی مضامین کے ذریعہ اسلام کے صاف اور سچے معجزات وغیرہ کے خلاف جراثیم پھیلا رہے تھے علامہ نے العقل والنقل لکھ کر اثباتی رنگ میں یہ ثابت کیا ہے کہ عقل صحیح اور نقل صحیح میں کبھی مخالفت نہیں ہوسکتی۔

اعجاز القرآن: یہ مقالہ دراصل دارالعلوم دیوبند میں ان تقریروں کی تحریری شکل ہے جو علامہ نے طلباء کے سامنے کی تھیں، ایسے عنوانات پر تقریریں فرمایا کرتے تھے جو اسلام کے اہم اور نازک مسائل سمجھے جاتے ہیں انہیں مسائل میں یہ بھی مسئلہ نہایت اہم ہے کہ قرآن کریم خدا کا کلام کیونکر ہے، علامہ موصوف نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم خدا کا ہی کلام ہے۔

الشہاب: نعمت اللہ قادیانی کو جب ۳۱ راگست ۱۹۲۴ء کو کابل میں شاہ امان اللہ کے حکم سے سنگسار کیا گیا تو قادیانیوں کی طرف سے بہت شور مچایا گیا کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل نہیں، آپ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے، یہ رسالہ چھپوا کر شاہ امان اللہ کے پاس بھیجا گیا تھا۔

حجاب شرعی: پردہ نسواں پر علامہ کا یہ نہایت بصیرت افروز رسالہ ہے یہ اس وقت لکھا گیا تھا جب شاہ امان اللہ اپنی بیگم ثریا کے ساتھ یورپ کی سیر کو گئے تھے اور ملکہ ثریا کے بارے میں یہ افواہیں گرم ہوئیں کہ انھوں نے شرعی پردہ کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور بالآخر یہ پروپیگنڈہ ان کو معزول کر کے رہا، علامہ نے دلائل شرعیہ اور مصلحت عامہ کے ضمن میں پردہ شرعی پر روشنی ڈالی ہے۔

الدار الآخرۃ: یہ زبردست مقالہ علامہ عثمانیؒ نے جمعیۃ الانصار کے دوسرے سالانہ اجلاس میں جو میرٹھ میں منعقد ہوا تھا پڑھ کر سنایا۔ علامہ کی یہ زبردست تقریر فلسفیانہ رنگ میں عقیدہ آخرت کے اثبات میں ہے۔

سجود الشمس: حدیث میں ہے کہ سورج شام کو جب غروب ہوتا ہے تو عرش کے نیچے جا کر سر بسجود ہوتا ہے اور بارگاہِ خداوندی میں طلوع سے پہلے عرض کرتا ہے کہ میں اب کہاں سے طلوع ہوں حکم ہوتا ہے کہ مشرق سے تا آنکہ ایک وقت آئے گا کہ اس کو مغرب سے طلوع ہونے کا حکم ہوگا۔ علامہ کا یہ رسالہ اسی موضوع پر محققانہ انداز میں ہے۔

خوارق عادت: یہ رسالہ علامہ کے علم جدید و قدیم کی وسعتوں کا آئینہ دار ہے جس میں معجزات و کرامات اور قانونِ قدرت کے باہمی تعلق پر عقلی و نقلی حیثیت سے ایک جدید طرز میں تبصرہ کیا گیا ہے۔

سیاسی مکاتیب، خطبات و بیانات: علامہ عثمانیؒ کو سیاسیات میں گہرا ادراک اور وسیع بصیرت حاصل تھی، ان کے خطباتِ صدارت جو سیاسی جلسوں میں پڑھے گئے وہ آج تک سیاسی پلیٹ فارموں سے گونج رہے ہیں، چند خطبات، بیانات اور مکالمات یہ ہیں:

۱۔ ترکِ موالات، ۲۔ جمعیت العلمائے اسلام کلکتہ، ۲۔ مراسلاتِ سیاسیہ، ۴۔ مکالمۃ الصدرین، ۵۔ خطبہ صدارت مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ، ۶۔ ہمارا پاکستان، ۷۔ خطبۂ صدارت جمعیت علماء الاسلام کانفرنس لاہور، ۸۔ خطبہ صدارت ڈھاکہ، ۹۔ قراردادِ مقاصد کی تائید

خطباتِ عثمانی: یہ علامہ کے سیاسی خطبات ہیں جو پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی نے مرتب کیے ہیں۔

مکتوباتِ عثمانیؒ: یہ مکاتیب بھی پروفیسر شیرکوٹی نے مرتب کر کے شائع کرائے ہیں۔ آپ کے مزید مقالات یہ ہیں: معارف القرآن (۱۳۳۱ھ)، ہدیۂ سنیہ (۱۹۱۸ء)، قرآن کریم میں تکرار کیوں ہے (۱۳۲۸ھ رمضان)، تحفۂ خطبہ جمعہ (۱۹۱۴ء)، سینما بینی، لطائف الحدیث (۱۹۱۵ء)، تشریح واقعہ دیوبند (۱۳۳۳ھ رمضان)، خوارق عادات (معجزات) ۱۹۲۷ء، الروح فی القرآن۔ خطبات ترک موالات ۱۹۲۰ء، مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ ۱۹۴۵ء، جمعیۃ العلماء اسلام کانفرنس لاہور ۱۹۴۶ء خطبہ صدر ڈھاکہ ۱۹۴۹ء، تقریر قراردادِ مقاصد ۱۹۴۹ء، اور مراسلات سیاسیہ ۱۹۴۵ء، مکالمۃ الصدرین ۱۹۴۵ء، پیغام مؤتمر کل ہند کلکتہ۔

سوانحی مآخذ

۱۔ پاکستان مسلم لیگ کا دورِ حکومت	صدر محمود، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء
۲۔ تاریخ دیوبند	سید محبوب رضوی، مطبوعہ دیوبند ۱۹۷۲ء
۳۔ تاریخ دارالعلوم دیوبند	سید محبوب رضوی، مطبوعہ دہلی ۱۹۷۸ء
۴۔ جمعیۃ العلماء کیا ہے؟	مولانا سید محمد میاں، مطبوعہ لاہور
۵۔ حصولِ پاکستان	احمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء
۶۔ حیاتِ سلیمان	مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی، مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۳۷ء
۷۔ حیاتِ عثمانیؒ و تجلیاتِ عثمانیؒ	پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۵ء
۸۔ سوانح حیات مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی	مولانا قاضی محمد اسلم سیت، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء
۹۔ مشاہیر علماء دیوبند	قاری فیوض الرحمٰن، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء
۱۰۔ موجِ کوثر	شیخ محمد اکرام، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء
۱۱۔ میاں فضل حق اور ان کی خدمات	مولانا محمد اسحاق بھٹی، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۷ء
۱۲۔ یادِ رفتگان	مولانا سید سلیمان ندویؒ، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء
۱۳۔ اکابر علماء دیوبند	حافظ محمد اکبر شاہ ادارۂ اسلامیات
۱۴۔ بیس بڑے مسلمان	عبدالرشید ارشد، مکتبہ رشیدیہ، لاہور
۱۵۔ تالیفات عثمانی (گیارہ مقالات)	ادارۂ اسلامیات لاہور، ۱۹۹۰ء
۱۷۔ ماہنامہ الرشید دیوبند نمبر	عبدالرشید ارشد، مطبوعہ لاہور
۱۸۔ اردو ڈائجسٹ آزادی نمبر	۱۹۹۴ء، لاہور
۱۹۔ سہ ماہی فکر و نظر اسلام آباد	اپریل جون ۱۹۸۹ء، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد
۲۰۔ پاکستان اور علمائے دیوبند	پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی، ماہنامہ الفاروق، کراچی، محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کی حیات و خدمات حدیث

پروفیسر نسرین وسیم☆

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے بھی تیرا سفر
(اقبال)

علم و عمل کا آفتاب جب غروب ہو تو افق روشن و تابناک کیسے رہ سکتی یہ اسے دھندلا اور تاریک ہو جانا ہی چاہیے! یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کی شخصیت اسلام کے افق پر سورج بن کر چمک رہی تھی جس کے ڈوبتے ہی افق پر تاریکی سی چھا گئی/ (۱)

آپ ایک بہت بڑے محدث، جلیل القدر مفسر، عظیم المرتبہ متکلم، بہترین مقرر اور بلند پایہ سیاستدان تھے۔

شبیر احمد گوشت پوست کے ایک مجسمہ اور پیکر کا نہیں ایک اصول حیات، ایک زاویہ فکر اور ایک پیام زندگی کا نام تھا۔ شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی کو اللہ تعالیٰ نے تفقہ فی الدین کی سعادت سے نوازا تھا اور یہ سعادت ان کے کردار اور زندگی کی زبان سے بولتی سنی گئی۔ (۲)

شیخ الاسلام علم و فضیلت کے اس بلند مقام پر فائز تھے جہاں امام مالک اور امام ابوحنیفہ کی عباؤں کی پرچھائیاں نظر آتی ہیں۔ انہوں نے کم و بیش چالیس سال بوریے پر بیٹھ کر علم دین کا درس دیا اور سینکڑوں تشنگان علم و ادب کو نہ صرف سیراب کیا بلکہ اس قابل بنا دیا کہ وہ خود دوسروں کی پیاس بجھا سکیں۔ (۳)

پیدائش، تعلیم اور وفات علامہ شبیر احمد عثمانی ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۵ھ

☆ اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ ڈگری سائنس، آرٹس، کامرس اسلامیہ کالج

/۱۸۸۵ء ضلع بجنور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم مولانا فضل الرحمٰن اپنے زمانہ کے فاضل، اردو ادب کے ماہر اور ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ سلسلہ نسب حضرت عثمان غنیؓ سے جا ملتا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی کے والد نے آپ کا نام فضل اللہ رکھا جو بعد ازاں شبیر احمد غالباً عشرہ محرم کی پیدائش کی مناسبت سے ہوگا وار یہی نام مشہور ہوا۔ ۱۳۱۲ھ یعنی سات سال کی عمر میں حافظ محمد عظیم دیوبندی کے سامنے "بسم اللہ" ہوئی اور اردو کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۳۱۴ھ/ ۱۹۰۸ء میں دورہ حدیث کے تمام طلبہ میں اول رہ کر فراغت حاصل کی۔ کچھ عرصہ دارالعلوم ہی میں درس دیتے رہے بعد ازاں مدرسہ فتح پوری، دہلی میں صدر مدرس بن کر تشریف لے گئے۔ ۱۱ ذیقعد ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۱۷ء کو رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ (۴)

علامہ شبیر احمد عثمانی نے ۱۳۲۸ء سے ۱۳۴۵ء تک دارالعلوم دیوبند میں تعلیم دی بعد ازاں ڈابھیل جامعہ اسلامیہ میں چلے گئے وہاں بیضاوی تشریف اور مسلم پڑھاتے رہے۔ ۱۳۵۲ھ میں حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کا انتقال ہوگیا تو علامہ شبیر احمد عثمانی ترمذی اور بخاری شریف کا درس دینے لگے۔ (۵)

۱۹۲۸ء میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی نے حیدر آباد دکن کا سفر کیا۔ وہاں تقریریں ہوئیں تو آپ کی حیدر آباد میں دھوم مچ گئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب نظام پر تفضیلیت کا غلبہ تھا اور مسلمان امراء وزراء میں کش مکش تھی۔ علامہ نے اپنی تقریریوں سے اس قسم کے فتنوں کو دبا دیا۔ ۱۳۲۸ء میں آپ نے اپنی جدی موروثی مکان کو فروخت کر کے حج کیا اور ۱۳۴۴ء میں شاہ حجاز کی دعوت پر جمعیتہ العلماء ہند کی طرف سے نمائندہ بن کر گئے اور وہاں عربی میں زبردست تقریریں کی اور وہاں مختلف ممالک اسلامیہ کے علماء پر اپنی علمیت کا سکہ بٹھا دیا۔ سلطان عبدالعزیز نے بھی آپ کی علمی تقریروں کو سراہا۔ (۶)

۱۳۴۸ھ میں آپ جامعہ ڈابھیل ضلع سورت تشریف لے گئے۔ ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۴ء میں دیوبند سے الگ ہو کر پھر ڈابھیل والوں کی دعوت پر وہاں کچھ عرصہ تدریسی خدمات انجام دیں۔ بیماری کی وجہ سے پھر دیوبند آ کر مقیم ہو گئے/ (۷)

تحریک پاکستان میں شمولیت : جمعیۃ العلمائے اسلام کے صدر کی حیثیت سے آپ نے ملک بھر کے دورے کیے۔ پاکستان بننے پر ۶ اگست ۱۹۴۷ء کو دیوبند سے افتتاح پاکستان کی تقریب میں حصہ لینے کے لیے کراچی تشریف لائے۔ قائداعظم آپ کی شخصیت اور خدمات کے اس قدر معترف تھے کہ انہوں نے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو کراچی میں پاکستان کی پرچم کشائی کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانی کا انتخاب کیا۔ (۸)

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء مطابق ۲۷ رمضان ۱۳۶۶ھ شب قدر میں پاکستان کا وجود ہوا۔ علامہ نے اس جشن میں شرکت کی۔ بعد ازاں قائداعظم کی فرمائش پر علامہ عثمانی نے کراچی میں پاکستان کا جھنڈا لہرایا اور پرچم کشائی کی تقریب میں افتتاح کیا اور پہلی دستور ساز مجلس میں ''تؤتی الملک من تشآء وتنزع الملک ممن تشآء'' پڑھ کر اجلاس کا آغاز فرمایا۔ صدیوں بعد برصغیر پاک وہند میں اسلامی شوکت وسطوت کا پرچم لہرایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس شرف سے ایک ممتاز عالم دین مولانا شبیر احمد عثمانی کو نوازا۔ (۹) تحریک پاکستان میں ایک مخلص رہنما کی حیثیت سے ان کی شمولیت ان کی سیاسی سوجھ بوجھ کا وہ درخشاں کارنامہ ہے جسے تحریک پاکستان کو قلمبند کرنے والا مورخ ہرگز فراموش نہیں کرسکتا۔ (۱۰)

سانحہ انتقال ۸ دسمبر ۱۹۴۹ء کو ریاست بہاولپور کے وزیراعظم کی درخواست پر جامعہ عباسیہ (اب جامعہ اسلامیہ بہاولپور) کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے بہاولپور تشریف لے گئے۔ وہیں طبیعت ناساز ہوئی اور اسی علالت میں ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء / ۲۱ صفر ۱۳۶۹ھ بروز منگل صبح ۱۱ بجکر چالیس منٹ پر چونسٹھ سال ایک ماہ بارہ یوم کی عمر میں یہ آفتاب علم وفضل ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ میت بعد ازاں بغداد الجدید بہاولپور سے کراچی پہنچائی گئی جہاں لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ (۱۱)

۱۴ دسمبر ۱۹۴۹ء کو اسلامیہ کالج کراچی کے میدان میں دفن ہوئے۔ غسل میت مولانا بدر عالم نے دیا اور نماز جنازہ مفتی محمد شفیع صاحب نے پڑھائی۔ پورے پاکستان میں صف ماتم بچھ گئی۔ تمام ہندوپاک کے مسلمانوں کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

معروف تلامذہ و اساتذہ : علامہ شبیر احمد عثمانی نے یوں تو کئی اساتذہ

سے اکتساب فیض کیا لیکن ان میں آپ کے سب سے بڑے استاذ اور مربی شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا تھے۔ منطق و فلسفہ میں آپ مولانا غلام رسول سرحدی کے شاگرد تھے جن کا شمار دارالعلوم دیو بند کے اعلیٰ مدرسین میں ہوتا تھا ان کے علاوہ حکیم محمد حسن اور مولانا محمد یٰسین شیرکوٹی بھی آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ مولانا اشرف علی تھانوی خصوصی طور پر آپ کے بڑے مداح تھے۔

مولانا عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں کہ ''مولانا اشرف علی تھانوی نے مولانا محمد قاسم مرحوم کی تصانیف کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مولانا مولوی مرتضیٰ حسن صاحب سے فرمایا کہ مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی کو چونکہ مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم کی کتابوں سے ایک خاص مناسبت ہے اسلیے میں چاہتا ہوں کہ اپنا عمامہ میں ان کو دوں۔ آپ اس امر کا اعلان فرمائیں۔ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے حضرت مولانای کی اس قدر افزائی کا اعلان فرمایا اس کے بعد حضرت سلطان العلماء (مولانا محمود الحسن صاحب) سے اجازت لے کر مولانا اشرف علی صاحب نے اپنا عمامہ مولوی شبیر احمد صاحب کے سر پر رکھا'' (۱۲)

آپ کے ممتاز تلامذہ میں مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع، شیخ الحدیث محمد ادریس کاندھلوی، مولانا بدر عالم میرٹھی، سید مناظر احسن گیلانی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، قاری محمد طیب، مولانا اظہر علی سلہٹی، مولانا محمد یوسف بنوری اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (۱۳)

علامہ عثمانی کی تصانیف اگرچہ علامہ عثمانی کے آثار باقیات صالحات میں سے ان کی تفسیر بنام ''تفسیر عثمانی'' اپنے دور کی ہر زمانے کے لیے بہترین محققانہ اور عالمانہ تفسیر ہے جو عوام وخواص میں بے حد مقبول ہوئی اور علماء نے اس کو بہترین تفسیر قرار دیا۔

مگر دوسرا عظیم الشان کارنامہ ان کی حدیث میں ''فتح الملہم'' (شرح صحیح مسلم) کی جلدیں ہیں جو دنیائے اسلام میں بے حد قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی گئی ہیں۔

حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب نے فتح الملہم کے متعلق فرمایا ''یقیناً اپنے زمانے کے علامہ مولوی شبیر احمد عثمانی اس زمانے کے محدث، مفسر و متکلم ہیں اور احقر کے علم میں کوئی شخص اس کتاب (مسلم) کی خدمت ان سے زیادہ بہتر اور برتر نہ کر سکا۔ اس خدمت کی طرف متوجہ ہو کر انہوں

نے اہل علم کی گردن پر احسان کیا ہے“ (۱۴)

حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کا فرمایا ہوا تبصرہ پتھر پر لکیر سے کم نہیں وہ آخری شخصیت ہیں جن کی رائے اور جن کا علم مسلمات میں سے ہے۔

مولانا محمد طیب صاحب موجودہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اپنی تعزیتی تقریر میں مولانا عثمانی کی وفات پر فرمایا

”مسلم شریف کی عربی شرح یادگار زمانہ رہے گی جو پوری دنیائے اسلام میں نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی ہے۔“ (۱۵)

علامہ شبیر احمد عثمانی کے باقیات صالحات میں سے تفسیر عثمانی اور فتح الملہم ان کے بڑے زبردست شاہکار ہیں جو رہتی دنیا تک باقی رہیں گے اور ان کمالاتی کارناموں کے باعث وہ اس قابل ہیں کہ ان کی شخصیت کو تاریخی گلدستے کے پھولوں میں جگہ دی جائے۔ اس کے علاوہ ان کا ایک اور کارنامہ جو آسمان سے بھی زیادہ اپنی وقعت کے اعتبار سے اونچا ہے وہ ہے ”فضل الباری“ (شرح صحیح البخاری) مقالے کا خصوصی موضوع ہوگی گی۔ تفسیر اور حدیث کے ان گرانقدر تصانیف کے علاوہ تالیفات عثمانی (مجموعہ مقالات) جس میں 11 مقالات شامل ہیں اور مختلف رسائل و جرائد میں شامل مضامین و مقالات بھی قابل ذکر ہیں۔ (۱۸)

العقل والنقل، اعجاز القرآن، الشہاب، حجاب شرعی، الدار الآخرۃ، سجود الشمس، خوارق عادت اسی طرح کے زبردست مقالے/رسالے علامہ عثمانی کے علم جدید و قدیم کی وسعتوں کا آئینہ دار ہیں۔ (۱۹)

علامہ عثمانی اور خدمات حدیث: علامہ شبیر احمد عثمانی ایک ایسی جامع الصفات اور ہمہ جہت شخصیت تھے کہ آپ کو مفسر، متکلم، شیخ الاسلام محدث، مدرس، مصنف، محقق سب ہی القاب سے نوازا گیا اور بلاشبہ آپ ہر میدان کے شہہ سوار تھے۔ آپ کی ذات نہ صرف تصنیف و تالیف اور درس و تدریس ہی تھی بلکہ میدان سیاست و قیادت اور خطابت میں بھی اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ (۲۰) علامہ شبیر احمد عثمانی کا انداز تقریر بے حد دلنشیں اور اثر انگیز تھا۔ ”از دل خیز بردل ریزد“ کی کیفیت ان کی تقدیر میں رسننے والے کو محسوس ہوتی۔ سادہ سادہ باتیں، تکلف و تصنع سے پاک شروع سے آخر تک تقریر میں وقار و متانت کا سلسلہ قائم رہتا۔ علامہ کی تقریریں اگر منضبط کرلی جائیں تو علم وداب کا یہ ایک بہت بڑا سرمایہ ہوتا۔ (۲۱)

تاہم علم حدیث سے آپ کو جو خصوصی نسبت تھی اس کا شاہکار آپ کی شروح مسلم و بخاری ہیں۔ تاہم آپ کی گراں قدر تصانیف کا تذکرہ کرنے سے پہلے علم حدیث سے آپ کی نسبت اور تدریسی خدمات کا تذکرہ لاحاصل نہ ہوگا۔

علم حدیث سے خصوصی نسبت اور رغبت: علامہ عثمانیؒ کو غالباً دوران تعلیم ہی علم حدیث سے خصوصی نسبت ہوگئی تھی۔ آپ کی تعلیم کا آخری سال جسے دورہ حدیث کا سال کہا جاتا ہے اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کیونکہ آپ نے اس سال درجہ حدیث میں تمام طلباء میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ نیز آپ نے طالب علمی کے دوران حدیث کی جن کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ان میں بخاری شریف، مسلم شریف، سنن ابی داؤد، ابن ماجہ، ترمذی، موطا امام مالک، موطا امام محمد، نسائی اور شمائل ترمذی شامل ہیں۔ حدیث میں آپ شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے شاگرد ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث رہے۔ خود مولانا محمود الحسنؒ نے حدیث مولانا محمد قاسمؒ سے اور انہوں نے شاہ عبدالغنیؒ سے پڑھی۔ تا آنکہ یہ سلسلہ حدیث حضرت شاہ ولی اللہؒ تا پہنچ جاتا ہے۔ (۲۲)

تدریس حدیث کا آغاز: علامہ عثمانیؒ نے ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۸ء میں تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۳۲۶ھ میں دارالعلوم دیوبند ہی میں تعلیم دینا شروع کی اور غالباً اسی مدرسہ فتح پوری، دہلی میں صدر مدرس ہو کر چلے گئے اور ۱۳۲۸ھ میں واپس دیوبند بلا لئے گئے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس دوران بھی آپ کی زیادہ تر وابستگی درس حدیث سے رہی ہوگی۔ (۲۳) تاہم شیخ الہند مولانا محمود الحسن ۱۳۳۳ھ میں جب حج کے لئے روانہ ہوئے (اور اسی سفر میں گرفتار ہو کر اسیر مالٹا بھی رہے بعد ازاں ۱۳۳۸ھ میں واپس آئے اور صرف ایک سال بعد ہی ربیع الاول ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں انتقال فرما گئے) تو مولانا عثمانیؒ ان کی عدم موجودگی میں مسلم شریف پڑھاتے رہے اور شیخ الہندؒ کے انتقال کے بعد ۱۳۴۴ھ تک دارالعلوم دیوبند میں درس مسلم کا یہ سا سلسلہ جاری رہا۔ بعد ازاں ڈابھیل میں بھی پہلے مسلم شریف اور پھر علامہ انور شاہ کشمیری کے انتقال کے بعد جب آپ صدر مدرس مقرر ہوئے تو تدریس بخاری کا سلسلہ بھی آپ سے متعلق ہوگیا۔ مولانا محمد یحییٰ صدیقی متبنیٰ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ "شاہ صاحب کی جگہ پر تدریس بخاری کی ذمہ داری کوئی معمولی ذمہ داری نہ تھی۔ علامہ عثمانیؒ کی تدریسی زندگی کا یہ دور ایسا تھا کہ اس کو مشکالات

بخاری کے حل اور علوم و معارف کے بیان کا سنہرا دور کہا جا سکتا ہے۔ چنانچہ درس بخاری کے پہلے ہی سال حضرت ممدوح نے ایک فاضل تلمیذ کو اہتمام کے ساتھ تقریر بخاری کو ضبط تحریر میں لانے کا حکم فرمایا اور پھر سالہا سال تک تقاریر بخاری کے ان منضبط شدہ مضامین پر نظرِ ثانی فرماتے رہے۔" (۲۴) آپ کی یہ تقاریر اب فضل الباری کے نام سے طبع ہو چکی ہیں جس کا تفصیلی تذکرہ آئندہ صفحات میں ہوگا۔

شروح حدیث: برصغیر پاک و ہند میں علم حدیث کی اشاعت و حفاظت میں اس خطے کے علماء کرام نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ صحاح ستہ کے عربی میں متعدد حواشی اور ان پر تقاریر کے علاوہ مستقل شروح کتب حدیث علماء ہند و پاک کا امتیاز ہے جہاں تک کہ علامہ رشید رضا مصری کو مفتاح کنوز السنۃ کے مقدمہ میں لکھنا پڑا۔

ولو لا عناية اخواننا علماء الهند بعلوم الحديث فى هذه العصر لقضى عليها بالزون

ترجمہ: "اگر ہمارے برادران علماء ہندوستان نے اس زمانہ میں علوم حدیث پر توجہ نہ کی ہوتی تو اس علم کے زوال کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔" (۲۵) ہند و پاک کے انہی اہل علم میں ایک منور و درخشاں نام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا کہ بخاری اور مسلم دونوں پر آپ کی شروح نے قبول عام حاصل کیا اور اہل علم نے دونوں کتب کو خراج تحسین پیش کیا۔ اب ہم دونوں پر الگ الگ گفتگو کریں گے فتح الملہم شرح مسلم (عربی) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو جس کتاب نے محدث کی حیثیت سے عالم اسلام میں متعارف کرایا وہ صحیح مسلم شریف کی یہی شرح بعنوان 'فتح الملہم' ہے۔ اگرچہ تفسیر عثمانیؒ کے قبول عام کی وجہ سے زیادہ تر آپ کی شہرت بطور مفسر ہے۔ مگر حقیقتاً آپ کی مناسبت طبع] اور رغبت حدیث نیز خدمات حدیث کی وجہ سے مفسر سے بھی بڑھ کر جو لقب آپ کو زیب دیتا ہے وہ محدث برصغیر ہے آپ کے سوانح نگاروں اور معتقدین نے آپ کو "محدث پاکباز" اور "محدث یگانہ" کے القاب سے بھی نوازا ہے۔ (۲۶) بلاشبہ فتح الملہم ہی وہ کتاب تھی جس سے علم حدیث میں آپ کے مقام و مرتبہ کا تعین ہوا اور عرب و عجم کے مشاہیر اور بڑے بڑے علماء نے اس کے اوصاف و محاسن کا اعتراف کیا یوں تو کتب احادیث خاص طور پر صحاح ستہ کی شروح مختلف ادوار میں لکھی جاتی رہیں ان میں صحیح مسلم کی شروح بھی بعض مشاہیر نے لکھیں لیکن جامعیت کی حامل کوئی شرح منصۂ شہود پر نہیں آئی تھی۔ فتح الملہم سے پہلے لکھی گئی ساری

شروح صرف کئی خاص جہت کا احاطہ کرتی ہیں مثلاً بعض شارحین نے صحیح مسلم سے متعلق متخرجات کو جمع کیا اور بعض نے صرف رجال پر تحقیق کی اور بعض نے اس کی سند اور متن پر تبصرہ کرنے والوں کا تذکرہ کیا البتہ ابوعبلا اللہ محمد بن خلیفہ اور ان کے بعد ابوعبداللہ محمد بن محمد السنوسی کی شروح پہلی شروح سے قدرے زیادہ مفصل اور جامع تحقیق تاہم عالم اسلام کے نامور اسکالر علامہ زاہد الکوثری (۲۷) کے بقول: ''سچ تو یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی شرح ایسی ثابت نہیں ہوئی جو تمام اطراف وجوانب سے صحیح مسلم کی وضاحت اور شرح کا حق ادا کر سکے۔'' (۲۸)

تاہم جب علامہ زاہد الکوثری نے فتح الملہم کو پڑھا تو علامہ عثمانیؒ کو خط لکھ کر مبارکباد پیش کی بعد ازاں رسالہ ''الاسلام'' (قاہرہ مصر) میں تقریظ بھی لکھی جو بہت شرح وبسط سے تحریر کی گئی تھی۔ تاہم خط کا خلاصہ یہ ہے کہ ''فتح الملہم شرح مسلم کو پا کر میری خوشی کی انتہاء نہ رہی اور جس قدر میں اس کتاب کو پڑھتا گیا میرے تعجب کی انتہاء نہ رہی۔ مولانا آپ، حق یہ ہے کہ اس دور میں فخر حنفیہ ہیں۔'' (۲۹) فتح الملہم کا ایک خاص اعزاز یہ ہے کہ فقہ حنفی میں مسلم شریف کی یہ پہلی شرح ہے۔ اس سے پہلے احناف میں سے مسلم شریف کی شرح کسی نے نہ لکھی تھی اسی لئے مولانا عبدالماجد دریابادی فرماتے ہیں ''بخاری کی شرح تو 'عمدۃ القاری' کے نام سے علامہ عینی حنفی مدت ہوئی لکھ چکے تھے لیکن صحیح مسلم کا قرضہ احناف پر صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔ مولانا ہی کی ذات تھی کہ فتح الملہم کے نام سے مبسوط ومستند شرح لکھ کر دنیائے حنفیت سے فرض کفایہ ادا کر دیا۔''

کچھ ایسے ہی الفاظ میں سید سلیمان ندوی نے لکھا کہ ''صحیح مسلم کی شرح لکھنے کا خیال ان کو اپنی نوجوانی کے عہد سے تھا۔ صحیح بخاری کی شرح تو احناف میں سے حافظ بدر الدین عینی نے بہت پہلے لکھ کر احناف کی طرف سے حق ادا کر دیا تھا مگر صحیح مسلم کی کوئی شرح حنفی نقطہ نظر سے اب تک نہیں لکھی گئی تھی۔ اس کے لئے مرحوم نے اپنے دست وبازو کو آزمایا۔''

فتح الملہم شرح مسلم علامہ عثمانیؒ نے کب لکھنا شروع کی اس کیلئے کوئی خاص ماہ یا سن تو متعین کرنا مشکل ہے۔ لیکن قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ درس مسلم کے ابتدائی دور ہی سے آپ نے لکھنے کا ارادہ کر لیا تاھ۔ غالباً ۱۷-۱۹۱۶ء سے کافی پہلے آپ نے یہ کام شروع کر دیا ہوگا۔ جیسا کہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

''مجھے خیال آتا ہے کہ مرحوم ۱۹۱۶ء یا ۱۹۱۷ء میں انجمن اسلامیہ اعظم گڑھ آئے اور شبلی

منزل میں میرے ہی پاس ٹھہرے۔ اس وقت ان کی شرح مسلم کے کچھ اجزاء ان کے پاس تھے۔ جن میں قرأت فاتحہ خلف الامام وغیرہ اختلافی مسائل پر مباحث تھے جن کو جابجا سے مجھے سنایا۔" (۳۲)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ مرحوم نے اس کام کا آغاز ۱۹۱۴ء کے لگ بھگ کیا ہوگا۔ آپ کا ارادہ یہ تھا کہ یہ کتاب پانچ جلدوں میں مکمل ہوگی لیکن تقسیم ہند اور مولانا کی عملی سیاست میں بھرپور شرکت کی وجہ سے یہ کام مکمل نہ ہوسکا۔ پاکستان بنا اور آپ یہاں مستقل مقیم ہوگئے تو مسلسل علالت کی وجہ سے بھی تصنیف وتالیف کا سلسلہ رک سا گیا اور زندگی نے بھی زیادہ دیر وفا نہ کی۔ چنانچہ صرف تین جلدیں مکمل ہوسکیں۔ پہلی ۱۳۲۵ھ/۱۹۳۳ء، دوسری ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء اور تیسری ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۹ء کو زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام آئی۔ پہلی دو جلدیں مدینہ پریس، بجنور سے طبع ہوئیں اور تیسری مولانا عماد الدین شیرکوٹی کے اہتمام سے نانڈہ پریس، جالندھر میں طبع ہوئی۔ جلد اول میں ایک مبسوط مقدمہ بھی شامل ہے جس میں اصول حدیث، تدوین حدیث و مصطلحات اور اقسام حدیث و دیگر متعلقات پر نہایت عمدہ بحثیں کی گئی ہیں۔ آپ نے مسلم کے مقدمہ کی بھی شرح لکھی ہے اسوقت میرے سامنے مکتبہ دار العلوم کراچی کی شائع کردہ ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء کی جلد اول ہے۔ یہ بڑے سائز کے ۶۸۲ صفحات پر منتقل ہے جن میں ۲۹۶ صفحات کا مقدمہ، ۱۲۰ صفحات کا مقدمہ مسلم کی شرح اور بقیہ صفحات پر کتاب الایمان کی شرح ہے۔ تین جلدوں کا کل کام کتبا النکاح والطلاق تک ہے۔ جبکہ اس سے آگے کا کام جسٹس مفتی محمد تقی عثمانیؒ نے چھ جلدوں پر مشتمل تکملہ لکھ کر انجام دیا ہے۔ اس تکملہ کے بارے میں مفتی محمد رفیع عثمانیؒ لکھتے ہیں۔

"یہ تکملہ اس لحاظ سے موجودہ تمام شروح حدیث میں ایک خاص امتیاز یہ رکھتا ہے کہ اس میں پچھلی تمام شروح کے اہم مباحث کو نہایت انضباط اور اختصار و جامعیت کے ساتھ مرتب کرنے کے علاوہ موجودہ زمانے کے جدید مسائل پر محققانہ بحث کی گئی ہے جو دوسری شروح میں کہیں دستیاب نہیں ہوتی۔ خصوصاً اقتصادی اور مالیاتی مسائل جو اس زمانے کے پیدا کردہ ہیں۔ ان پر خوب تحقیقی مباحث اس میں آگئے ہیں۔" (۳۳)

تکملہ کے بارے میں پروفیسر مولانا عبدالرحمٰن کاشمیری فرماتے ہیں۔

"تکملہ کے ممیزات وخصوصیات کے بارے میں مصنف (جسٹس تقی عثمانیؒ) کا نام ہی بڑی ضمانت ہے۔ اگرچہ ہر مصنف کا اپنا ذوق، مطمح نظر اور طرز تحریر مختلف ہوتا ہے اور ساتھ ہی زمانے کے تقاضے بھی مختلف ہوتے ہیں نیز کتاب کے اجزاء، موضوع، اور مضمون کے تقاضوں کو بھی ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔ اس کے باوجود فتح الملہم اور اس کے تکملہ میں کافی مماثلت و یگانگت نظر آتی ہے۔ البتہ بعض اعتبار سے دونوں اجزاء میں قدرے تغایر کا واقع ہونا بالکل فطری بات ہے۔" (۳۴)

دونوں فاضل محققین کی آراء سے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ تکملہ کا انداز اور معیار بھی وہی ہے جو فتح الملہم کا ہے۔ بس اگر کچھ فرق ہے تو صرف عصری تقاضوں اور موضوعات کا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔

فتح الملہم کی خصوصیات پر لکھنے کیلئے ایک مکمل مضمون کی گنجائش ہے۔ اس لئے اس موضوع پر تفصیلی گفتگو سے صرف نظر کرتے ہوئے۔ صرف علامہ انور شاہ کاشمیری کی بیان کردہ خصوصیات کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ جسے علامہ انور شاہؒ کے نام نامی سے ایک سند کی حیثیت حاصل ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

۱۔ حدیث کے وہ مشکل مقامات جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور دوسرے خدائی افعال سے ہے یا وہ دقیق حقیقتیں جو انسان عقلوں سے بلند ہیں مگر حدیثوں میں وارد ہوئی ہیں ان کی وضاحت اس شرح میں کی گئی ہے۔

۲۔ ہر مسئلہ اور مضمون میں علماء کرام کے عمدہ اور منتخب اقوال کو نقل کیا گیا ہے۔

۳۔ دقیق اور مشکل مسائل کو ایسی مثالوں اور نظائر سے سمجھایا گیا ہے جس سے بہتر کوئی اور نہیں ہوسکتیں۔

۴۔ چاروں ائمہ کے اقوال معتمد علیہ کتب سے پیش کئے گئے ہیں۔

۵۔ اختلافی مسائل میں مذہب حنفیہ کو نہایت انصاف اور احتیاط سے پیش کیا گیا ہے۔

۶۔ ہر باب سے متعلق بزرگ صوفیاء کرام اور عارفین عظام کے دوسرے نکات جو شیخ اکبر کی فتوحات اور حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ سے مل سکے ہیں نقل کئے گئے ہیں۔

۷۔ موجودہ نئی روشنی کے لوگوں کے شبہات کو جو یورپ کی تقلید میں اطمینان قلب کھو چکے

ہیں۔رفع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۸۔ ایک باب سے متعلق مختلف کتب میں جو احادیث موجود ہیں حتی الامکان اہیں یکجا کر دیا گیا ہے۔

۹۔ احادیث کی تطبیق میں تابمقدور کوشش کی گئی ہے تا کہ تعارض نہ رہے۔

۱۰۔ بنیادی ماخذ سے نقول کا موازنہ کر کے اس کتاب کے شایان شان خدمت کی گئی ہے۔

(تقریظ فتح الملہم)

اس تعریف کے آغاز میں مولانا انور شاہ نے غالباً انہی اوصاف ومحاسن کی بناء پر یہ تحریر فرمایا کہ:

''احقر کے علم میں کوئی شخص اس کتاب (صحیح مسلم) کی خدمت ان (علامہ عثمانیؒ) سے زیادہ بہتر اور برتر نہ کرسکا اس خدمت کی طرف متوجہ ہو کر انہوں نے اہل علم پر احسان کیا ہے۔انہوں نے ایسی شرح لکھی ہے جو اپنی خصوصیات کے اعتبار سے اپنی نظیر نہیں رکھتی۔'' (۳۵)

فتح الملہم کو کم وبیش تمام اہل علم نے زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے اس ضمن مین ایک زبردست اور دلچسپ بات جسٹس محمد تقی عثمانیؒ نے تحریر کی ہے وہ لکھتے ہیں:

''حضرت والد صاحب (مفتی محمد عثمانی) نے ہی سنایا کہ جب حضرت عثمانیؒ نے صحیح مسلم پر اپنی شہرہ آفاق شرح، فتح الملہم تالیف فرمائی تو اس کا مسودہ حرمین شریفین لے کر گئے تھے وہاں روضہ اقدس کے سامنے بیٹھ کر اس کی ورق گردانی کی اور پھر روضہ اقدس پر بھی اور حرم مکہ میں ملتزم پر بھی مسودہ سر پر رکھ کر دعا کی تھی کہ:

'یہ مسودہ احقر نے بے سروسامانی کے عالم میں مرتب کیا ہے، یا اللہ! اس کو قبول فرما لیجئے اور اس کی اشاعت کا انتظام فرما دیجیے۔'

اس کے بعد حرمین شریفین سے واپس آئے تو نظام حیدر آباد کی طرف سے پیشکش کی گئی کہ ہم اس کتاب کو اپنے اہتمام سے شائع کرائیں گے۔ چنانچہ وہ نظام حیدر آباد ہی کے مصارف پر بڑی آب وتاب کے ساتھ شائع ہوئی اور اس نے پوری دنیا میں اپنا لوہا منوالیا۔'' (۳۷)

فتح الملہم کی شان، طباعت واشاعت کا پس منظر، علامہ مرحوم کا اخلاص اور علم حدیث میں آپ کی مہارت اور طبعی مناسبت یہ سب باتیں روز روشن کی طرح واضح ہیں، اس کے اوصاف و

خصائص پر بھی اجمالی تذکرہ درج کر دیا گیا ہے۔ اگر بنظر تحقیق دیکھا جائے اور اس کتاب پر الگ مضمون لکھنے کی گنجائش ہو تو مزید اوصاف، خصوصیات و ممیزات بھی احاطہ تحریر میں لائے جا سکتے ہیں۔

فضل الباری شرح صحیح بخاری (اردو): تدریس حدیث کے ذیل میں یہ بات تحریر کر دی گئی تھی کہ جامعہ ڈابھیل ضلع سورت میں علامہ انور شاہ کاشمیری کے انتقال کے بعد درس بخاری کی ذمہ داری بھی آپ کو تفویض کر دی گئی تھی۔ چنانچہ درس بخاری کے پہلے ہی سال حضرت علامہ سے اپنے ایک شاگرد رشید کو (غالباً یہ ذمہ داری بدلتی رہی اور کئی شاگرد باری باری یہ سعادت حاصل کرتے رہے) اہتمام کے ساتھ تقریر بخاری کو ضبط تحری میں لانے کا حکم فرمایا۔ بعد ازاں سالہا سال تک تقاریر بخاری کے ان منضبط شدہ مضامین پر نظر ثانی فرماتے رہے اور ترمیم و اضافے کے ساتھ تکمیل مضامین کے لیے مراجعت کتب کی ہدایات لکھتے گئے اور مراجعت کی ہدایت کے ساتھ بعض مقامات پر متعلقہ کتاب کے باب کی نشاندہی بھی فرما دی۔ (۳۸)

مولانا محمد یوسف بنوری فرماتے ہیں

"مولانا محمد انور شاہ کی آرزو تھی کہ جس طرح مولانا شبیر احمد عثمانی نے قرآن حکیم کے فوائد اردو میں لکھے ہیں اسی طرح بخاری شریف کے فوائد بھی اردو زبان میں ان کے قلم سے امت کے سامنے آئیں حضرت مولانا شبیر احمد صاحب تدریس بخاری کے زمانے میں جو علوم و معارف بیان فرماتے تھے اور جس طرح مشکلات بخاری کو فصیح و بلیغ اور شگفتہ زبان میں حل فرماتے تھے یہ ان ہی کا حصہ تھا بلا مبالغہ اس خصوصیت میں ان کی نظر نہیں تھی۔" (۳۹)

آپ کے متبنیٰ و داماد مولانا محمد یحییٰ صدیقی لکھتے ہیں کہ

"مسودات کے حواشی پر مولانا مرحوم نے اپنے قلم سے کچھ ہدایات فرمائی تھیں۔ بحث و استدلال کی تشنگی، کسی روایت پر شارحین حدیث میں سے کسی کی وضاحت اقوال مفسرین، ماہرین علوم نبوت مثلاً شیخ اکبر، امام غزالی، ابن تیمیہ، ابن قیم اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہ ہم کے علمی ذخائر سے رفع ہو سکتی تھی تو علامہ مرحوم نے اس سلسلہ میں مختلف علوم کی کتاب کے حوالہ جات کی ہدایت فرمائی۔ گویا اس منضبط شدہ تقریر کی تکمیل ان حوالہ جات پر موقوف قرار دی اب ان حوالوں کا کھوج لگانا اور عربی عبارتوں کے مضامین کو اردو میں منتقل کرنا اور پوری صحیح بخاری پر اس خدمت کو

انجام دینا آسان کام نہ تھا۔ (۴۰)

بہر حال شدید محنت اور عرق ریزی کے بعد ۱۹۷۳ء میں یہ شرح بعنوان فضل الباری جلد اول منظر عام پر آئی اور ۱۹۷۵ء میں جلد ثانی بھی زیور طبع سے آراستہ ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی جلد اول کا انگریزی ترجمہ بھی شائع کر دیا گیا۔ منصوبہ یہ تھا کہ اس عظیم الشنان کتاب کی تکمیل بارہ جلدوں میں ہوگی۔ جلد اول کتاب الوحی سے کتاب العلم کے باب نمبر ۴۹ اور حدیث نمبر ۶۵ پر ختم ہوتی ہے جبکہ جلد ثانی باب نمبر ۵۰ اور حدیث نمبر ۶۶ سے شروع ہوتی ہے اور اس کا اختتام باب نمبر ۲۴۰ اور حدیث نمبر ۳۳۸ پر ہوتا ہے۔ اس جلد میں کتاب العلم، کتاب الوضوء اور کتاب الغسل، کتاب الحیض اور کتاب التیمم کے ابواب اور ان کی تشریحات ہیں۔ جلد ثانی کی ابتداء کتاب الصلوٰۃ سے ہونی تھی مگر نامعلوم وجوہات کی بناء پر یہ کام ہنوز تشنہ تکمیل ہے۔ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا بیڑہ مولانا قاضی عبدالرحمان نے اٹھایا تھا۔ (۴۱) انہوں نے نہایت اخلاص، محنت اور جانفشانی سے پہلی دو جلدوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ یہی دو جلدیں ہی اس وقت ہمارے پیش نظر ہیں۔ اس شرح بخاری کے بارے میں علماء کی آراء پیش خدمت ہیں۔ کتاب کے مرتب مولانا قاضی عبدالرحمان لکھتے ہیں

”جن علمی افادیت کی نسبت حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کی طرف ہو ان کی اہمیت کے لیے حضرت موصوف کا اسم گرامی ہی بہت بڑی ضمانت ہے۔ شیخ الاسلام کے ان علمی افادیت کی امتیازی شان یہ ہے کہ ان سے مخالفین اسلام کی پیدا کردہ غلط فہمیاں بڑے مضبوط عقلی و نقلی دلائل سے ختم کی گئی ہیں اور مستند حوالوں اور عقلی شواہد سے ملحدین کی غلط بیانوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔ ان علمی جواہر کی ہر سطر سطوت و عظمت کا آئینہ داری ہوتی ہے۔ (۴۲)

مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں

”بلاشبہ علمی حلقوں کے لیے یہ ایک غیر معمولی اور بشارت عظمیٰ ہے کہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کی شرح و توضیح اپنے وقت کے ایک جلیل القدر مفکر، ذکی، بے بدل اور بے مثال جید عالم دین کے قلب و دماغ کے راستہ سے ہو کر امت کے سامنے آ رہی ہے۔ اس لیے اس شرح بخاری کے مقبول و مستند ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ اس کا استناد حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی جیسی پایۂ ہستی کی طرف ہے۔“ (۴۳)

مولانا ماہر القادری منظوم نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں

یہ شرح و بیاں اور یہ ابواب و تراجم   اللہ رے ہر نکتہ غامض کی وضاحت
کیا سادہ و پرکار ہے انداز نگارش   لفظوں میں سموئی ہوئی اردو کی سلاست
سب جس کو سمجھ جائیں وہ آسان حواشی   اجمال کی تفصیل ہے معنی کی صراحت
ابواب کی تہذیب' مضامین کی ترتیب   شارح کی بصیرت ہے' مرتب کی ذہانت
ہر صفحہ قرطاس ہے فردوس معانی   ایک ایک ورق ضابطہ رشد و ہدایت (۴۴)

مولانا محمد یوسف بنوری فرماتے ہیں کہ

"اردو زبان میں صحیح بخاری کے علوم و معارف پر پہلی گرانمایہ جواہرات سے معمور تقریر ہے (۴۵) مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں

"شیخ الاسلام حضرت علامہ عثمانی کی اس تقریر بخاری کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے کیونکہ موصوف کا اسم گرامی ہی اس کے مقام بلند کی کافی ضمانت ہے۔ یہ تقریر بخاری اردو زبان میں صحیح بخاری کی بے نظیر شرح ہے اور اس میں بعض مضامین تو ایسے آ گئے ہیں جو اس حسن بیان اور جودت ترتیب کے ساتھ عربی زبان میں بھی نہیں ملتے (۴۶)

معروف اسکالر عبداللہ ندوی لکھتے ہیں کہ "اس کتاب (فضل الباری) کے ذریعے دینیات کی سب سے چوٹی کی عظیم المرتبت کتاب کی شرح اس اسلوب سے اردو میں آ گئی ہے جو اسلوب اب تک صرف عربی زبان کے لیے مخصوص تھا۔ عام مسلمانوں کو اس سے اندازہ ہوگا کہ علماء محققین کا درس کتنی وسعت و شمولیت اور دقت نظر کا حامل ہوتا ہے۔" (۴۷)

علماء محققین کی درج بالا آراء سے فضل الباری کی اہمیت و جامعیت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ تاہم چند خصوصیات کا تذکرہ کر دینا مناسب ہوگا۔ پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی نے فضل الباری جلد اول کی تقریظ میں تمام تر وہی اوصاف تحریر کر دیے ہیں جو فتح الملہم کی تقریظ میں درج ہیں۔ حالانکہ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ فتح الملہم علامہ عثمانی کی خود تحریر کردہ شرح ہے جبکہ فضل الباری آپ کے لیکچرز ہیں۔ تحریر اور تقریر دونوں ایک جیسے نہیں ہوا کرتے۔ پھر فتح الملہم عربی میں ہے جبکہ فضل الباری اردو میں۔ عربی کا اپنا مخصوص اور اسلوب نگارش ہے جبکہ اردو کا مزاج کچھ اور ہے۔ پھر دونوں کتابوں یعنی بخاری اور مسلم کا بھی اپنا اپنا مزاج ہے۔ دونوں کے مؤلف الگ الگ ہیں۔ اس لیے فتح الملہم اور فضل الباری میں بھی اوصاف و خصوصیات تحریر کرتے ہوئے دونوں کو

الگ الگ پرکھنا ہوگا نیز فتح الملہم کے سلسلے میں علامہ زاہد الکوثری، علامہ انور شاہ اور خود شارح علامہ عثمانی نے خود بھی بہت کچھ تحریر کیا ہے۔ مگر فضل الباری کے سلسلے میں سوائے چند تقاریظ اور تبصروں کے اور کوئی مواد دستیاب نہیں نیز عجیب بات یہ ہے کہ یہ تمام تقاریظ اور تبصرے بالکل ایک جیسے معلوم ہوتے ہیں اس لیے فضل الباری کی خصوصیات کو پرکھنے اور ان پر تبصرہ کرنے کے لیے ایک الگ مضمون کی گنجائش تاحال موجود ہے اور یہ کام کسی ایسی شخصیت کی راہ دیکھ رہا ہے جسے خود علم حدیث، مزاج بخاری، مترجم بخاری اور شروح بخاری پر کامل دسترس حاصل ہو۔

بہر حال ان دونوں جلدوں کو پڑھ کر ایک مبتدی بھی یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ علامہ مرحوم نے ایک ایک لفظ اور ایک ایک سطر کی تشریح میں علم کے دریا بہا دیئے ہیں۔ صرف اس مسئلہ پر کہ امام بخاری نے اپنی کتاب کا آغاز تذکرہ وحی سے کیوں کیا۔ فاضل شارح نے ۱۰ صفحات پر مشتمل ایسے ایسے دلائل دیئے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے نیز کتاب الوحی کے پہلے باب "کیف کان بدء الوحی" کی چھ حدیثوں میں ایسے ایسے اسرار و رموز نکات و لطائف، مصادر و حوالہ جات درج کیے ہیں کہ ۱۳۰ صفحات پر پھیلے ہوئے یہ موتی اور جواہر دیکھ کر آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ ان میں قرآنی آیات بھی ہیں، حدیث کے فرامین بھی، مفسرین کی توضیحات بھی ہیں اور شارحین کی تشریحات بھی۔ لغت کے مباحث بھی ہیں اور اعتراضات کے جواب بھی۔ صوفیاء، علماء اور اساتذہ کی آراء بھی ہیں اور شرح متین کے اسرار و حکم بھی۔ اختلاف شرائع اور وحدت ادیان کے مباحث بھی ہیں اور آیات و احادیث کی مشابہتوں اور اختلافات کے لطیف رموز بھی انبیاء کرام کے قصص و واقعات سے استدلال بھی ہے اور شافعیہ و حنفیہ کے اختلافات پر جامع تبصرہ بھی۔ اصول حدیث کی باریک بینیاں بھی ہیں اور سیرت طیبہ کی لطف آفرینیاں بھی، کہیں امام غزالی، مجدد الف ثانی امام شاطبی، ابن خلدون، شیخ اکبر اور علامہ سیوطی کے نظریات پر گفتگو ہو رہی ہے تو کہیں حضرت شاہ ولی اللہ، شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور علامہ انور شاہ کاشمیری کے فرمودات کے حوالے دیئے جا رہے ہیں۔ بہر حال صرف ایک باب کی چھ حدیثوں کو قرآن، فقہ، تفسیر، تاریخ، فلسفہ، کلام، منطق، تصوف، لغت، اصول حدیث، اصول فقہ، ادیان و مذاہب غرضیکہ کوئی علم ایسا نہیں رہا جس سے استفادہ نہ کیا گیا ہے (۴۸) بس دونوں جلدوں کی یہی صورت حال ہے۔

انداز بیان شگفتہ مربوط اور زبان سہل، تراکیب و اصطلاحات قابل فہم ہیں جا بجا توضیح

مستزاد ہے۔ ایک مثال ملاحظہ فرمایئے۔ حب رسول کا بیان کرتے ہوئے محبت کی ۵ اقسام بیان فرمائی ہیں اور ہر ایک کی وضاحت بھی کی ہے اور عجیب وغریب مثالیں بھی پیش کی ہیں مثلاً انہوں نے محبت کی ایک قسم کا نام ''حب احسانی'' رکھا ہے اور اس کی تشریح فرماتے ہوئے ایک تاریخی واقعہ بطور مثال پیش فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں

''کبھی منشاء میل ومحبت کا احسان ہوتا ہے کیونکہ الانسان عبدالاحسان' یہ تجربہ کی بات ہے کہ اسباب محبت میں سے احسان ایک اہم سبب ہے چنانچہ خلیفہ مامون الرشید اور ان کے وزیر جعفر برمکی کا واقعہ ہے کہ وزیر بہت ہی دانا اور عقلمند تھا۔ بادشاہ نے ایک روز وزیر سے کہا کہ تم کو جو مانگنا ہو مانگو میں دوں گا۔ وزیر نے کہا کہ حضرت میں یہ دعا مانگتا ہوں کہ آپ میرے لڑکے سے محبت کرنے لگیں۔ بادشاہ نے تعجب سے کہا کہ یہ بات تو تم نے عقلمندی کی نہیں کی۔ کیا حبت کوئی اختیار چیز ہے کہ میں تمہارے لڑکے سے محبت کرنے لگوں۔ وزیر نے کہا کہ منشاء وسبب اس کا اختیاری ہو سکتا ہے آپ میرے لڑکے پر احسانات کرتے رہیں۔ لامحالہ اس کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہوگی اور وہ آپ سے محبت کرے گا تو پھر آپ کے دل میں بھی اس کی جگہ پیدا ہوگی۔ اس عقلمندی پر مامون بہت خوش ہوا۔ الغرض احسان و ہمدردی باعث ومنشاء ہوتا ہے میلان قلب اور محبت کا اور چونکہ احسان وہمدردی کرنا ایک اختیار فعل ہے اس لیے یہ محبت بھی اختیاری ہوگی۔ آسانی کے لیے اس کا نام ''حب احسانی'' رکھ لو۔ (۴۹)

امثال ونظائر سے مفسر قرآن' مصنف فتح الملہم اور شارح بخاری علامہ شبیر احمد عثمانی پر گفتگو ناتمام ہے تاہم اس مضمون میں اتنی ہی گنجائش تھی۔ اختتام دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مرحوم کی اس تجویز پر کیا جارہا ہے کہ جو علامہ عثمانی اور ان کی خدمات پر ایک جامع تبصرہ ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی مرحوم بھی علماء دیوبند کے اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں جنہوں نے قرآن وحدیث کی بے مثال خدمت درس وتدریس' شرح وتفسیر اور وعظ وارشاد کی شکل میں انجام دی۔ ترجمہ شیخ الہند پر ان کے حواشی اور صحیح سملم کی فقید المثال شرح فتح الملہم' عرب وعجم سے خراج تحسین پا چکے ہیں۔ فضل الباری حضرت عثمانی کی تصنیف نہیں بلکہ درسی تقریر اور امالئی بخاری شریف کا مجموعہ ہے جسے علامہ مرحوم کے ایک شاگرد نے درس بخاری کے دوران قلم بند کیا اور پھر صاحب تقریر نے نظر ثانی بھی فرمائی۔ علامہ مرحوم نے نہ صرف نظر ثانی کی بلکہ اضافے بھی کیے اور

حوالوں کے لیے کتب مراجعت کی نشاندہی بھی فرمائی۔ حدیث کی شرح وتوضیح میں علامہ مرحوم کا خاص انداز ہے۔ کلام وعقائد کے اختلافی مباحث کی تحقیق میں مکمل استقصاء اور پھر حتی الامکان اختلافات یا کم کرانے والی توجیہات' ہر اہم مسئلہ میں علماء تحقیق کے معرکتہ الاراء نظریات وآراء کے اقتباسات یا تلخیص' اسرار شریعت کی نشاندہی' راویان تحقیق کے معرکتہ آلاراء نظریات وآراء کے اقتباسات یا تلخیص' اسرار شریعت کی نشاندہی' راویان حدیث کے مختصر حالات اور پھر ان کی جرح وتعدیل' اسنادی مباحث سے تعرض' غریب الحدیث کا حل' مذہب احناف کی مکمل تحقیق وترجیح اوران سب باتوں کے علاوہ اپنے اکابر اساتذہ کی عجیب وغریب تحقیقات اور شبہات قدیمہ کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے نئے مسائل اور شبہات کی روشنی میں ہر قسم کے شبہات کا قلع قمع اور دلائل نقلیہ کے ساتھ عقلی شواہد جسے عقل اور وجدان سلیم خودبخود قبول کرسکیں اور یہ سب کچھ بیان وتوضیح کے ساخاص ملکہ کے ساتھ جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نواز تھا۔ (۵۰)

قصہ مختصر علامہ عثمانی کی دینی اور قومی خدمات جلیل القدر ہیں۔ پاکستان کی تعمیر میں وہ قائداعظم مرحوم کے دوش بدوش نظر آتے رہیں۔ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کو "قرارداد مقاصد" کی منظوری کا جو شرف اور سعادت حاصل ہوئی علامہ مرحوم کے فکر وعمل کی بہت کچھ کارفرمائی تھی۔ پاکستان کو قرآن وسنت کی بنیاد اور منہاج پر "اسلامی حکومت" بنانا علامہ عثمانی کا مقصد حیات تھا۔ وہ اسی مقصد کے لیے جی رہے تھے کہ اتنے میں جان آفرین کے یہاں سے بلاوا آن پہنچا کہ

"اے میرے بندے اپنا کام دوسروں کو سونپ کر ہمارے یہاں چلا آ"

دفتر ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات

اب ہم سب کا فرض یہ ہے کہ علامہ مرحوم کے مقصد کے حصول کے لیے جو حقیقت میں اسلام کا مقصد ہے جدوجہد کریں۔ حکومت پاکستان کو اسلامی سانچے میں ڈھال کر اللہ کے فرمانبردار اور اطاعت گزار بندے بن جائیں۔ شیخ الاسلام اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ فنا جوہر "جان کے لیے مقدر کردی گئی ہے اس کی دست برد سے وہ بھی نہ بچ سکے۔ ہم جو آج جی رہے ہیں ہم پر بھی یہ گھڑی آنے والی ہے۔ شیریں' ناموریاں اور مال وزر کے انبار سب اسی دنیا میں رہ جاتے ہیں۔ جو زادراہ ساتھ جائے گا وہ صرف "اعمال" ہیں اور یہی توشہ آخرت ہے۔ آیئے اس

منزل کے لیے کچھ کر رکھیں۔ (۵۱)

جو ہر انسان عدم سے آشنا ہوتا نہیں
آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں (اقبال)

حواشی و حوالہ جات

۱۔ یادرفتگاں مرتب
۲۔ ماہنامہ فاران ۱۹۵۰ء جنوری
۳۔ یادرفتگاں
۴۔ بیس بڑے مسلمان/عبدالرشید/مکتبہ رشیدیہ لاہور/ص ۵۲۵
۵۔ فضل الباری/شرح البخاری/جلد اول/ص ۴۱
۶۔ ایضاً
۷۔ بیس بڑے مسلمان/عبدالرشید/مکتبہ رشیدیہ لاہور/ص ۵۵۱
۸۔ کلیم آفتاب قریشی/شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی/مطبوعہ اردو ڈائجسٹ/آزادی نمبر/۱۹۹۶ء/ص ۱۰۱
۹۔ ایضاً
۱۰۔ فضل الباری/شرح البخاری/ج۔۱/ص ۴۷
۱۱۔ تجلیات عثمانی/پروفیسر انوار الحق شیرکوٹی/ادارہ نشر المعارف/ملتان/۱۹۵۷ء/ص ۱۵
۱۲۔ روائداد موتمر الانصار/مراد آباد/سوانح شیخ الاسلام/فضل الباری/جلد اول/ص ۳۹
۱۳۔ اکابر علماء دیوبند/حافظ محمد اکبر شاہ بخاری/لاہور/ادارہ اسلامیات/ص ۱۰۴
۱۴۔ ترجمہ فتح الملہم/جلد اول/آخری صفحہ
۱۵۔ اخبار الجمیعۃ دہلی/ماہ دسمبر/۱۹۴۹ء
۱۶۔ تالیفات عثمانی/ادارہ اسلامیات/لاہور/ستمبر ۱۹۹۰ء/
۱۷۔ خطبات ومکتوبات عثمانی/ادارہ دارالشعور/لاہور/ص ۲۷۲
۱۸۔ تالیفات عثمانی/ادارہ اسلامیات
۱۹۔ ایضاً
۲۰۔ اخبار الجمیعۃ دہلی/۱۷ دسمبر ۱۹۴۹ء میں مولانا کے ہمعصر رفقاء نے ہمہ جہت شخصیت کا تذکرہ

کیا۔

۲۱۔ یادرفتگان/ حصہ اول/ مرتبہ طالب ہاشمی

۲۲۔ مولانا کے ہمعصر رفقاء نے ہمہ جہت شخصیت کا تذکرہ کیا۔

۲۳۔ پروفیسر انوار محسن شیر کوٹی/ تجلیات عثمانی/ ص ۲۰۶

۲۴۔ ایضاً

۲۵۔ مولانا محمد یحیٰ صدیقی/ فضل الباری کا منظر اور پس منظر/ آغاز فصل الباری شرح اردو صحیح بخاری جلد اول الرابطہ العلمیہ کراچی نومبر ۱۹۷۳ء/ ص ۲۲

۲۶۔ پروفیسر مولانا محدم اشرف/ دیوبندی مدرسہ فکر/ مطبوعہ ماہنامہ الرشید لاہور کا دار العلوم دیوبند نمبر

۲۷۔ مولانا محمد میاں نے آپ کی تفسیری خدمات کی وجہ سے آپ کو ''مفسر اعظم'' کا خطاب دیا جبکہ مفتی اللہ آپ کو آپ کے مقام حدیث کی وجہ سے ''محدث پاکباز'' کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔

۲۸۔ علامہ زاہد الکوثری استنبول (ترکی) کے رہنے والے ممتاز عالم دین تھے اور خلافت عثمانی کے آخری دور میں شیخ الاسلام کے منصب پر فائد تھے۔

۲۹۔ الشیخ محدم زاہد الکوثری/ مقالات الکوثری/ کراچی

۳۰۔ فتح الملہم/ جلد ۳

۳۱۔ صدق لکھنو/ دسمبر ۱۹۴۹ء/ معارف اعظم گڑھ/ اپریل ۱۹۵۰ء

۳۲۔ ایضاً/۳۰

۳۳۔ مفتی محمد رفیع عثمانی/ درس مسلم (افادات)/ مکتبہ نعمانیہ کراچی/ ص ۹۴

۳۴۔ پروفیسر مولانا عبدالرحمان کاشمیری/ وتبصرہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم (غیر مطبوعہ)

۳۵۔ پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی/ تجلیات عثمانی/ ص ۲۰۹۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳

۳۶۔ ناشر نے خصوصیات فتح الملہم کے ٹائٹل کے بعد آغاز ہی میں درج کردی ہیں۔ پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی سے ان کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ تجلیات عثمانی میں ص ۲۲۴ سے ص ۲۲۴ تک یہ تفصیلات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

۳۷۔ جسٹس محمد تقی عثمانی/ اکابر دیوبند کیا تھے؟/ ادارہ المعارف/ کراچی/ ۲۰۰۰/ ص ۷۸

۳۸۔ مولانا محمد یحیٰ صدیقی/ فضل الباری کا منظر اور پس منظر/ ص ۲۲

۳۹۔ مولانا محدم یوسف بنوری/ تبصرہ فضل الباری/ جلد اول/ ص ۳۲

۴۰۔ مولانا محمد یحییٰ صدیقی/ فضل الباری کا منظر اور پس منظر/ ص ۲۲۔۲۳

۴۱۔ مولانا قاضی عبدالرحمان مرتب فضل الباری کے مختصر حالات اور تعارف پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی نے فضل الباری کی جلد اول میں تحریر کیے ہیں۔ المختصر دار العلوم دیو بند کے فارغ التحصیل اور مولانا حسین احمد مدنی کے شاگرد تھے۔

۴۲۔ علامہ شبیر احمد عثمانی/ فضل الباری/ جلد اول/ ص ۲۰

۴۳۔ ایضاً/ جل اول ص ۲۵

۴۴۔ ایضاً (جذبات منظوم/ ماہر القادری مدیر ماہنامہ فاران ج اول) ص ۲۷

۴۵۔ ایضاً/ جلد اول/ ص ۳۲

۴۶۔ ایضاً/ جلد اول/ ص ۳۴۔۳۵

۴۷۔ علامہ شبیر احمد عثمانی، فضل الباری/ جلد ثانی الرابطہ العلمیہ/ کراچی ۱۹۷۵ء

۴۸۔ تفصیلات کے لیے دیکھیئے جلد اول/ ص ۱۱۵۔۲۲۳ (اکتاب الوحی/ باب نمبر ۱)

۴۹۔ علامہ شبیر احمد عثمانی/ فضل الباری/ جلد اول/ ص ۳۳۷)

۵۰۔ ایضاً

۵۱۔ ماہنامہ فاران/ جنوری ۱۹۵۰ء

جہاد اور دہشت گردی کا فرق
سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں
مصنّف
پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی
مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
(زیر طبع)

علامہ عثمانیؒ پر معلومات عامہ کے سوالات اور ان کے جوابات

علامہ عثمانیؒ سیمینار کے موقع پر طلباء سے درج ذیل سوال کئے گئے

تحقیق وترتیب: پروفیسر محمد شعیب ایم اے، ایم فل مطالعہ پاکستان

پروفیسر محمد شعیب

(۱) بتایئے علامہ شبیر احمد عثمانی کب اور کہاں پیدا ہوئے؟	تمبر ۱۹۸۵ء بجنور یوپی
(۲) بتایئے علامہ شبیر احمد عثمانی کے والد کا نام کیا تھا؟	مولانا فضل الرحمٰن عثمانی
(۳) بتایئے علامہ شبیر احمد عثمانی کے کتنے بھائی تھے؟	مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، حبیب الرحمٰن عثمانی ، مطلوب الرحمٰن، عتیق الرحمٰن وغیرہ
(۴) کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ علامہ شبیر احمد عثمانی کا اصل نام کیا تھا؟	فضل اللہ
(۵) کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ علامہ شبیر احمد عثمانی کا نام "شبیر" کس مناسبت سے منسوب ہے؟	"۱۰ محرم الحرام شہادت شبیر"
(۶) کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ علامہ شبیر احمد عثمانی نے برصغیر کے کس مشہور دینی مدرسہ سے تعلیم حاصل کی تھی؟	دار العلوم دیوبند
(۷) کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ علامہ شبیر احمد عثمانی کس مدرسہ کے مہتمم (چانسلر) بنے تھے؟	دار العلوم دیوبند
(۸) کیا آپ علامہ شبیر احمد عثمانی کے کسی استاذ کا نام بتا سکتے ہیں؟	مولانا محمود حسن
(۹) کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ علامہ شبیر احمد عثمانی ۱۹۲۸ء سے ۱۹۴۳ء تک کس مدرسے میں درس دیتے رہے؟	جامعہ ڈھابیل
(۱۰) کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ۱۹۰۷ء سے کب تک علامہ شبیر احمد عثمانی دار العلوم دیوبند سے وابستہ رہے؟	۱۹۴۳ء
(۱۱) ۱۹۱۹ء میں جب جمعیت علماء ہند کا قیام عمل میں آیا تو علامہ	ورکنگ کمیٹی مجلس منتظمہ

شبیراحمد عثمانی کس کمیٹی کے رکن تھے؟

(۱۲) بتائیے علامہ شبیراحمد عثمانی نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کب کیا تھا؟	۱۹۴۲ء
(۱۳) بتائیے علامہ شبیراحمد عثمانی کے والد محترم سرکاری مدارس میں کس منصب پر فائز تھے؟	ڈپٹی مدارس اسکول
(۱۴) بتائیے علامہ شبیراحمد عثمانی کے والد کس کالج سے فارغ التحصیل تھے؟	دہلی کالج
(۱۵) بتائیے علامہ شبیراحمد عثمانی کے والد دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن کتنے سال تک رہے؟	۴۳ سال
(۱۶) بتائیے علامہ شبیراحمد عثمانی کی شادی کب ہوئی تھی؟	۱۹۰۳ء
(۱۷) بتائیے جنگ بلقان ۱۹۱۲ء کے زمانے میں علامہ شبیر احمد عثمانی نے کس انجمن کی تحریک میں حصہ لیا تھا؟	انجمن ہلال احمر
(۱۸) بتائیے علامہ شبیراحمد عثمانی نے اپنا مقالہ ''الاسلام'' کس شہر میں پڑھا تھا؟	میرٹھ
(۱۹) بتائیے علامہ شبیراحمد عثمانی نے اپنا مقالہ ''الاسلام'' کس سن میں پڑھا تھا؟	۱۹۱۱ء
(۲۰) بتائیے علامہ شبیراحمد عثمانی نے میرٹھ شہر میں اپنا مضمون کس عنوان سے پڑھا تھا؟	الدارالاخرۃ
(۲۱) بتائیے علامہ شبیراحمد عثمانی نے اپنا مضمون ''الدار الاخرۃ'' کس سن میں پڑھا تھا؟	۱۹۱۲ء
(۲۲) بتائیے علامہ شبیراحمد عثمانی نے جمعیت الانصار نامی تنظیم کی شاخ کس شہر میں قائم کی تھی؟	کراچی
(۲۳) بتائیے علامہ شبیراحمد عثمانی نے خطبہ ترک موالات کس شہر میں بیان کیا؟	مدراس
(۲۴) بتائیے علامہ شبیراحمد عثمانی نے خطبہ ترک موالات کب پیش کیا؟	۱۹۱۹ء
(۲۵) بتائیے خطبہ ترک موالات مولانا شبیراحمد عثمانی نے کس شخصیت کے زیر صدارت بیان کیا؟	مولانا محمود حسن دیوبندی

(۲۶) بتایئے علامہ شبیر احمد عثمانی کے استاد مولانا محمود حسن کس لقب سے مشہور ہیں؟	اسیر مالٹا شیخ الہند
(۲۷) علامہ شبیر احمد عثمانی کے کسی ایک دوست کا نام بیان کریں؟	مولانا عماد الدین شیر کوٹی
(۲۸) بتایئے علامہ شبیر احمد عثمانی نے جمعیت العلماء ہند سے کب استعفیٰ دیا؟	۱۹۴۵ء
(۲۹) بتایئے علامہ شبیر احمد عثمانی نے کب سے مسلم لیگ کی مکمل حمایت اور موقف کو درست قرار دیا؟	۱۹۴۵ء
(۳۰) بتایئے جمعیت الاسلام کب قائم ہوئی؟	۱۹۴۵ء
(۳۱) بتایئے مکالمۃ الصدرین کن دو علماؤں کے درمیان ہوا؟	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا حسین مدنیؒ
(۳۲) بتایئے مکالمۃ الصدرین کس سن میں منعقد ہوا؟	۷ دسمبر ۱۹۴۳ء
(۳۳) بتایئے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو علامہ شبیر احمد عثمانی نے کیا تاریخی اور اہم کارنامہ انجام دیا؟	پرچم کشائی کی تقریب
(۳۴) بتایئے علامہ شبیر احمد عثمانی نے کس شخصیت کی نامکمل تفسیر کو مکمل کیا تھا؟	مولانا محمود الحسن
(۳۵) بتایئے علامہ عثمانی کی تفسیر کس نام سے مشہور ہے؟	تفسیر عثمانی
(۳۶) تفسیر عثمانی کا انگریزی میں ترجمہ کس نے اور کتنی جلدوں میں کیا؟	مولانا محمد اشفاق 1985ء تین جلدیں
(۳۷) پاکستان کے کس ہمسایہ ملک میں تفسیر عثمانی کا تین جلدوں میں فارسی ترجمہ چھپا؟	افغانستان
(۳۸) بتایئے روزنامہ امروز لاہور نے ۲۵ فروری 1985ء سے تفسیر عثمانی کس عنوان اور کتنے عرصے میں مکمل شائع کی؟	ساڑھے چھ سال میں، تعلیم القرآن کے نام سے
(۳۹) بتایئے علامہ شبیر احمد عثمانی نے ورلڈ مسلم کانفرنس میں کس عنوان سے خطبہ بیان کیا؟	خطبہ موتمر اسلامی
(۴۰) بتایئے ورلڈ مسلم کانفرنس کس شہر میں اور کب منعقد ہوئی؟	۲۰،۲۱،۲۲ فروری ۱۹۴۸ء

(۴۱) بتایئے ورلڈ مسلم کانفرنس میں کتنے اسلامی ملکوں نے شرکت کی تھی؟	۱۱۶ اسلامی ممالک
(۴۲) ورلڈ مسلم کانفرنس میں شریک چند مسلم ملکوں کے نام بیان کریں؟	سعودی عرب، عراق، ایران، افغانستان
(۴۳) بتایئے ورلڈ مسلم کانفرنس کراچی کے صدر نشین کون تھے؟	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
(۴۴) بتایئے علامہ شبیر احمد عثمانی کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی تھی؟	مولانا مفتی محمد شفیعؒ
(۴۵) علامہ عثمانی کی رسم بسم اللہ کس استاذ کے پاس ہوئی تھی؟	محمد عظیم دیوبندیؒ
(۴۶) علامہ شبیر احمد عثمانی نے اپنا گھر بیچ کر کون سا فریضہ سرانجام دیا تھا؟	حج بیت اللہ
(۴۷) علامہ شبیر احمد عثمانی شاہ حجاز کی دعوت پر سعودی عرب کب تشریف لے گئے؟	۱۹۲۹ء
(۴۸) علامہ شبیر احمد عثمانی کراچی کب تشریف لائے؟	۱۹ اگست ۱۹۴۷ء
(۴۹) مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنا عمامہ کس شخصیت کے سر پر رکھا تھا؟	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
(۵۰) علامہ شبیر احمد عثمانی کی حدیث کی کس کتاب کو شہرت حاصل ہوئی؟	فتح الملہم
(۵۱) بتایئے حیات عثمانی، خطبات عثمانی، تجلیات عثمانی کس مصنف کی کتابوں کے نام ہیں؟	پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی
(۵۲) بتایئے علامہ شبیر احمد عثمانی کس کی وفات کے بعد مسلم شریف پڑھاتے رہے؟	مولانا محمود الحسن
(۵۳) بتایئے علامہ شبیر احمد عثمانی کے سوانح نگاروں نے آپ کو کن القابات سے پکارا ہے؟	محدث پاکباز، محدث یگانہ
ابتایئے ۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء کو علامہ شبیر احمد عثمانی نے کس سیت کی نماز جنازہ پڑھائی؟	بانی پاکستان قائداعظم

(۵۵) بتایئے علامہ شبیر احمد عثمانی کس تاریخ کو وزیر تعلیم کی دعوت پر بہاول پور تشریف لے گئے؟	۸ دسمبر ۱۹۴۹ء
(۵۶) بتایئے علامہ شبیر احمد نے علم منطق اور علم فلسفہ کس استاذ سے پڑھا تھا؟	مولانا غلام رسول صاحب
(۵۷) مولانا شبیر احمد عثمانی کے چند شاگردوں کے نام بیان کیجئے؟	مولانا سید مناظر احسن گیلانی، مولانا ادریس کاندہلوی، مفتی شفیع، مولانا یوسف بنوری وغیرہ
(۵۸) قمری سال کے اعتبار سے مولانا شبیر احمد عثمانی کی عمر کتنی تھی؟	۶۴ چونسٹھ سال ایک ماہ ۱۲ دن
(۵۹) علم الحدیث میں مولانا شبیر احمد عثمانی کی کس تصنیف کو حنفی نقطہ نظر سے صحیح مسلم کی پہلی شرح قرار دیا گیا تھا؟	فتح الملہم
(۶۰) بتایئے ۱۹۴۶ء کے انتخابات کے موقع پر علامہ شبیر احمد عثمانی نے کس سیاسی جماعت کی حمایت کی اور اس کے لئے کام کیا؟	مسلم لیگ
(۶۱) پاکستان میں اسلامی قانون کے نفاذ اور قرارداد کی منظوری کے سلسلے میں علامہ شبیر احمد عثمانی نے نمایاں خدمات انجام دیں بتایئے قوم نے انہیں کس لقب سے نوازا؟	شیخ الاسلام
(۶۲) علامہ شبیر احمد عثمانی کی چند تصانیف کے نام بتایئے؟	تفسیر عثمانی، الاسلام، العقل والنقل اعجاز القرآن، فتح الملہم، علم الکلام
(۶۳) کیا درست ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانی پاکستان کی پارلیمنٹ کے رکن رہے؟	جی ہاں
(۶۴) پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار علامہ شبیر احمد عثمانی کو خراج عقیدت کب پیش کیا گیا؟	۱۳ دسمبر ۱۹۷۳ء
(۶۵) علامہ شبیر احمد عثمانی نے بانی پاکستان کی تدفین کے وقت کون سے تاریخی کلمات ادا کیے؟	برصغیر میں اورنگزیب عالمگیر کے بعد اتنا بڑا مسلمان پیدا نہیں ہوا جس نے ۱۰ کروڑ مسلمانان ہند کے شکست خوردہ افراد کو مایوسیوں سے نکالا

(۶۶) بتایئے ۱۹۴۷ء میں کس صوبے کی استصواب رائے عامہ میں بڑھ چڑھ کر علامہ شبیر احمد عثمانی نے حصہ لیا؟	صوبہ سرحد
(۶۷) علامہ شبیر احمد عثمانی نے قرآن پاک کی تفسیر، تفسیر عثمانی لکھ کر دنیائے اسلام پر بڑا احسان کیا ہے بتایئے یہ الفاظ کس ممتاز شخصیت کے ہیں؟	حضرت محمد انور شاہ کشمیری
(۶۸) علامہ کس کی وساطت سے قرارداد مقاصد ۱۹۴۹ء میں اسمبلی میں پیش کی؟	وزیر اعظم لیاقت علی خاں
(۶۹) بتایئے علامہ شبیر احمد عثمانی نے مولانا سعید الدین کو کب خط کا تحریری جواب دیا؟	۸ نومبر ۱۹۴۵ء
(۷۰) بتایئے شورش صاحب کو علامہ عثمانی صاحب نے کب خط تحریر کیا؟	۱۲ نومبر ۱۹۴۵ء
(۷۱) بتایئے علامہ شبیر احمد عثمانی نے پنجاب کے شہر لاہور میں جو صدارتی خطبہ پڑھا اس کا عنوان کیا تھا؟	ہمارا پاکستان
(۷۲) بتایئے علامہ شبیر احمد عثمانی نے اپنا خطبہ ہمارا پاکستان کب اور کس کالج کے گراؤنڈ میں پڑھا؟	۱۹۴۶ء سے اسلامیہ کالج گراؤنڈ

مولانا منیب الرحمٰن عثمانیؒ ابن مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ سے انٹرویو

پچھلے دنوں مولانا پاکستان تشریف لائے آپ علامہ عثمانی کے خاندان سے تعلق رکھتے ھیں چیف ایڈیٹر نے انھیں قائد ملت گورنمنٹ کالج بھی مدعو کیا جہاں موصوف نے اساتذہ کرام سے ملاقات کی۔ مجلہ علوم اسلامیہ کی مجلس ادارت کے پروفیسر مفتی محمد عمار صاحب اور پروفیسر ثناء اللہ محمود صاحب نے چیف ایڈیٹر کی سربراھی میں موصوف سے ایك انٹرویو کیا جسے قارئین کے لئے خاص

پینل مجلّہ علوم اسلامیہ۔ آپ اپنے اور اپنے خاندان کے بارے میں کچھ بتائیں؟

مولانا عثمانی۔ میں نسبی اور خاندانی طور پر حضرت عثمانؓ سے تعلق رکھتا ہوں ہم ان کی اولاد ہیں ہمارا شجرہ دارالعلوم دیوبند میں محفوظ ہے ہمارے بڑے حضرت مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی تھے جو دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی اور مفتی اعظم ہند تھے۔ وہ میرے دادا تھے۔

پینل مجلّہ علوم اسلامیہ۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ کے بھائی تھے یہ حضرات کل کتنے برادران تھے؟

مولانا عثمانی۔ کل چھ بھائی تھے۔ سب سے بڑے مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ دوسرے مولانا حبیب الرحمٰن جو دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اول تھے تیسرے نمبر پر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ چوتھے مولانا مطلوب الرحمٰن عثمانیؒ جن کے صاحبزادے عامر عثمانی دارالعلوم دیوبند کے ماہنامہ تجلی کے مدیر تھے ان کے دو صاحبزادے زبیر اور اور عثمان عثمانی پی آئی بی کالونی کراچی میں رہتے ہیں پانچوے بھائی بابو فضل احمد جو برٹش حکومت میں پوسٹ ماسٹر جنرل تھے عالم دین بھی تھے، اور گریجویٹ بھی تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل تھے۔ چھٹے بھائی بابو سعید احمد عثمانی تھے یہ بھی عالم دین اور گریجویٹ تھے گورنمنٹ ملازمت میں رہے۔

مجلّہ علوم اسلامیہ۔ علامہ عثمانیؒ کے دیگر بھائی پاکستان تشریف کیوں نہیں لائے؟

مولانا عثمانی۔ مولانا شبیر احمد عثمانی تو چونکہ تحریک پاکستان کے صف اول کے قائدین میں سے تھے

اس لئے پاکستان آ گئے مولانا مطلوب الرحمٰن اپنے مریدین کی وجہ سے آئے اور ان کا انتقال کراچی میں ہوا۔

مجلّہ علوم اسلامیہ۔ مولانا مطلوب الرحمٰن عثمانی صاحبؒ تحریک ریشمی رومال میں کچھ خطوط لائے تھے کیا آپ کو ان کے بارے میں کچھ علم ہے؟

مولانا عثمانی۔ میں جہاں تک جانتا ہوں مولانا مطلوب الرحمٰن عثمانی سیاسی ذہن نہیں رکھتے تھے اخلاقی طور پر وہ خطوط لائیں ہوں تو میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ یا پھر تعمیل حکم میں لائیں ہوں مثلاً حضرت شیخ الہند نے فرما دیا ہوگا تو شاید اس حد تک انہوں نے کیا ہوگا۔

بہرحال مولانا کے دوسرے بھائی مولانا شبیر احمدؒ کی سیاست کے حق میں نہیں تھے۔

مجلّہ علوم اسلامیہ۔ آپ کے خیال میں علامہ عثمانیؒ کی پیروی نہ کرنے کا سبب کیا تھا جبکہ علامہ تو اس راہ میں مارے جانے پر پاکستان میں دفن ہونا پسند کرتے تھے؟

مولانا عثمانی۔ جیسا کہ میں نے بتایا کہ مولانا کے دیگر برادران تقسیم اور پاکستان کے حق میں نہیں تھے میرے علم میں اس حوالے سے مختلف باتیں آئی ہیں۔

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کہتے تھے کہ تقسیم سے طاقت کمزور پڑ جائے گی اور خلا پیدا ہو جائے گا مگر انہوں نے سیاست کے حوالے سے ایک لفظ بھی کبھی نہیں کہا۔ مولانا مطلوب الرحمٰن عثمانی دوسرے نمبر پر پاکستان آئے ہیں مگر دنیاوی اعتبار سے سیاسی آدمی نہیں تھے۔

مجلّہ علوم اسلامیہ۔ یہ بتائیے کہ کیا مولانا مطلوب الرحمٰنؒ کو حضرت شیخ الہندؒ سے خلافت حاصل تھی؟

مولانا عثمانی۔ حضرت شیخ سے بیعت کا تعلق تھا اور ان ہی کے سلسلے میں بیعت بھی کرتے تھے۔ مولانا عزیز الرحمٰن نے لوگوں کو بیعت کیا مگر اس کی تشہیر نہیں کی تمام برادران بیعت تھے مگر دوسروں کو بیعت نہیں کرتے تھے شاید دنیاوی منفعت کا شبہ تھا۔ مگر روحانی بیعت کا سلسلہ جاری رکھا تھا اور یہ سلسلہ میرے والد ماجدؒ نے بھی جاری رکھا تھا۔

مجلّہ علوم اسلامیہ۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو حضرت تھانویؒ صاحب سے خلافت ملی تھی؟

جواب۔ جی ہاں وہ ان کے باقاعدہ خلیفہ تھے البتہ شبیر صاحب کا میرے علم کے مطابق کوئی خلیفہ نہیں تھا؟

مجلّہ علوم اسلامیہ۔ مولانا مطلوبؒ نے کسی کو اپنا خلیفہ بنایا؟

مولانا عثمانی۔ میرے علم کے مطابق کسی کو خلافت نہیں دی تھی۔

مجلّہ علوم اسلامیہ۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سیاست میں آئے تحریک پاکستان میں حصہ لیا آپ نے کیا دیکھا؟ علامہ نے جو رول ادا کیا اس سے قیام پاکستان کس حد تک ممکن تھا؟

مولانا عثمانی۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے قیام پاکستان کی جدوجہد میں بہت بڑی محنت و کوشش کی تھی جس کی وجہ سے پاکستان وجود میں آیا ورنہ اگر علامہ اتنی محنت نہ کرتے تو ہندوستان تک کے لوگ ووٹ نہ دیتے اس وجہ سے ان کا مولانا مدنیؒ سے بھی اختلاف ہوگیا تھا مولانا کی طرف سے پاکستان کی موافقت میں اور مولانا مدنی کی طرف سے مخالفت میں شدت تھی۔ وہ دونوں میرے بزرگ ہیں کسی ایک کو صحیح اور غلط کہنے کی ہمت نہیں کرسکتا البتہ موجودہ عوام کرسکتے ہیں۔

مجلّہ علوم اسلامیہ۔ تقسیم ہند کے حوالے سے آپ کا نقطہ نظر کیا ہے؟

مولانا عثمانی۔ تقسیم مسلمانوں کے لئے فلاح و بہبود کا راستہ ثابت نہیں ہوا میں سیاست کے حوالے سے کچھ بھی نہیں بولنا چاہتا یہ ایک سیاسی سوال ہے۔

مجلّہ علوم اسلامیہ۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا نقطہ نظر اپنے خاندان پر اثر انداز کیوں نہیں ہوا؟

مولانا عثمانی۔ مولانا عزیز الرحمٰن بہت بڑے عالم تھے، مولانا حبیب الرحمٰن بھی بڑے عالم تھے ان حضرات کو دباؤ میں کوئی نہیں لاسکتا تھا۔ البتہ کوئی قائل کرنے کی کوشش کرتا۔ لیکن میرے علم کے مطابق علامہ شبیر احمد نے سیاسی معاملے میں کسی سے بحث نہیں کی نہ ہی کسی کو قائل کرنے کی کوشش کی علامہ اپنے نظریہ پر خود قائم تھے مگر اپنے بھائیوں کو قائل کرنے کی کوشش نہیں کرتے تھے میرے بڑے دادا (مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی) اللہ اللہ کرتے اور حقوق العباد کی تلقین کرتے ہوئے وفات پاگئے تھے۔

مجلّہ علوم اسلامیہ۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نے پاکستان میں کبھی کوئی جائیداد قبول نہیں کی کیا ہندوستان میں ان کی کوئی جائیداد تھی؟

مولانا عثمانی۔ محلہ گدی واڑہ دیوبند میں ان کا مکان تھا۔ جمیل ثانی نمبردار نے وہ خریدا تھا۔ اس سے پہلے کلیم میں وہ ایک ہندو کو دیدیا گیا تھا۔ پھر خاندان والوں نے میٹنگ کی خاندان والے غریب تھے اس لئے خرید نہ سکتے تھے البتہ جمیل نمبردار کو ترغیب دی گئی کہ وہ یہ مکان خرید لے تو اس کو اگرچہ ضرورت نہ تھی اس نے وہ مکان خرید لیا وہ ہندو بھی بڑا شریف آدمی تھا اسکو بعض دوسرے لوگوں اور ہندوؤں کی طرف سے رقم کی پیشکش ہوئی تھی مگر اس نے یہ دیکھ کر محلہ عثمانی خاندان کا ہے اس نے بیچ دیا اور اسے جمیل نے خرید لیا۔ ایک لکڑی کا دروازہ آپ (ڈاکٹر صلاح الدین ثانی) نے دیکھا

ہوگا وہ خود علامہ عثمانی کے زمانے کا تھا اس پر علامہ کا نام لکھا ہوا ہے جمیل نمبردار نے خاندان والوں کی درخواست پر دروازہ اب تک تبدیل نہیں کیا اس پر مولانا کا نام بھی جوں کا توں ہی لکھا ہے۔ جمیل نمبردار اب تک زندہ ہے۔

مجلہ علوم اسلامیہ۔ علامہ شبیر احمد عثمانی کی کوئی اولاد تھی؟

مولانا عثمانی۔ علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب لاولد تھے انہوں نے مولانا یحییٰ نامی ایک شخص کو ان کے بچپن ہی سے گود لے لیا تھا۔ ان کی اہلیہ کا نام آپا منی تھا وہ دادا کے ساتھ پاکستان آ گئے تھے میں خود تلاش میں ہوں کہ آپا منی کے بچے کہاں ہیں۔ شاید امریکہ میں ہیں۔

مجلہ علوم اسلامیہ۔ ڈاکٹر زیتون نامی خاتون کا علامہ سے کیا رشتہ ہے جو انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد میں ہیں؟

مولانا عثمانی۔ میں نہیں جانتا۔

مجلہ علوم اسلامیہ۔ علامہ شبیر احمد کے حوالے سے اور کوئی رشتہ دار ہیں؟

مولانا عثمانی۔ میرے علم میں نہیں ہیں دور دراز کے کوئی ہوں تو ہوں گے۔

مجلہ علوم اسلامیہ۔ مولانا مطلوب صاحب کے کوئی رشتہ دار زندہ ہیں؟

مولانا عثمانی۔ یوسف صاحب تھے ان کا انتقال ہو گیا۔ عامر عثمانی کتابوں کی دکان کے مالک تھے وہ بھی انتقال کر گئے۔ اکبر عارف دیو بند میں وفات پا گئے۔ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ مطلوب صاحب کی اولاد میں کوئی زندہ نہیں ہے۔

مجلہ علوم اسلامیہ۔ آپ پہلے بھی پاکستان آتے رہے ہیں۔ آپ نے کیا محسوس کیا کہ یہ وہی علامہ کی مساعی والا پاکستان ہے؟ یا علامہ کی مساعی ضائع ہو گئی؟

مولانا عثمانی۔ علامہ شبیر احمد عثمانی کا جو تصور تھا پاکستان کے بارے میں اس پاکستان سے موجودہ پاکستان بہت مختلف ہے، سب اقتدار کی رسہ کشی میں مصروف ہیں۔ ملک کی بھلائی مدنظر نہیں ہم نے بظاہر کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو خالص اس ملک کی بھلائی چاہنے والا ہو۔

مجلہ علوم اسلامیہ۔ آپ اہلیان پاکستان کو کچھ پیغام دینا چاہیں گے؟

مولانا عثمانی۔ میری خواہش اور دعا ہے کہ اسے استحکام نصیب ہو اور اہلیان پاکستان سے درخواست ہے کہ ملک کے لئے سوچئے، کسی کی ذات کیلئے نہیں سوچئے۔ ملک ترقی کرے گا تو آپ بھی مضبوط

ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اور شریعت مقدسہ نے یہ کہ دیا ہے کہ جہاں رہتے ہو وہاں کا بھلا چاہو، ہم جہاں رہتے ہیں وہاں کا بھلا چاہتے ہیں کہ ہمارا ملک مضبوط ہو۔ پاکستانیوں کو بھی ایسے ہی سوچنا چاہئے۔

مجلہ علوم اسلامیہ۔ ہندوستان کا کیا حال ہے؟

مولانا عثمانی۔ اچھا ہے۔ ہم خوش ہیں مذہبی آزادی حاصل ہے۔ میں مذاہب میں اتنا احترام محسوس کرتا ہوں کہ جہاں مسلمان برائے نام ہیں وہاں بھی مساجد موجود ہیں۔ اور کام کر رہی ہیں۔ ہندو کی پوجا کا وقت ہوتا ہے تو ہندو کوشش کرتے ہیں کہ ان کی گھنٹی بعد میں بجے پہلے آذان ہو جائے۔ اذان کو فوقیت دیتے اور احترام کرتے ہیں۔

مجلہ علوم اسلامیہ۔ آپ کیا سمجھتے ہیں ہندوستان میں مسلمانوں کا مستقبل محفوظ ہے؟

مولانا عثمانی۔ دیکھیں جناب ملک مضبوط ہوگا تو ہم بھی مضبوط ہوں گے ہمیں تو جینا مرنا وہیں ہے ہم مضبوط رہیں گے اور ملک کی بھلائی چاہیں گے تو ہمارا مستقبل بھی مضبوط ہوگا۔ اور پھر ہم جائیں گے کہاں؟ ہم تو کشتیاں جلا چکے ہیں۔ ہم مسلمانوں میں یکجہتی ہوگی تو ہم کامیاب رہیں گے۔

مجلہ علوم اسلامیہ۔ دینی مدارس کے معیار تعلیم کے حوالہ سے دونوں ملکوں میں آپ کیا فرق محسوس کرتے ہیں؟

مولانا عثمانی۔ وہاں جو اساتذہ ہیں وہ پرانے علماء ہیں اور وہ پرانے اساتذہ سے متاثر ہو کر نظام تعلیم اور معیار برقرار رکھے ہوئے ہیں پاکستان میں تو کچھ ہی حضرات آئے تھے باقی تو وہیں رہ گئے۔ جو حقیقت میں بزرگان دین تھے انہوں نے بڑے خلوص سے ان اداروں کو اور ان بزرگوں کی یادگاروں کا قائم رکھا۔ یہ سب ان کے اساتذہ کی تربیت کے مطابق ہے۔ الحمدللہ آج وہ ترقی پر ہیں صحیح طور پر تعلیم جاری وساری ہے میری ناقص رائے یہ ہے کہ ہندوستان کے تعلیمی اداروں سے پاکستانی تعلیمی اداروں کا معیار تعلیم کم ہے۔

مجلہ علوم اسلامیہ۔ ہمارے نظام پر ایک گزارش ہے کہ ہمارے نظام میں اردو کے ساتھ عربی بھی ہے دونوں زبانوں میں تعلیم دی جا رہی ہے بعض بڑے مدارس ایسے بھی ہیں کہ جہاں ذریعہ تعلیم عربی ہے تدریسی زبان عربی ہے۔ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ پاکستان میں کچھ اچھے حضرات افراد پیدا ہو رہے ہیں۔ مگر سابقہ دور کی طرح ہندوستان میں اب کوئی بڑی شخصیت پیدا نہیں ہو رہی ہے۔ جیسے پہلے علامہ عثمانی نے فتح الملہم لکھی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مرتب ہوا اور دیگر علمی کام ہوئے؟

مولانا عثمانی۔ میرے دادا نے تو فتاویٰ دار العلوم دیوبند لکھا اور دار العلوم دیوبند کو دے دیا اور جتنی علمی کوششیں تھیں ان سے کبھی کوئی ذاتی منفعت نہیں اٹھائی یہی حال علامہ شبیر احمدؒ عثمانی کا تھا (مولانا عثمانی نے ہمارے سوال کی بہ نسبت کوئی جواب نہیں دیا)

مجلّہ علوم اسلامیہ۔ کیا دینی مدارس میں عصری تعلیم دی جانی چاہئے پہلے کیا حال تھا؟

مولانا عثمانی۔ جی ہاں۔ پہلے علی میاں ندویؒ نے کوشش کی تھی دینی تعلیم کے ساتھ دنیاوی تعلیم اور یہ ہونا چاہئے۔

مجلّہ علوم اسلامیہ۔ آپ کی رائے کیا ہے کیا آپ اسے ضروری سمجھتے ہیں؟

مولانا عثمانی۔ جی ہاں ضروری ہے ساؤتھ انڈیا میں تعلیم اسی طرح جاری ہے دیوبند میں بھی عصری تعلیم دی جارہی ہے اور اچھا رسپونس مل رہا ہے۔

مجلّہ علوم اسلامیہ۔ آپ کے خیال میں کون سے علوم ہونے چاہئیں۔ جو اہل مدارس کو پڑھانے چاہئیں؟

مولانا عثمانی۔ ہمارے ہاں تو جغرافیہ، سائنس، میتھ اور انگریزی پڑھائی جاتی ہے۔ البتہ سرکاری زبان جو کہ ہندی ہے اس سے بھی واقفیت ضروری ہے ورنہ وہاں چلنا مشکل ہوگا۔

لہٰذا ہندی بحیثیت سرکاری زبان کے اور پھر اردو عربی تو لازمی ہی ہے۔ مگر مذکورہ چار چیزیں بہت اہم اور ضروری ہیں۔ اگر دینی مدرسے کا طالبعلم دونوں تعلیم حاصل کرلے تو اسے اپنی معیشت سنبھالنے میں بڑا سہارا ملے گا۔ ندوۃ میں یہ سلسلہ اسی سوچ کے اعتبار سے شروع کیا گیا تھا۔ دیوبند میں چونکہ تصوف اور للّٰہیت غالب تھی اس لئے اس طرف دھیان نہیں دیا گیا بلکہ یوں کہئے کہ انہوں نے اس چیز کو پسند ہی نہیں کیا۔

مجلّہ علوم اسلامیہ۔ حضرت آپ سے بہت مفید معلومات علامہ کے حوالے سے معلوم ہوئیں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ کی تشریف آوری کا بہت بہت شکریہ۔

مولانا عثمانی۔ میں تو آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھ ناچیز کو اس عزت افزائی کے قابل سمجھا اور اپنے کالج میں بلایا اتنی عزت دی۔

مجلّہ علوم اسلامیہ۔ حضرت آپ کی آمد کا ہمیں علم ہوتا تو چند پہلے ہمارے پروگرام میں مولانا سید سلمان ندوی ابن سید سلیمان ندویؒ تشریف لائے تھے ان کے ساتھ آپ کو بھی مدعو کرتے بہر حال آپ کا پھر سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

پاکستان کا قیام واستحکام کیوں ضروری ہے (خطبہ لاہور)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

کتابی شکل میں موجود زیر نظر مضمون ’’حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کا وہ خطبہ صدارت ہے جو آپ نے صوبہ پنجاب علماء اسلام کانفرنس منعقدہ ۲۵ تا ۲۷ جنوری ۱۹۴۶ء میں صدر نشین کی حیثیت سے پیش کیا تھا اور جسے نفیس سیکریٹری حیدرآباد دکن نے ۱۹۴۶ء میں شائع کیا تھا۔

بشکریہ: بریگیڈیئر ڈاکٹر فیوض الرحمٰن صاحب اور جی ایچ کیو پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’’ الحمداللّٰہ رب العلمین. والعاقبة للمتقین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ وصحبہ اجمعین.

امابعد۔ آپ نے اپنے حسن ظن کی بناء پر جمعیۃ علماء اسلام کی اس پہلی صوبائی کانفرنس کا صدر تجویز فرما کر مجھے جو عزت بخشی۔ اللہ تعالیٰ اس کی لاج رکھ لے۔ آپ کے نیک گمان کو میرے حق میں قدرت کاملہ سے سچا دکھائے۔ اور ایک ادنیٰ خادم دین کی قدر افزائی کا صلہ دین وملت کی کسی عظیم فلاح وکامرانی کی صورت میں سب کو مرحمت فرمائے۔ بس یہی میری طرف سے متضرعانہ دعا اور یہی میری طرف سے آپ کا مخلصانہ شکریہ ہے۔ کیا میرے بھائی اس میں قناعت کریں گے؟

میں جلسوں کے آداب وحقوق اور منصب صدرات کی فنی رسوم وفرائض سے نہ پوری طرح واقف ہوں نہ اپنی افتاد طبیعت سے ان کے انجام دینے کی قدرت وصلاحیت رکھتا ہوں اس لئے میں آپ کے تخمینہ یا عصری معیار کے مطابق کوئی خطبہ پیش نہ کرسکوں تو مجھے معذور سمجھئے۔

میرا مشورہ تو دوسروں کے لئے بھی یہی ہے کہ اب مسلمانوں کے پاس اپنے قومی جہاز کو شدید ترین گرداب بلا سے نکالتے ہوئے اتنا فضول وقت نہیں بچنا چاہئے جس میں اہم اور ضروری مقاصد کو چھوڑ کر ہم محض اپنی علمی قابلیت کا اظہار اور رسمی وزبانی شکریوں کی نمائش کیا کریں۔

علماء ومشائخ کے فرائض منصبی: ہم مسلمانوں اور خصوصاً علماء امت کو اپنی مجالس عامہ و خاصہ میں تتبع کرنا چاہئے قرون اولیٰ کی سادہ اور بے لوث مجالس کا۔ ان کا مختصر اور پر مغز تقریروں اور طویل وعریض سلسلہ عمل کا۔ ان کی مشاورت اور تبادلہ آراء افکار کے بہترین اصول کا۔ ان کی نہایت ہی مخلصانہ تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کا۔ ان کے عمل بالمعروف اور نہی عن المنکر کا۔ اور اصلاح ذات البین کی مفید و منتج گفتگوؤں کا۔ غرض کے اللہ سبحانہ تعالیٰ کے اس مطرود منعکس ارشاد پر ٹھیک ٹھیک عمل پیرا ہونے کا۔

لاخیر فی کثیر من نجوھم الا من امر بصدقة او معروف او اصلاح بین الناس(النساء: ۱۱۴)

”ان کی کثرت مجالس میں کوئی بھلائی نہیں۔ بجز اس شخص کے جو امر کرے خیرات کا یا کسی اچھی اور معقول بات کا یا اصلاح ذات البین کا۔“

حضرت عثمانؓ کا تاریخی فیصلہ: اے حضرات علماء کرام! میں نہ کوئی خطیب ہوں اور نہ کوئی گویائی کی ایسی ممتاز قوت رکھتا ہوں جس سے دوسرے حضرات محروم ہوں۔ بلکہ آپ اگر مجھے مجبور نہ کریں تو اس سے زیادہ ایک لفظ بھی نہیں بولنا چاہتا جو میرے جد بزرگوار خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذی النورینؓ نے مدینہ منورہ کے ممبر پر یہ فرمایا تھا کہ:۔

ایھا الناس انکم الی امام فعال احوج منکم الی امام قوال

”اے لوگوں! تم کو زیادہ کلام کرنے والے رہنما سے بڑھ کر بہت زیادہ کام کرنے والے رہنما کی ضرورت ہے“

مگر جب آپ حضرات نے محض اپنی مہربانی اور حسن ظن سے مجھے اس مقام پر کھڑا ہونے کے لئے مامور فرمایا ہے تو میرا فرض ہے کہ اپنی اور آپ کی بلکہ تمام لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہنے والے مسلمانوں کی صلاح وفلاح سے متعلق نظر بحالات موجودہ جو میرے ناچیز خیالات ہیں وہ مختصراً بلا کم وکاست آپ کے سامنے رکھ دوں۔

میں آج زندہ دلان پنجاب کے ماحول میں اپنے اندر بھی ایک قسم کی زندہ دلی محسوس کر رہا ہوں۔

اور مجھے امید ہے کہ پاکستان کے قلب وجگر سے جو صدائے حق بلند ہوگی اس کی گونج اخوت اسلامی کی عروق وشرائین کے ذریعے بہت تیزی کے ساتھ تمام جسد پاکستان بلکہ ملک ہند کے تمام اعضاء میں پھیل جائے گی۔ اس وقت پورا حوالہ مجھے یاد نہیں رہا، لیکن پورے جزم وثوق کے ساتھ عرض کرسکتا ہوں کہ اب سے تقریباً ساڑھے تین سو سال قبل حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنی کسی تحریر میں ازراہ کشف ارشاد فرمایا تھا کہ آج کل رسول مقبول ﷺ کی خصوصی توجہ یا نظر التفات شہر لاہور پر مرتکز ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی نظر کرم: میں سوچتا ہوں کہ لاہور کے حق میں کیا اس محبوب خدا اور آقائے دوجہاں ﷺ کی وہ نظر کیمیا اثر خالی جاسکتی ہے؟ وہ نگاہ ولطف کرم جس کی ایک معمولی جھپک ہزار سالہ بت پرست کو ایک آن میں ولی کامل بنا دے۔ جو مدت کے بگڑے ہوئے شیطانوں کو ایک لمحے میں درست اور پاک وصاف بنا کر فرشتوں کے زمرے میں شامل کردے۔ جو ذراسی دیر میں قلوب ارواح کی دنیا بدل ڈالے، ملکوں اور قوموں کی کایا پلٹ کر رکھ دے۔ کیا چند صدیوں کی مسافت زمانی نے لاہور کے مستقبل کو اس انقلاب آفریں نگاہ تلطف کی عظیم تاثیر وتصوف کی فیض سے بالکلیہ محروم کردیا ہوگا۔ ہرگز نہیں۔ ان کی شان تو یہ ہے۔

درفشانی نے تیرے قطروں کو دریا کردیا دل کو روشن کردیا آنکھوں کو بینا کردیا
جو نہ تھے خود راہ پر دنیا کے ہادی بن گئے کیا نگاہ تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

غور کیجیے مردے اس نگاہ سے صرف زندہ نہیں ہوئے بلکہ مسیحا بن گئے جن کی مسیحائی سے کروڑوں مردوں کو حیات تازہ حاصل ہوئی۔

حضرت شیخ مجددؒ کا نعرہ حق: یہ چیز بھی لائق غور ہے کہ حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ (جن کو لاہور کی یہ شہادت مکشوف ہوئی) وہی بزرگ ہیں جنہوں نے اکبر بادشاہ کی بنائی ہوئی "قومیت متحدہ" اور نام نہاد دین الٰہی کے مقابلہ پر تاریخی جہاد کیا تھا۔ ممکن ہے ان کے مذکورہ بالا کشف سے ادھر بھی اشارہ ہو کہ آگے چل کر جب قومیت متحدہ ایک دوسرے رنگ میں اکبر کا دین الٰہی گاندھی ازم کی شکل میں ظہور کرے گا۔ اس وقت رسول اکرم ﷺ کی توجہ گرامی اور التفات خصوصی کی بدولت لاہور ہی وہ مقام ہوگا جہاں سے ان نئے بتوں کو توڑنے کی پہلی آواز بلند ہوگی۔ پھیلے گی، پھلے گی اور پھولے گی۔

حضرت شیخ الہند کا آخری پیغام: بہر حال آج اس نئی مہم کا ابتدائی منظر ہمارے سامنے ہے۔ "جداگانہ قومیت" کا عقیدہ تو ہمیشہ سے مسلمانوں کے جزرقلوب میں بطور ایک مفروضہ مسئلہ کے مرتسم و متمکن ہے۔ اور کانگریس کے چند سالہ شوروغل سے پہلے کوئی اس پر نظر ثانی کی ضرورت بھی نہ سمجھتا تھا۔ چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ کے آخری پیغام صدارت میں جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس دہلی کے موقع پر حضرت کی وفات سے نو دن پہلے پڑھا گیا۔ ہندو اور مسلمان کے دوقوم ہونے کا تصریح موجود ہے۔ کسی شخص نے آج تک اس پر حرف گیری نہیں کی۔

ہاں ہندوستان کے مسئلہ کا ابتداءً حل لاہور کی آرام گاہ میں سونے والے ڈاکٹر اقبال مرحوم کے قلم سے ۱۹۳۰ میں سامنے آیا۔ لیکن یہ نام "پاکستان" علامہ اقبال مرحوم کا تجویز کردہ نہیں۔ بلکہ پیام اقبال کے ایک پرجوش علمبردار چودھری رحمت علی صاحب نے ۱۹۳۲ میں اس تجویز کو نام دیا ہے جو آگے چل اختصار کی وجہ سے لوگوں میں مقبول ہوگیا۔ تقسیم ہند کی اس تجویز پر جس کا اصل نام پاکستان ہے اور جس کے اصل واضع علامہ اقبال مرحوم ہیں۔ آخر کار قدرے ترمیم وتغیر کے ساتھ آپ کے اس تاریخی شہر لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ نے مہر تصدیق ثبت کردی۔ اور آج پاکستان جمہور مسلمانان ہند کے لئے ایک گرم اور جوش پیدا کرنے والا نعرہ نہیں بلکہ ایک مضبوط اور اٹل سیاسی عقیدہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اب پاکستان کا نام آنے پر ان کے دلوں میں مسرت وابتہاج کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اور وہ یہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ ہمارا درخشاں مستقبل گویا ہماری طرف تیزی سے بڑھا چلا آرہا ہے۔ مسلمان اپنے نصب العین کے متعلق جب یہ یقین حاصل کرلے اور مطمئن ہوجائے کہ اسلامی نقطہ نظر سے وہ صاف، واضح، غیر مبہم اور بے غبار ہے۔ تو اس کے حصول کیلئے اس کو کوئی قربانی بھاری نہیں معلوم ہوتی۔ وہ آگ کے طوفان سے کھیلنے اور خون کے دریا میں کودنے کیلئے تیار ہوجاتا ہے۔ پھر وہ کسی دھمکی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اور ولب پٹیل جیسے ناعاقبت اندیش مدعیوں کے چیلنج کو بہت خوشی اور اطمینان سے منظور کرتا ہے۔

دور جاہلیت کی تاریکیاں: حضرات! اب ذرا آپ تیرہ سو اٹھتر برس پیچھے لوٹ جائیں۔ دیکھیے، دنیا کی فضا کس قدر بھیانک اور تاریک نظر آرہی ہے۔ ہر جگہ ظلم وستم، کفر وشرک، عصیان وطغیان، جبر واستبداد، وحشت وبہیمیت، اور شیطانی طاقتوں نے کس طرح پیر جمار کھے تھے۔ امن واطمینان کی ایک کرن بھی کہیں نظر نہیں آتی تھی تیرو تار گھٹاؤں نے دن کو رات بنادیا تھا۔ ان ہی

خوفناک اندھیریوں میں دفعتاً مکہ کی پہاڑیوں پر ایک چمک دکھائی دی۔ رحمت کا بادل زور سے گرجا اور کڑکا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جبل نور کی چوٹی سے دنیا کا ہادی اور شہنشاہ اکبر کا پیغمبر اعظم چمکتا اور گرجتا ہوا باران رحمت کو ساتھ لئے نزول اجلال فرما رہا ہے۔ **الھم صل علی سیدنا محمد الف الف صلوۃ وسلام**

سرور عالم ﷺ کی تعلیمات: تھوڑی مدت گزری کے مکہ کی فضا میں بہت عجیب وغریب تغیر پیدا ہونا شروع ہوا ایک طرف رحمۃ للعالمین ﷺ کا دست شفقت دراز تھا اور دوسری جانب سے اس کا جواب ہرزہ سرائیوں، دشنام طرازیون اور بعض اوقات اینٹ اور پتھر سے دیا جا رہا تھا نور ظلمت کی اس کشمکش میں حضور انور ﷺ کے ساتھ جو چند سعید روحیں آپ کے پیغام کی حقیقت کو سمجھ چکی تھیں۔ دشمنوں کے ظلم وستم کی آماجگاہ بنتی رہیں۔ شمع وہدایت کے اس سراج منیر کو جس قدر اپنی پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کی جاتی اسی قدر زور سے لس کی روشنی بھڑکتی تھی آپ برابر [illegible] قوم کو سمجھاتے رہے کہ تمہارے لئے دارین کی کامیابی اور فلاح پیروی میں ہے۔ آؤ کہ دنیا کی حکومت اور آخرت کی سعادت کا تاج تمہارے سروں پر رکھ دوں۔ مگر وہ کچھ ایسے غفلت کے نشے میں سرشار تھے کہ آپ ﷺ کی ساری دردمندی اور نیک خواہی کا جواب متردانہ استکبار اور ناشائستہ سب وشتم سے دیتے رہے۔ آپ کے جاں نثار اصحاب پر جن کے سینے اللہ نے ایمان وعرفان کے لئے کھول دیئے تھے۔ جور وستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ مدت دراز تک ایسے ایسے زہرہ گداز مظالم سے ان کو دوچار ہونا پڑا جن کی مثال شاید کسی امت کی تاریخ میں نہ مل سکے۔ مسلسل تیرہ سال ایسے سخت آزمائش کی چکی میں پستے رہے جس کے پڑھنے اور سننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ایک عرصے تک قوم کی طرف سے ایسا بائیکاٹ کیا گیا کہ درختوں کے پتے اور جنگل کی گھاس کھانے تک نوبت آ گئی۔ رسول مقبول ﷺ کا اعلیٰ اور مقدس نصب العین یہ تھا کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم فرمائیں اور اس کا نائب السلطنت ہونے کی حیثیت سے اس کا آخری ابدی، اکمل اور عالمگیر قانون نافذ کریں۔

لیکن مکہ جہاں کفار کا غلبہ تھا۔ ایسا موقع کہاں میسر تھا، آزاد حکومت قائم کرنے کیلئے ایک آزاد مرکز ومستقر کی ضرورت تھی۔

یثرب کا پاکستان: کوئی ایماندار آدمی اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ اگر خداوند چاہتا تو انہی مٹھی بھر مظلوم و مجبور مسلمانوں کو ان سب پر غالب کر دیتا۔ اور ان کے دشمنوں کو دفعتاً کچل کر تباہ کر ڈالتا۔ مگر حکمت الٰہیہ کا تقاضا یہ تھا کہ امت مرحومہ ہر قدم پر اس عالم اسباب کے محکم نظام کے ماتحت اپنے نبی ﷺ سے سبق حاصل کرے۔ اور زندگی کے ہر ایک روشن یا تاریک دور میں اپنے مستقبل کی تعمیر کا کام سیکھے۔

اس لئے اس ناسازگار فضا میں سیاست و حکمت کا ایک نیا باب کھولا گیا یعنی یہ کہ اسلام کے لئے مکہ سے ہٹ کر (جو اس وقت دار الحرب تھا) کوئی ایسا مامن و مسکن بناؤ جو اگرچہ ابتداء مکمل طور پر دار الاسلام نہ کہلایا جاسکے تاہم اسلام وہاں آزاد ہو۔ اور کم از کم اپنے پیرووں پر اپنا قانون بے روک ٹوک نافذ کر سکے۔ اور جب تائید زبانی سے مسلمانوں کا وہ آزاد مرکز دائرہ اسباب میں مضبوط اور طاقتور ہو جائے (خواہ وہ کتنے ہی محدود پیمانہ پر ہو) تو اس مرکز سے اسلام کو اپنے اصل عزائم کو فروغ اور وسعت دینے کا موقع مل سکے۔ اسی نقطہ نگاہ کے ماتحت شہر یثرب کو (جو حضور اکرم کی تشریف آوری کے بعد مدینۃ النبی بن گیا) مرکز توجہ بنایا گیا۔ حجرت سے پہلے وہاں کی زمین ہموار کی گئی۔ اور حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے بہت سے چیدہ و برگزیدہ اصحاب کو وہاں بھیجا گیا۔ تاکہ اللہ کے سب سے بڑے نائب کی حکومت قائم کرنے کیلئے (جس سے سارے روئے زمین پر قرآنی سیاست اور آسمانی حکومت کا صور پھونکا جانے والا تھا) راستہ صاف کریں۔

پاکستانِ اولیٰ کی فتوحات: مکہ کے رہنے والے دشمن بھی اس نتیجے سے غافل نہ تھے۔ انہوں نے ہر طرح اس تحریک کو ناکام بنانے کی کوشش کی مگر وہ خود ناکام رہے۔ اور مشیت الٰہیہ کے زبردست ہاتھ نے آخر کار رسول مقبول ﷺ کی تاریخی ہجرت سے مدینہ طیبہ میں ایک طرح کا پاکستان قائم کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ کا مدینہ پہنچنا تھا کہ نور اسلام ظلم کفر پر حسی رنگ میں غالب آنا شروع ہو گیا اور گو وہاں اس وقت تک بہت سی ناپاک ہستیوں کی موجودگی سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ پاک اور طاہر مطہر بندوں کی پاکی اس طرح مدینہ کی در و دیوار پر چھا گئی کہ اب کسی پلید ناپاک ہستی کیلئے ابھرنے کا موقع باقی نہیں رہا۔ اندریں حالات کفار مکہ کو یہ فکر دامن گیر تھی کہ اسلام کے پودے کی جڑ مدینہ کی سرزمین میں انصار مدینہ کی آبیاری سے مضبوط ہوتی

جارہی ہے۔ کوشش ہونی چاہئے کہ تناور درخت بننے سے پہلے ہی اس کی جڑ نکال دی جائے۔ اس طرح کے مشورے ہوتے رہتے تھے۔ منصوبے باندھے جاتے تھے۔ سازشیں اور تیاریاں کی جارہی تھیں۔ اسی اثناء میں چند ناگزیر اور قدرتی اسباب کی بنا پر مشہور و معروف معرکہ پیش آ گیا۔ جو تاریخ اسلام میں غزوہ بدر کے نام سے موسوم ہے۔

دارالحرب کے ضعفاء: ’’یوم بدر‘‘ کو قرآن نے ’’یوم الفرقان‘‘ کہا ہے کیوں کہ اسنے حق و باطل اسلام و کفر اور ملحدین و مشرکین کی پوزیشن کو بالکل جدا کر کے دکھا دیا۔ بدر کا معرکہ فی الحقیقت خالص اسلام کی عالمگیر اور طاقتور برادری کا سنگ بنیاد اور حکومت الٰہیہ کی تاسیس کا دیباچہ تھا۔ **والذین کفرو ایعضھم اولیاء بعض** کے مقابلے میں جس خالص اسلامی برادری کی طرف سورۃ انفال کے خاتمے پر ’’**الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر**‘‘ کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اس کا صریح اقتضاء تھا کہ اسلامی برادری کا کوئی طاقتور اور زبردست مرکز دنیا میں حسی طور بھی قائم ہو۔ جو ظاہر ہے جزیرہ العرب کے سوا نہیں ہوسکتا تھا۔ جس کا صدر مقام مکہ معظمہ ہے۔ اور انفال کے اخیر میں یہ بھی جتلا دیا گیا تھا کہ جو مسلمان مکہ مکرمہ وغیرہ سے ہجرت کر کے نہیں آئے۔ اور کافروں کے زیر تسلط زندگی بسر کر رہے ہیں۔ دار الاسلام کے آزاد مسلمانوں پر ان کی ولایت و رفاقت پر کوئی ذمہ داری نہیں ’’**ما لکم من ولا یتھم من شیء حتی یھاجرو**‘‘ ہاں حسب استطاعت ان کے لئے دینی مدد بہم پہنچانی چاہئے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ مرکز اسلام میں موالاۃ واخوت اسلامی کی کڑیوں کو پوری مضبوطی کے ساتھ جوڑنے کیلئے دو صورتوں میں سے ایک ہونی چاہئے۔ یا تمام عرب کے مسلمان ترک وطن کر کے مدینہ آجائیں اور اسلامی برادری میں بے روک ٹوک شامل ہوں۔ اور یا پھر آزاد مسلمان اپنی مجاہدانہ قربانیوں سے کفر کی قوت کو توڑ کر جزیرۃ العرب کی سطح کو ایسا ہموار کر دیں کہ کسی مسلمان کو ہجرت کی ضرورت ہی نہ باقی رہے۔ یعنی سارا جزیرۃ العرب خالص اسلامی برادری کا ایک ٹھوس مرکز اور غیر مخلوط مستقر بن جائے۔ جس کے دامن سے عالمگیر اسلامی قومیت کا نہایت مستحکم اور شاندار مستقبل وابستہ ہوسکے۔ یہ دوسری صورت ہی ایسی تھی۔ جس سے روز روز کے فتنہ و فساد کی بیخ کنی ہوسکتی تھی اور مرکز اسلام کفار کے اندرونی فتنوں سے پاک وصاف اور آئے دن بدعہدیوں اور ستم رانیوں سے پوری

طرح مامون و مطمئن ہو کر تمام دنیا کو اپنی عالمگیر برادری میں داخل ہونے کی دعوت دے سکتا تھا۔

غلبہ اسلام: اسی اعلیٰ و پاک مقصد کیلئے مسلمانوں نے ۲ھ میں پہلا قدم میدان بدر کی طرف اٹھایا تھا۔ جو آخر کار ۸ھ میں مکہ معظمہ کی تطہیر و فتح عظیم پر منتہی ہوا۔ جو فتنے اشاعت یا حفاظت اسلام کی راہ میں مزاحم ہوتے رہتے تھے۔ فتح مکہ نے ان کی راہ پر تیشہ لگایا۔ اور چند سال بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سچائی کی طاقت سے مرکز اسلام ہر قسم کے دسائس اور کفر و شرک سے پاک ہو گیا اور سارا عرب متحد ہو کر شخص واحد کی طرح سارے عالم میں نور و ہدایت و اسلام کا پیغام اخوت پھیلانے کا کفیل و ضامن بنا۔ اور اس طرح پورا جزیرۃ العرب ساری دنیا کیلئے ایک عظیم تر پاکستان بن گیا۔ **فللّٰہ الحمد علیٰ ذلک**

یہ ہے مختصری تاریخ اس امت کے پہلے دور کی

حضرت امام مالکؒ کا قول حکیمانہ: امام مالکؒ نے فرمایا تھا کہ ”اس امت کا آخر بھی اس چیز سے درست ہو سکتا ہے جس سے اس کا اول درست ہوا تھا“

آیئے اس حکیمانہ قول کی روشنی میں ہم امت کے پچھلے دور کا جائزہ لیں۔

کہنے کو آج ہم مسلمان اس دنیا میں ستر کروڑ اور صرف ملک ہند میں دس کروڑ ہیں۔ لیکن ہماری غفلت، حماقت، وھن، فشل اور افتراق و انتشار نے اس کثرت عدد کے باوجود ہم کو مفلوج، بے جان یا ہم جان کر کے چھوڑ دیا ہے۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی قوت ایمانی اور جذبہ اسلامیات سے موازنہ کیا جائے تو شاید ہم ستر کروڑ کا مجموعہ ان کے ستر افراد کے ہم وزن بھی نہ نکل سکے۔ ہندوستان میں آپ دیکھ لیجئے جس پر ہم نے صدیوں تک حکومت کی۔ اور جہاں ہم اب تک محمد قاسم اور شہاب الدین غوری وغیرہ ناموں پر فخر کرتے رہتے ہیں۔ آج ہماری حالت اس برکوچک میں کیا ہے۔

ہم یہاں ہر طرح لٹے ہوئے اور پامال کئے ہوئے ہیں۔ کسی شعبہ زندگی میں ہمارا اقتدار و امتیاز باقی نہ رہا۔ اسلامی حکومت کے خاتمے کے ساتھ ہمارے سیاسی اقتدار، تمدنی و اخلاقی نظام سب تباہ ہو گئے۔ نسلی، قبائلی، طبقاتی اور مذہبی تعصبات اور تنگ نظری نے ہمارے طبع قومیت کو تار تار کر دیا ہے۔ سامراج کے علمبرداروں اور رام راج کے طلبگاروں نے مل کر ہمارے اجتماعی نظام کا شیرازہ

بکھیر دیا ہے۔ نہ مادی طاقت ہمارے ہاتھ میں رہی۔ نہ روحانی قوت کا ذخیرہ ہمارے پاس محفوظ رہ سکا۔ ہم اپنے جس گوشہ زندگی پر نظر ڈالتے ہیں وہی کیفیت پیدا ہوگئی کہ

تن ہمہ داغدار شد پنبہ کجا کجا نہم

ہندوستان کی جنگ آزادی: ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے بعد ایسی بری طرح ہم کو کچلا گیا کہ مدت تک موت کی سی بے ہوشی سارے ملک پر طاری رہی۔ کچھ افاقہ ہوا تو چاروں طرف مایوسی کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ مایوسی کے بعد حکومت کے سامنے چاپلوسی اور خوشامد کا دور آیا۔ پھر مدت کے دبے ہوئے جذبات کچھ ابھرنے شروع ہوئے۔ یہاں کے حاکموں نے جب دیکھا کہ موت کی نیند سونے والے کچھ کروٹیں بدلنے اور جھرجھری لینے لگے ہیں تو انہوں نے معذورات اور گذارشات پیش کرنے کا راستہ سمجھا دیا۔ مبادا یہ تازہ حرکت اٹھتے ہوئے جذبات اور بیدار کن احساسات نکلنے کا کوئی دوسرا خطرناک راستہ اختیار کرلے۔ معروضات کی منزل سے گزر کر اول نرم پھر گرم لہجے میں مطالبات کا آغاز ہوا۔ تا آنکہ پہلی جنگ عظیم کے ختم ہونے پر مسلمانوں کے سامنے خلافت اسلامیہ کے زوال نے ایک نئی اور زوردار تحریک کھڑی کردی۔ تحریک خلافت کا سیلاب اس زور و شور سے امنڈا کہ جس کی نظیر اس سے پہلے کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ ملک کا گوشہ گوشہ خلافت اور ترک موالات سے گونج اٹھا یوں کہیئے کہ ۱۸۵۷ء کے بعد اس قدر ہمہ گیر، شجاعانہ، گرم جوشی کا بے پناہ مظاہرہ یہاں کے زمین و آسمان نے نہ دیکھا تھا۔

انڈین نیشنل کانگریس: مسلمانوں نے اس خالص اسلامی مقصد کی خاطر عظیم الشان جانی و مالی قربانیاں پیش کیں۔ قدرتی طور پر کچھ حالات اسی دوران ایسے پیش آگئے کہ ہمسایہ اقوام بھی ہمارے ساتھ رل مل گئیں اور نام نہاد انڈین نیشنل کانگریس نے موقع غنیمت دیکھ کر اس نیم مذہبی اور نیم سیاسی تحریک کو اپنا لیا۔ کوئی ہوشمند، ذی اشعور اور باخبر آدمی اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ سمندر کی طوفانی موجوں کی طرح امنڈتے مسلمانی جوش وایثار ہی نے اس وقت کانگریس کے قالب میں روح حیات پھونکی اور برطانوی قہرمانیت کا خوف وہراس عام پبلک کے دلوں سے نکال دیا۔ اب لوگوں کو جیل بلکہ پھانسیوں کا ڈر بھی خوفزدہ نہ کرتا تھا۔ بلکہ بڑی حد تک یہ چیزیں مفاخر میں شمار ہونے لگیں۔ یہ بہت بڑا فائدہ تھا جو اس تحریک سے ملک کو حاصل ہوگیا۔ یہ رلی ملی سیاست بدون کسی تمہید تمحیض کے کچھ عرصے تک چلتی رہی۔

شاطران بساط حکومت بھی اس سے غافل کب ہو سکتے تھے وہ بھی اس کے توڑ کے نئے نئے جال بچھاتے رہے۔ بہادر مسلمانوں کی سادہ دلی اور عیار ہندو کی تنگ نظری اور بنیاد پرست ذہنیت کو وہ خوب سمجھتے تھے۔ آخر کبھی شدھی کبھی شنگھٹن اور کبھی نہرو رپورٹ جیسی افتراق انگیز اور اشتعال آمیز تحریکات وتجاویز سے یہاں کے مسلمانوں کو دوچار ہونا پڑا۔ دریائے سیاست کا یہ مدوجزر برابر تھوڑے وقفے سے جاری رہا۔ تا آنکہ ایکٹ ۳۵ء کے ماتحت انتخابات ۳۷ء کے بعد ہندوستانی وزارتیں بن گئیں۔ گویا ہندو کو اب موقع ہاتھ آ گیا کہ اپنے صوبوں میں خودغرضی تنگ نظری اور ان ناپاک خواہشات وعزائم کا زوروقوت سے مظاہرہ کرے جو ابھی تک پوشیدہ تھے۔ اور کبھی دھوکہ اور فریب کاری کے لئے ظاہر بھی ہوتے تھے۔

کانگریس وزارتیں: کانگریس کی ڈھائی سالہ وزارتوں میں جو دردناک، سفاکانہ اور وحشیانہ مظالم مسلمانوں پر کئے گئے ہیں ان کی تفصیل کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ کیونکہ وہ مدت سے منظرعام پر آچکے ہیں۔ اور ''ڈان'' ''نیز'' ''منشور'' کے پچاس ساٹھ نمبروں میں مسلسل شائع کئے گئے ہیں ''واردھا اسکیم'' اور ودیا مندر اسکیم کو آپ بھولے نہیں ہوں گے۔ جن کی مذمت تمام مسلم جماعتوں نے متفقہ طور پر کی۔ مگر مسلمانوں کے دین وایمان کو نقصان پہنچانے اور ان کی تاریخ کو بھلا دینے والی یہ اسکیمیں سب مل کر بھی کانگریسی وزارتوں سے منسوخ نہ کرا سکے۔ مسلمانوں نے آخر سمجھ لیا کہ جب ہندوؤں کا نشہ وزارتی حکومت اقتدار میں اس قدر تیز ہے تو آزاد حکومت میں کیا کچھ نہ ہوگا۔

انہوں نے طے کرلیا کہ ہندوستان کے سیاسی مسئلہ پر از سرنو غور کیا جائے۔ اور اونچ ذات ہندو اکثریت کے بل بوتے پر پورے ملک میں جو اقتدار حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس سے آزاد رہنے کی کوئی تدبیر سوچی جائے۔

کیا کوئی حساس مسلمان اپنی خوشی سے یہ منظور کرسکتا ہے کہ دس کروڑ فرزندان اسلام انگریز کی جگہ ہندو کے غلام بن کر رہیں۔ یا انگریز وہندو کی ڈبل غلامی کو ہمیشہ کیلئے قبول کرلیں۔

مسلم لیگ کا تاریخی فیصلہ: مسلمانوں کی سب سے بڑی سیاسی جماعت آل انڈیا مسلم لیگ نے ان تمام خطرات وعواقب کا اندازہ لگا کر جو زمانہ ماضی کی رلی ملی سیاست سے پیدا ہو سکتے تھے آخرکار آپ کے اسی تاریخی شہر میں دوٹوک فیصلہ کرلیا کہ جس طرح ہندو مسلمان دو الگ الگ

قومیں ہیں۔ ان کی سیاست اور مرکزی حکومت بھی اب الگ الگ رہنا چاہئے۔ انہوں نے اپنے سب سے بڑی ہادی اور دنیا کے سب سے بڑے مصلح اور خداوند قدوس کے سب سے بڑے پیغمبر کی سیرت طیبہ پر ایک نظر ڈالی جو ہم مختصراً اس خطبے کے آغاز میں آپ کو سنا چکے ہیں۔ اسکی صاف روشنی میں وہ سمجھ گئے کہ ہندوستان کے اس برے کوچک میں سے ہم کو ایک ایسا خطہ حاصل کر لینا چاہئے جو نسبتاً چھوٹا اور محدود ہی کیوں نہ ہو۔ مگر ہم وہاں ہم پوری آزادی کے ساتھ آسمانی قانون کے مطابق اپنے مذہب، اپنے علوم ومعارف، اپنی تاریخی روایات، قومی خصائص اور تہذیب ومعاشرت کی حفاظت کر سکیں۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی توفیق اور دستگیری سے اس بے مثال قانون عدل دحکومت کا کوئی چھوٹا سا نمونہ قائم کر کے دنیا کو دکھلا دیں کہ قرآن کی حکومت جبر واستبداد اور ظلم وستم کی حکومت نہیں بلکہ وہ تمام اقوام اور بندگان خدا کے لئے انصاف، رواداری، رحمت ورافت اور امن وسلام کا پیغام ہے۔

خوش نصیبی سے خود قدرت نے ہندوستان میں آبادی کی تقسیم ایسی نہج پر کر دی ہے کہ ہمارے لئے مروجہ اصول سیاست کے موافق ایسے خطے کا حاصل ہو جانا ممکنات میں سے ہے یعنی مسلم اکثریت والے صوبوں میں ایک ایسا مرکز قائم ہو سکتا ہے جہاں آزادی حاصل ہونے پر مسلمان اپنے نیک عزائم اور قومی رجحانات کو فروغ دے سکیں۔ وہ ایک ایسی طاقت حاصل کر سکتے ہیں جو نہ صرف ان مسلم صوبوں میں ان کی آزادی کی ضامن ہو گی بلکہ اپنی اس اقلیت کے تحفظات کا بھی اچھا انتظام کر سکے گی جو ہندو اکثریت والے صوبوں میں آباد رہے گی۔ اسی آزاد اور اسلامی خطے کو آج پاکستان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

حقیقت پاکستان: آغاز خطبہ میں میں نے مدینہ کے پاکستان کا ذکر کیا تھا، تو یہ جسارت اور بے ادبی ہو گی کہ کوئی شخص ہند کے اس پاکستان کو اس کے مماثل قرار دے۔

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

ہاں جس طرح آپ ایک بوسیدہ، بے حیثیت پھٹے پرانے کپڑے کا ذرا سا ٹکڑا یا ذرا سی کترن بزاز کی دکان پر بطور نمونہ پیش کر کے فرمائش کرتے ہیں کہ اس کپڑے کا ایک بڑا قیمتی تھان نکال دو۔

حالانکہ اس تھان اور اس ذرا سے کپڑے میں کچھ بھی نسبت نہیں ہوتی۔ ایسے ہی ہم ایک ادنیٰ اور حقیر نمونہ کی حیثیت میں ہندی پاکستان کا تذکرہ کرتے وقت اس اعلیٰ مدنی پاکستان کا ذکر کرتے ہیں آخر ہم اپنے تمام وظائف شرعیہ مثلاً نماز، حج وغیرہ کو اسی وقت معتبر و مستند سمجھتے ہیں جب وہ نسبت رسول کے موافق ہو۔ تو کیا ایسا کہنے سے کوئی شخص یہ گمان کرسکتا ہے کہ ہماری نمازیں اور ہماری عبادتیں اسی درجہ اور اسی مرتبہ کی ہونگی۔ جو سرور کائنات ﷺ کی عبادت کو حاصل تھا؟ ظاہر ہے کہ ہماری سینکڑوں برس کی عبادتیں آپ کے ایک مرتبہ سبحان اللہ فرمانے کے برابر بھی نہیں ہو سکتیں، لیکن موضع واستدلال میں تو ہر چیز کیلئے قرآن وحدیث کی سند ہی پیش کی جاتی ہے۔ بہر حال عامہ مسلمین نے ایک قطعی فیصلہ کرلیا ہے کہ ہندوستان کے ایک حصے کو پاکستان بنایا جائے۔ جو اسلامی ثقافت و دیانت اور سیاست و حکومت کا ایک آزاد مرکز ہو۔

نظام پاکستان: پھر جس طرح رات کی تاریکی آہستہ آہستہ کم ہوتی ہے اور دن کی روشنی بتدریج پھیلتی ہے۔ جس طرح ایک پرانا مریض دھیرے دھیرے صحت کی طرف قدم اٹھاتا ہے۔ دفعتہً وبغتۃً بیماری سے چنگا نہیں ہوجاتا، اسی طرح پاکستان ہماری قومی صحت اور ہماری مکمل ترین آزادی کے نصف النہار کی طرف تدریجی قدم اٹھائے گا۔

آخر مدینہ کا پاکستان بھی تو اپنے عظیم الشان مرتبہ کے موافق بتدریج ہی حد کمال کو پہنچا تھا شروع میں مکہ سے خاص خاص صحابہ کرامؓ ہی مدینہ تشریف لے گئے جنہوں نے سطح ہموار کی۔ آج ہندی پاکستان کے لئے بھی اکثر غیر پاکستانی مسلمان آکر مقامی برادران اسلام کے تعاون سے اسی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

یہ غیر پاکستانی بیشک ترک وطن کرکے نہیں آئے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے قیام سے براہ راست ہم کو وہ نفع نہیں پہنچ سکے گا جو پاکستانی مسلمانوں کو پہنچ سکتا ہے۔ پھر بھی وہ اپنی قوم کے دوتہائی سے زیادہ افراد کی آزادی اور خوشحالی میں حائل ہونا نہیں چاہتے۔ بلکہ بڑے خلوص وشوق سے ان کی آزادی میں ساعی ہیں۔ اور اس کیلئے تدبیریں دعائیں کرتے ہیں۔ گویا وہ زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ جس طرح مکہ کے مہاجرین کرام آخر مکہ کے مستضعفین کو وہیں چھوڑ کر اور اللہ کے سپرد کرکے چلے آئے تھے اور اپنے معابد وغیرہ کو بھی ساتھ نہ لے جاسکے تھے۔

پاکستان کی حدود: آپ لوگ بھی ہم سے تھوڑی دیر کیلئے قطع نظر کر کے مکمل آزادی حاصل کر لیں، کیا بعید ہے کہ جس مدینہ کا پاکستان انجام کار فتح مکہ پر منتہی ہوا اور سارے جزیرۃ العرب کو اس نے پاکستان بنا دیا۔ اسی طرح یہ ہندی پاکستان بھی اللہ کے فضل ورحمت سے وسیع تر ہوتا چلا جائے۔ بلکہ ممکن ہے کہ پاکستان کے طرز حکومت اور اس کے منصفانہ وفیاضانہ رویہ کو دیکھ کر خود ہندوستان یہ خواہش کرنے لگے کہ ہمارے یہاں بھی اسی پاکستانی نوع کی حکومت قائم ہوجائے۔

وماذلک علی اللہ بعزیز

یہاں تک میں نے پاکستان کی ضرورت اور اس کے استحسان پر مختصراً کلام کیا ہے۔ اب میں وہ چند شبہات مع جوابات ذکر کرنا چاہتا ہوں جو پاکستانی اسکیم پر مختلف حیثیت سے کیے گئے ہیں۔ تاکہ یہ بحث بالکل تشنہ نہ رہ جائے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان کے مسئلہ کا اطمینان بخش حل کیا پاکستانی تجویز کے سوا کسی دوسرے طریقہ سے نہیں ہوسکتا۔ ''منشور'' کی ایک قریبی اشاعت میں اس کے فاضل مدیر نے بہت ہی سلیس اور معقول انداز میں اس پر بحث کی ہے۔ جس کا اقتباس یہاں درج کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے زیادہ عام فہم اور سلجھے ہوئے الفاظ اس کی تفہیم کے لئے مجھے نہیں مل سکے۔ چنانچہ وہ رقمطراز ہیں۔

آل انڈیا یونین کا فریب: کہا جاتا ہے کہ کانگریس نے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ مسلم اکثریت کے علاقوں کو داخلی حیثیت سے کامل حق خودارادیت حاصل ہوگا۔ اور نیز یہ بھی کہ جو صوبے چاہیں وہ آل انڈیا یونین سے الگ ہوجائیں۔ ظاہر ہے ان ہی صوبوں میں مسلم لیگ پاکستان بنانا چاہتی ہے۔ جب کا حق خودارادیت تسلیم کرلیا گیا اور یہ بھی کہ جب یہ چاہیں تو الگ ہوجائیں۔ تو پھر اس اصرار کی کیا ضرورت ہے ک پاکستان کو ایک جداگانہ آزاد اور خودمختار اسٹیٹ کی حیثیت سے اسی وقت تسلیم کیا جائے۔ مسلم لیگ یہ کیوں نہیں کرتی کہ اب کانگریس کے ساتھ شریک ہوکر ہندوستان کو برطانوی تسلط سے آزاد کرانے کی جدوجہد کرے۔ اور جب ہندستان آزاد ہوجائے۔ تو مسلم اکثریت کے خود اکثریت والے صوبوں کو الگ نہیں ہونے دیں گے۔ اور وہ ہندوؤں کو اتنا طاقتور سمجھتی ہے کہ وہ ایسا کرسکیں گے تو پھر اگر پاکستان کا ایک جداگانہ حکومت کی حیثیت سے اعلان بھی

ہو جائے تو ہندوستان سے انگریزوں کے جانے کے بعد مسلمان پاکستان کی حفاظت نہ کر سکیں گے۔ مسلم لیگ کے اس اصرار پر کہ اسی وقت پاکستان کو تسلیم کرنیکا اعلان کیا جائے۔ اور کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل نہ کرنے سے مخالفین پاکستان کو یہ بدگمانی ہے کہ مسلم لیگ پاکستان اور مسلمانوں کے تحفظ کے لئے ہندوستان میں تیسری طاقت یعنی حکومت برطانیہ کے تسلط کے بقاء کی خواہش کرے گی۔

کانگریس نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ مسلم اکثریتی صوبوں کو داخلی حیثیت سے کامل خود ارادیت حاصل ہوگا۔ اور اگر وہ چاہیں تو تمام ہندوستان میں پہلے یونین یا فیڈریشن کے ماتحت حکومت قائم ہوگی۔ اختیار حکومت برطانیہ سے اسی یونین کو منتقل ہوگا۔ یعنی مجموعی طور پر پورے ہندوستان کو کامل یا زیر سایہ حکومت برطانیہ آزادی حاصل ہوگی۔ اس یونین کے ماتحت مسلم اکثریت کے صوبوں کو داخلی حق خود ارادیت حاصل ہوگا۔ بالکل اسی طرح نو آبادیت جیسے آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، کینیڈا، اور جنوبی افریقہ کو دولت مشترکہ برطانیہ کے اندر داخلی آزادی حاصل ہو۔ اور آئین ویسٹ منسٹر کی رو سے برطانوی سلطنت سے علیحدگی کا حق بھی لازماً۔ اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ مسلم اکثریت کے صوبے کچھ عرصے آل انڈیا یونین کے اندر رہ کر تجربہ کریں کہ آیا وہ آزادی کے ساتھ اور مرکز کی مداخلت کے بغیر اپنے معاملات سر انجام دے سکتے ہیں یا نہیں۔

مسلم اکثریت کے صوبوں کی قوت: جب یہ ثابت ہوا کہ مرکزی مداخلت مسلمانوں کو ان کی منشاء کے مطابق حکومت نہیں کرنے دیتی۔ تب وہ مطالبہ کریں گے کہ ہم مرکزی وفاق سے الگ ہونا چاہتے ہیں۔ اس وقت صورت حال کیا ہوگی۔ یہ کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کی علیحدگی کے حق کے نفاذ کی منظوری اور یہ نفاذ مرکزی فیڈرل گورنمنٹ کے اختیار میں ہوگا۔ اور اس مرکز کے پاس فوج ہوگی۔ مسلم اکثریت کے صوبوں کے پاس جو داخلی طور پر خود مختار ہوں گے۔ فوج نہیں ہوگی۔ یہ فیڈرل گورنمنٹ مسلم اکثریت کے صوبوں کی ان وجوہات کو غلط قرار دے کر جن کی بنا پر وہ علیحدگی چاہیں گے۔ اپنی عسکری قوت کے دباؤ سے مسلم اکثریت کے صوبوں کا یہ مطالبہ مسترد کریگی۔ اور اگر وہ اس پر اصرار کریں گے تو فوج کے ذریعے ان کی سرکوبی کی جائے گی۔

کیا ہم آئے دن یہ نہیں سنتے کہ کینیڈا کامل آزادی چاہتا ہے لیکن انہیں یہ آزادی ویسٹ منسٹر انسٹیچوئٹ کے باوجود حاصل نہیں ہوتی۔ برطانوی حکومت کے بیڑوں اور فوج کا مقابلہ کرنے کی ان میں سے کسی میں طاقت نہیں ہے۔ اور یہ سب مل کر متحدہ محاذ قائم کریں اسکی کوئی سبیل نہیں ہے۔ لہٰذا لٹکے ہوئے ہیں۔ یہی حالت مسلم اکثریت کے صوبوں کی ہوگی۔

برادران وطن کی قربانی کی حقیقت: کانگریس نہیں کہتی، مسٹر گاندھی نہیں کہتے، اس کا کوئی ہندو لیڈر دعویٰ نہیں کرتا کہ وہ اسلحہ سے جنگ کر کے انگریزوں سے ہندوستان حکومت کا اقتدار چھیننا چاہتے ہیں۔ کانگریس کی تمام جدو جہد اور تحریک ایک قسم کا آئینی ایجیٹیشن ہے سول نامتابعت بھی اس سے زیادہ نہیں، کانگریس کی ہر تحریک برطانیہ کی خدمت میں معروضات سے شروع ہوتی ہے۔ لہجہ گرم ہوتا ہے۔ یہ ہمیں تسلیم ہے، مگر وہ ہوتا ہے معروضہ ہی، اور ہر تحریک کا انجام بھی معروضات پر ہی ہوتا ہے۔ کوئٹ انڈیا۔ یعنی تخلیہ ہند کا ریزولیشن بھی مطالبہ ہی تھا۔ جو بات سخت لہجہ میں کہی جائے اور جو نرم لہجہ میں کہی جائے وہ معروضہ ہے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ جاپان کی قوت کے بھروسے پر ہی تھا۔ کانگریسی برطانیہ حکومت سے اختیار مانگتے ہوئے جیل گئے اور اختیار مانگتے ہوئے جیل سے نکلے۔ ان کا یہ تنزل البتہ تمام دنیا نے دیکھا ہے کہ تخلیہ ہند کا مطالبہ کرتے ہوئے گئے۔ اور عارضی حکومت کیلئے انہوں نے شملے میں لارڈ ویول کے قدموں پر سر رکھا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انگریزوں کو ہندوستان سے بزور سیف دفع کرنے کا ارادہ ہے اور نہ اس کا سامان ہے لہٰذا ہندوستان کو کامل یا نیم آزادی اگر ملنے والی ہے تو وہ انگریزوں کے دینے سے ملے گی۔ اور انگریز ہی یہ اختیار اور آزادی کچھ ہندوستانیوں کی ایجی ٹیشن سے پریشان ہو کر اور کچھ بین الاقوامی سیاسی حالات اور کچھ بین الاقوامی رائے عامہ سے متاثر ہو کر دیں گے۔ اگر یہ ہوتا کہ فوجیں بھرتی ہو رہی ہوتیں اسلحہ اور سامان حرب کا انتظام ہوتا اور انگریزوں سے کھلے میدان میں جنگ کر کے ہندوستان کی آزادی حاصل کی جاتی تو بلاشبہ مسلمانوں کو اس کی ضرورت نہ تھی کہ وہ اپنے حقوق اور مفاد کے متعلق پہلے ہندوؤں سے کوئی سمجھوتہ یا پاکستان کا اصول تسلیم کرنے کا مطالبہ کرتے۔ وہ تو زیادہ سے زیادہ فوجوں کی تنظیم کرتے زیادہ تعداد میں اور زیادہ بہتر مسلم فوجیں اس کی ضمانت ہوتیں کہ ہندوستان میں مسلمان آزاد نہ ہوں گے اور ہندوان کے ساتھ ناانصافی نہ

کر سکیں گے

معروضات و مطالبات: جب صورتحال یہ ہے کہ ہندوستان کو جو کچھ ملنے والا ہے وہ برطانوی پارلیمنٹ کے قانون سے ملے گا۔ تو مسلمانوں کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ وہ ہندو اکثریت کو اس کا موقع دیں کہ ہندوستان کی خدمت کا اقتدار لو اختیار اس کے حق میں منتقل ہو۔ اور پھر مسلمانوں کو اس ہندو اکثریت سے معروضات کرنی پڑیں۔ اس کے خلاف ایجی ٹیشن کرنا پڑے اور ہندو اکثریت مسلمانوں کے ساتھ اسی طرح پیش آئے جس طرح برطانیہ ہندوستانیوں کے ساتھ پیش آ رہی ہے۔ اسکی کیا وجہ ہے کہ مسلمان یہ مطالبہ نہ کریں کہ پہلے ہندوستان کی تقسیم اور آزاد خود مختار پاکستان کا اصول پیش کیا جائے۔ اور جب برطانیہ کی طرف سے ہندوستان کو خود مختار حکومت منتقل ہو تو ہندوستان کے دونوں علاقوں میں بیک وقت، انتظامی، عدالتی، اور دفاع و تحفظ کے نظام قائم ہوں۔ اس صورت میں ہندوؤں کی کیا مجال ہے کہ پاکستان کی آزادی سلب کرنے کا خیال بھی دل میں لائیں۔ ہندوستانی انگریزوں سے کیوں آزادی حاصل نہیں کر سکتے۔ کیا اس کے سوا کوئی دوسری وجہ ہے کہ انگریزوں کے پاس طاقت اور فوج ہے۔ ہندوستانیوں کے پاس نہیں ہے۔ اور برطانیہ کی طاقتور فوج کی موجودگی میں ہندوستانیوں کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنی فوج بھرتی کریں۔ اور اس کی تنظیم کریں۔ مسلم لیگ یہ حماقت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ کہ پہلے آل انڈیا یونین کو جس میں ہندوؤں کی اکثریت ہوگی۔ ہندوستان کا اختیار حکومت دلا دے۔ اس کی فوجیں مرتب کرا دے اور اس کے مقابلے میں مسلم اکثریت کے صوبوں کی وہی حیثیت کر دے جو برطانیہ کے مقابلے میں تمام ہندوستان کی ہے۔ آزادی کی حفاظت فوج اور اسلحہ جنگ سے ہوتی ہے تالیوں اور شیخیوں سے نہیں ہوتی۔

پاکستانی تجویز پر ایک دوست کے شبہات: اب آخر میں بطور تتمیم فائدہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ایک مخلص دوست کی وہ تحریر لفظ بلفظ تحریر کردوں جو اس نے بہار سے مجھے لکھی ہے۔ اور جس میں اکثر پیش آنے والے شبہات مختصراً پیرایہ میں سمیٹ لیا گیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

''مسلمانوں کے موجودہ تشتت و افتراق کو دیکھ کر سخت تذبذب ہے کہ ہم لوگوں کو کونسا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ مسلمانوں کو جمعیۃ علماء اسلام اور لیگ کی تجویز کے مطابق مطالبہ پاکستان کا ساتھ دینا

چاہئے یا جمعیۃ قدیم کی متحدہ پالیسی کو لبیک کہنا چاہئے۔ اس وقت مسلمانوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں۔ ایک متحدہ حکومت دوسرے پاکستان۔ جہاں تک ہم نے غور و فکر کیا اس نتیجے پر پہنچیں ہیں کہ پاکستان کی صورت میں مسلمانوں کو کئی نقصانات ہیں جو درج ذیل ہیں

پاکستان کی صورت میں مسلم اقلیت والے صوبے اکثریت والے صوبوں سے کٹ کر نہایت ہی خطرناک اقلیت میں ہو جائیں گے۔ ہندو رام راج کے منصوبے گانٹھے بیٹھے ہیں۔ وہ بہار و مدراس وغیرہ کی مذہبی آزادی کو بتدریج سلب کر لیں گے۔ اور ہندوستان میں رام راج کا بول بالا ہوگا۔ تین کروڑ مسلمانوں کو اس طرح کفار کے ہاتھ کر دینا شرعاً جائز نہ ہوگا۔ ہجرت وغیرہ کی تجویز مہمل اور ناممکن العمل ہے۔ تین کروڑ مسلمانوں کی کھپت کہیں نہ ہو سکے گی۔ ہجرت کا ایک دفعہ تلخ تجربہ بھی ہندوستانی مسلمانوں کو ہو چکا ہے۔ جو عبرت کے لئے کافی ہے۔ ارباب لیگ کا یہ کہنا ہے کہ اگر مسلمانوں پر ظلم ہوگا۔ مسلم اکثریتی صوبوں میں ہندوؤں سے اس کا بدلہ لیں گے۔ محض طفلانہ بات ہے جو عقل و شرع کے خلاف ہے۔ مدبرین کو تو ایسی باتیں بھول کر بھی نہیں کرنی چاہئیں۔ اگر اکثریت والوں کے صوبوں میں ان کی تعداد تقریباً مساوی ہے۔ لہٰذا ان کے مساویانہ حقوق ہوں گے۔ ان کی مساوی نشستیں اور حکومتیں ہوں گی۔ تو اس طریق حکومت کو حکومت اسلامیہ کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ علاوہ بریں پاکستان ابھی تو زیر سایہ برطانیہ ہوگا۔ پھر کافر کی سرپرستی میں قرآنی حکومت چہ معنی دارد۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ غرض پاکستان کی صورت میں پنجاب اور بنگال وغیرہ میں تو قرآنی حکومت نہیں ہوگی۔ مگر سی پی او مدراس وغیرہ میں رام راج ضرور ہو کر رہے گا۔ اور وہاں کے ہندو شعائر اسلام کو پامال کریں گے۔ اور مسلمانوں پر بدترین غلامی مسلط ہو جائے گی۔ معدنی اشیاء زیادہ تر ہندوستانی حصوں میں پائی جاتی ہیں۔ پاکستانی علاقوں میں بہت کم ہیں۔ اور یہی علاقے زراعتی اور صنعتی اعتبار سے خاص ہیں۔ لہٰذا پاکستان کے مسلمان اقتصادی اعتبار سے دن بدن کمزور ہوتے جائیں گے۔ کیوں کہ ہندوستان سے ان کو سروکار ہی نہیں ہوگا۔ پاکستان ہو جانے کی صورت میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ انگریزوں کا قدم ہمیشہ کے لئے ہندوستان میں جم جائے گا۔ تاریخ شاہد ہے کہ تفریق اور باہمی نزاع نے ہی انگریزوں کو بڑھنے اور پنپنے کا موقع دیا ہے۔ پاکستان کی بنیاد ہی تفریق و تقسیم ہے۔ برٹش مہاراج کو ہندوؤں

اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کا اچھا موقع مل جائیگا۔ اور ہمیشہ در پردہ شکار کھیلا جائے گا، دو قوموں میں تصادم ہوتا رہے گا۔ عصبیت لازماً پیدا ہوگی۔ نہ کبھی یہ متحد ہونگے۔ نہ ہندوستان کی آزادی کا خواب شرمندہ تعبیر ہوگا۔ بلکہ چند سال بعد ہندوستانیوں کو نا اہل قرار دے کر ان سے آزادی چھین لی جائے گی۔ ہندوستان بدستور غلام رہ جائے گا۔ ممالک اسلامیہ بھی برطانیہ کے پنجہ استبداد سے نہ نکل سکیں گے۔ حالانکہ آزادی صرف مسلمانوں کے مطمع نظر صرف ہندوستان ہی کی آزادی نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کی آزادی مدنظر ہے۔

برما کی تفریق موئدین پاکستان کی عبرت کیلئے کافی ہے۔ برمیوں نے وطنی عصبیت پیدا ہو جانے پر ہندوستانیوں کے ساتھ برا سلوک کیا۔ پاکستان کا لازمی اختیار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہوگا جو دین ومذہب سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے۔ جن لوگوں نے اسمبلی جا کر سول میرج ایکٹ اور اس جیسے لعنتی قوانین کو مسلمانوں پر مسلط کیا۔ اگر پاکستانی علاقوں کے ایسے نام نہاد مسلمان ایسے ہی خلاف شرع قوانین کا نفاذ کرتے رہے تو پاکستان سے اسلام اور مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا

کانگریس کی مجوزہ متحدہ حکومت کی صورت میں گو من حیث المجموع مسلمان اقلیت میں ہوں گے مگر ایسی خطرناک اقلیت نہ ہوگی جیسی پاکستان کی صورت میں صوبہ جات سی پی و مدراس وغیرہ میں ہو جاتی ہے۔ پھر مسلمانوں کی حیثیت فریق کی ہوگی۔ محکوم کی نہ ہوگی۔ اپنے حقوق کا تحفظ تو کر سکیں گے۔ جمعیۃ علماء ہند کا مطالبہ تو یہ ہے کہ مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کے نشستیں برابر کر دی جائیں۔ یعنی ۴۵ فیصد ہندو ۴۵ فیصد مسلمان اور دس فیصد دوسری اقوام۔ اس صورت میں مسلمانوں کی اکثریت والے صوبوں میں مسلمانوں کا اقتدار بھی ہو جاتا ہے۔ اور من حیث المجموع مسلمانوں کے محکوم ہونے کا خطرہ بھی دور ہو جاتا ہے۔ بتدریج مکمل آزادی کیلئے بھی راستہ صاف نظر آتا ہے، ممالک اسلامیہ بھی برطانیہ کے دستبرد سے نجات پا سکیں گے۔ اگر یہ شبہ ہوا کہ اچھوت وغیرہ مل ملا کر پھر مرکز میں ہندوؤں کی اکثریت رہے گی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اچھوت اور ہندو ایک دوسرے سے قریب تر ہیں تو پارسی اور عیسائی اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں سے زیادہ مانوس ہیں۔ اپنے مفاد کے خاطر مسلمان بھی ان اقوام کو اپنانے کی کوشش کر سکتے ہیں

۱۔ دریافت طلب یہ ہے کہ جمعیۃ علماء جدید اور لیگ اگر واقعی آزادی کے خواہاں جماعتیں ہیں تو جمعیت علماء ہند کی اس زریں تجویز کا کیوں نہیں ساتھ دیتیں۔

۲۔ کیا اگر کانگریس جمعیۃ علماء کے پینتالیس فیصد والی تجویز کو منظور کر لے اور اس کا باضابطہ اعلان ہو جائے تو کیا لیگ اور جمعیت جدید اس کا ساتھ دے گی یا نہیں۔

۳۔ کیا لیگ کی کمانڈ نے جمعیۃ علماء اسلام کے ساتھ اس قسم کا کوئی معاہدہ کیا ہے کہ شرعی امور میں علماء کی طرف رجوع کریں گے۔

۴۔ اگر کوئی معاہدہ اس قسم کا نہیں کیا ہے تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ الیکشن کے بعد لیگ کی ہائی کمانڈ جمعیت علماء جدید سے اسی طرح منحرف ہو جائے گی جس طرح ۱۹۳۶ء کے بعد جمعیت علماء قدیم کے ساتھ نقض عہد کیا؟

اگر ارباب لیگ نے جمعیت علماء اسلام سے کوئی اس قسم کا معاہدہ کر لیا ہے تو اسکا باضابطہ اعلان ہونا چاہئے۔ ممکن ہے کہ اس اعلان کے بعد قدیم وجدید جمعیتوں میں اختلاف باقی نہ رہے

ہمارا جواب

اس تحریر کا جواب میری طرف سے حسب ذیل لکھا گیا ہے

پاکستانی صوبوں کے اعداد وشمار: پاکستانی تجویز اور جمعیۃ العلما کے فارمولے کا فرق سمجھنے کیلئے اولاً یہ ملحوظ رہے کہ ہر مسلم لیگ اکثریت والے صوبہ کا علیحدہ پاکستان نہیں بنے گا۔ بلکہ پانچ صوبوں کا ایک ہی پاکستان ہوگا۔ اس لئے پاکستان پر بحث کرتے وقت ہر صوبے کا جداگانہ اعداد وشمار اور ان کی اقلیت اور اکثریت کی بحث بیکار ہے اب یہ سمجھئے کہ صحیح تحقیق کے موافق پاکستانی صوبوں میں مجموعی تعداد مسلمانوں کی سات کروڑ بیس لاکھ ہے۔ ہم تنزلاً سات کروڑ ہی فرض کئے لیتے ہیں۔ اور غیر مسلم آبادی پاکستان میں ڈھائی اور تین کروڑ کے درمیان ہے۔ اس کو بڑھا کر پورے تین کروڑ مان لیجئے۔ پس مجموعی حیثیت سے مسلم اور غیر مسلم میں سات اور تین کی نسبت

ہوئی گویا ستر فیصد مسلمان اور تیس فیصد غیر مسلم۔ اگر اس قسم کے حسن ظن سے کام لیا جائے جو جمعیتی فارمولہ کی تقدیر پر آپ نے استعمال کیا ہے تو کیا بعید ہے کہ عیسائی بوجہ اہل کتاب ہونے سکھ بوجہ موحد ہونے کے اور اچھوت ہندو دھرم کے مقابلے میں اسلامی مساوات ورواداری نیز پاکستان میں مسلم غلبہ کو دیکھ کر ہماری طرف آ جائیں۔ ادھر آدھی باسی قوم کے کروڑوں افراد اسلام سے قریب تر اور پاکستان کے حامی ہونے کی بنا پر مشرقی حصہ پاکستان میں شامل ہو جائیں۔ پھر تو پوچھنا ہی کیا ہے کہ بہر حال میں سیاسی معاملات میں اس طرح کی خیال آرائیوں کو چھوڑ کر تمام غیر مسلموں کا ”الکفر ملة واحدة“ کے مطابق ایک ہی بلاک فرض کئے لیتا ہوں۔ تب بھی ستر مسلم اور تیس غیر مسلم فی صدی کا تناسب رہے گا۔ دراں حالیکہ اس کے بیان کردہ جمعیتی فارمولہ کے مطابق سارے ہندوستان کی مرکزی حکومت میں پینتالیس مسلم اور پچپن غیر مسلم رہتے ہیں۔

یہ چیز عجائب دہر میں سے ہے کہ ہم ستر فیصد میں رہتے ہوئے تو خسارے میں رہتے ہیں اور جب پینتالیس فیصد ہو جائیں تو فلاح وکامرانی کے خزانوں کی گویا سب کنجیاں ہمارے ہاتھ میں آ جاتی ہیں۔ نیز ہماری صوبہ جاتی قلیل اکثریت جو آپ کے نزدیک غیر موثر اور ناقابل اعتداد ہے۔ متحدہ حکومت کی صورت میں کس طرح موثر بن جائے۔ جب کہ اوپر مرکز میں بھی ہم اقلیت میں ہونگے۔ اگر مسلم صوبجات میں وہ اکثریت بے اثر رہی تو صوبوں کی آزادی کا مقصد جمعیتی فارمولا کی بنا پر کیا ہوا۔ کیا کوئی عاقل اسے باور کر سکتا ہے کہ ہماری صوبجاتی تھوڑی سی اکثریت اس وقت تو کار آمد نہیں جب کہ اس کی مرکزی حکومت میں ہم ستر فیصد ہوں۔ لیکن جب وہ اکثریت ایک ایسے مرکز کے ماتحت آ جائے جہاں ہم ۴۵ فیصد رہ جاتے ہیں تو وہ نہایت محفوظ اور کار آمد ہو جاتی ہے۔ پھر اس ۴۵ فیصد کو بھی اس خطرے سے مامون نہ سمجھئے کہ بہت سے مسلمان اس وقت ایسے بھی نکل سکتے ہیں جو محض اپنی ذاتی اغراض و مفادات کی خاطر ہندوؤں کی دولت، تنظیم اور اکثریتی حاکمانہ تفوق سے مرعوب متاثر ہو کر ادھر چلے جائیں۔ جبکہ بحالت راہنہ ہندو حکومت کے فقدان کے باوجود ایسا مشاہدہ کیا جا رہا ہے۔

ہندوستان کے مسلمانوں کی حیثیت: رہا یہ سوال کہ پاکستان کے قیام کی صورت میں ان ڈھائی کروڑ مسلمانوں کا کیا بنے گا جو ہندو اکثریت کے ماتحت رہیں گے۔ تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح ہمیں اپنی اس اقلیت کی فکر ہے۔ ہندوؤں کو تین کروڑ ہندو اقلیت کے تحفظ

کا احساس نہ ہوگا۔ جو پاکستان میں آباد ہوگی۔ اصل یہ ہے کہ تحفظ اقلیت کے اس دوطرفہ احساس اور پورے ملک کے دفاعی مسائل کی فکر ہی قدرتی طور پر وہ بنیاد ثابت ہوگی۔ جس پر مضبوط معاہداتی سسٹم کے ماتحت دونوں قوموں کے عملی اتحاد واشترک کی عمارت قائم کی جائے۔ اور باہمی تعاون سے مشترک فوائد حاصل کرنے اور مشترک مضار کو دور کرنے کے راستے نکلتے چلے جائیں گے۔ پاکستاں میں ہم غیر مسلم اقلیتوں کو جس قسم کی مراعات کھلے دل سے دیں گے۔ ہم توقع رکھیں گے ہندوستان میں ہمارے مسلم بھائیوں کو ملیں۔ ہم پاکستان کا تحفظ اس لئے کررہے ہیں کہ مسلم اسلامیہ کا یہ باہیئت مجموعی اس میں فائدہ ہے۔ پاکستان پر ہندوستانی مسلمان کا اتنا ہی حق ہے۔ جتنا ہمارا ہے۔ کیونکہ یہ ہماری ملی جائے پناہ اوران کا اخلاقی سہارا ہوگا۔

پاکستانی اور ہندوستانی مسلمانوں کا راستہ: ہمارا ہندوستان سے کٹ جانا ہندی مسلمانوں سے کٹ جانا نہیں سمجھنا چاہئے۔ مسلمانوں کے باہمی تعلقات کے راستے میں جغرافیائی حدود کوئی کی کوئی بندش نہیں۔ جنوبی افریقہ کا مسلمان اور بحر منجمد شمالی کا مسلمان ملت اسلامیہ کے محکم واستوار رشتہ ہیں منسلک ہونے کی وجہ سے ایک ہی جسم کے دو حصے ہیں۔ اس لئے ہم میں اور ہندی مسلمانوں میں کوئی بعد نہیں ہوگا۔ کوئی چیز ہمارے راستے میں حائل نہیں ہوگی۔ ہم اپنے ہندو معترضین کو یقین دلاتے ہیں کہ ہمارے عزائم غاصبانہ نہیں۔ پاکستان کے مسلم اور غیر مسلم اپنے ملک کی خوشحالی اور مصیبت میں برابر کے شریک اور حصہ دار ہوں گے۔ مسلمان جو اکثریت میں ہونگے انشاءاللہ اپنے عمل سے ثابت کردکھائیں گے کہ طاقت اور قوت ان کے دماغ میں نخوت اور غرور نہیں بلکہ خدمت خلق کا جذبہ پیدا کردیتی ہے۔ وہ انڈین نیشنل کانگریس نہیں کہ اقلیتوں کے جذبات سے اغماض کریں اوران کے حقوق پامال کرڈالیں۔ وہ اپنے حقوق کی طرح برادران وطن کے حقوق کی مخالفت کریں گے۔ اس لئے ان کا مذہب انہیں اس امر کی تعلیم دیتا ہے اوران کی گزشتہ تاریخ ان کی یہ اس خصوصیت کی تفسیر ہے۔

اچھا اسے چھوڑیئے اکھنڈ ہندوستان کی صورت میں ملک کی ۱/۴ مسلم اقلیت کا تحفظ کس طرح ہوتا ہے اور کس طرح آئندہ ہوگا! اقلیت بہرحال اقلیت ہے مرکز حکومت ایک ہو یا دوملکی حکومت ہو اجنبی اقلیت کو اکثریت کے برابر کردینا تو کسی کی قدرت میں نہیں۔ اب ایک دس کروڑ مسلمان میں سے سات کروڑ مسلمان ہی رام راج کی تیاری کرنے والے ہندوؤں کی گرفت سے آزاد اور محفوظ

ہو جائیں تو کیا یہ کوئی فائدہ کی چیز نہیں۔

ہندوستان کے مسلمانوں کی اکثریت: آپ کو معلوم ہوگا کہ جناب رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو مکہ کے معابد کو اپنے ساتھ اٹھا کر نہیں لے گئے۔ اور بے کس و بے بس مستضعفین کو بھی وہیں چھوڑنا پڑا۔ جن کا ذکر قرآن میں موجود ہے (سورۃ النساء:۷۵)

ترجمہ: اور ان کے واسطے جو مغلوب ہیں مرد اور عورتیں اور بچے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب نکال ہم کو اس بستی سے کہ ظالم ہیں یہاں کے لوگ۔ اور کر دے ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور کر دے ہمارے واسطے اپنے پاس سے مددگار۔

کفار مکہ انہی مستضعفین کو بجبر و اکراہ میدان بدر میں مسلمانوں کے مقابلے پر بھی کھینچ لائے تھے۔ تو کیا ان تصورات اور امکانات کی روشنی میں حضور اکرم ﷺ نے مدینہ کو پاکستان بنانے کا خیال ترک فرما دیا تھا۔ ہاں ہوا تو یہ ہوا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے تمام غیر مہاجر مسلمانوں کے متعلق صاف اعلان کر دیا کہ:۔ (سورۃ الانفال:۷۲)

ترجمہ: اور جو ایمان لائے اور گھر چھوڑا۔ تم کو ان کی رفاقت سے کچھ کام نہیں۔ جب تک وہ گھر چھوڑ آئیں اور اگر وہ تم سے مدد چاہیں دین میں تو تم کو لازم ہے مدد کرنی مقابلہ میں ان لوگوں کے کہ ان میں اور تم میں عہد ہو۔

دار الحرب سے ہجرت: آخر یہ مسئلہ تو اب بھی فقہاء کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر دار الحرب میں کفار ارکان دین کے ادا کرنے سے روک دیں اور چارہ کار باقی نہ رہے تو ایسے ملک سے ہجرت کرنا بشروطہا واجب ہے۔ فرض کیجئے ایسی صورت آج کسی ملک میں پیش آ جائے تو ہجرت کرنے والے مسلمان کیا اپنے معابد و مساجد کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ یا غیر مستطیع مستضعفین کی وجہ سے ہجرت ترک کرنا ضروری سمجھیں گے؟ میں بتلانا چاہتا ہوں کہ ایسی صورت حالات میں علماء امت نے وجوب ہجرت کا حکم دیتے ہوئے آخر ان مسائل کا حل کیا سوچا، کیا یہی کہ ان سب کو اللہ کے سپرد کر کے چلے جائیں یا کچھ اور؟ پھر نہ تو یہاں سر دست ہجرت کا سوال ہے نہ کئی کروڑ مسلماں کا عدد ایسا ہے کہ بالکلیہ بے دست و پا ہو کر بیٹھے رہیں۔ خصوصاً اس حالت میں کہ جب کہ ان کے پڑوس میں مسلمانوں کا طاقتور پاکستان بھی موجود ہو۔ اور اس کو ان کی امداد اور تحفظ کا پورا

خیال بھی ہو۔ اور پاکستانی خطہ دوسرے آزاد ممالک اسلامیہ سے متصل بھی واقع ہوا ہو خدا جانے لوگ ہندو قوم سے اس قدر خائف کیوں ہیں کہ اس کی اکثریت کی غلامی سے نکلنے کا نام لیا اور وہ سمجھے کہ بس ہمارا خاتمہ ہوا۔

ایک دفعہ تو کم از کم پاکستانی نظریہ کا تو تجربہ کر کے دیکھ لیں اگر نا کام رہے گا تو بھی تو یہ موقع ہر وقت حاصل ہے کہ پھر اپنے کو ہندو اکثریت کی غلامی کے سپرد کر دیں۔

اصل یہ ہے کہ ابھی تک آزاد اور طاقتور پاکستان کا تصور ہی ان کے ذہن میں نہیں ورنہ اس طرح کے رقیق شبہات دق نہ کرتے۔

رہی پاکستان کی مادی اور اقتصادی وسائل کی بحث اور اس میں معدنیات وغیرہ کی قلت کا سوال۔ اس کا مختصر جواب خود مسٹر جناح ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کے نمائندگان کو بیان میں دے چکے ہیں۔ پھر سپرد کمیٹی کے دوارکان سرہومی مودی اور ڈاکٹر جان مٹھائی نے جو یادداشت پیش کی تھی اس میں بھی پاکستان کے اقتصادی پہلو کا کچھ حل بتلایا گیا ہے۔

پاکستان کی اقتصادیات: بعض مسلمان ماہرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت جو رقم پاکستان اپنے مصارف کیلئے مرکزی حکومت سے وصول کرتا ہے۔ ان سے کہیں زیادہ وہ مرکزی خزانے میں داخل کرتا ہے تو گویا مجموعی حیثیت سے ہم خسارے میں رہتے ہیں۔ جب پاکستان علیحدہ ہوگا تو دولت کی وہ نہر جو گنگا جمنا کے میدانوں کو سیراب کرتی ہے پاکستان کے میدانوں کو گلزار بنانے میں صرف ہوگی۔

اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ سندھ اور بلوچستان کے صوبے میں مٹی کے تیل کے چشمے برآمد ہوئے ہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہاں سے اتنا تیل دستیاب ہو سکے گا جو کل ہندوستان اور پاکستان کے لئے کفالت کرے گا علاوہ ازیں پاکستان کی زمین ہندوستان کی زمین سے زیادہ زرخیز ہے اور اس میں ہر قسم کی پیداوار ہوسکتی ہے۔ بلوچستان کا ساحل مکران کا علاقہ مچھلیوں کے لئے مشہور ہے۔ اس صنعت کو بھی فروغ دیا جاسکتا ہے۔ جنگلات اور ان سے متعلقہ صنعتوں کو بھی ترقی دی جاسکتی ہے۔ یہ ذرائع آمدنی گو سردست ہمارے لئے بالکل بیکار ہیں لیکن ذرا سے اقتصادی شعور اور تدبیر سے ریزگار کو باغ عدن بنایا جاسکتا ہے۔ گراں بار طرز حکومت اور ملازمین کے گراں قدر مشاہروں میں تخفیف ہوسکتی ہے۔ ہمارے معدنی ذرائع بھی امید افزاں ہیں۔ شمالی

مغربی علاقہ میں کوئلہ کی کمی ہے۔ لیکن جہاں تک اس کمی کا تعلق ہے۔ ہمارے دریاؤں نے ہمیں اس سے بے نیاز کر دیا ہے۔ دریا تمام کے تمام برفانی پہاڑوں سے نکلتے ہیں۔ اور اپنے راستے میں جابجا آبشار بناتے ہیں جن سے بجلی کی بے پناہ قوت حاصل کی جا سکتی ہے۔ جو آجکل ہائیڈرو الیکٹرک کے نام سے مشہور ہے۔ اسی قسم کے دوسرے پاور ہاؤس قائم کر دینے سے اس بات کا اندازہ لگایا جس سکتا ہے کہ بجلی کتنی وافر مقدار میں پیدا کی جا سکتی ہے۔ اور ہم کس حد تک کوئلہ سے بے نیاز ہو سکتے ہیں۔ کوئلے سے بے نیاز کرنے کیلئے مٹی کا تیل اور پیٹرول بھی ہمارا معاون ہوگا۔ اور ان سب اشیاء کے استعمال سے معدنی صنعتی اور زرعی پیداوار کو آسانی اور کامیابی کے ساتھ بڑھایا جا سکتا ہے۔ اب اگر ایسا نہیں ہو رہا تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ جن ہاتھوں میں پاکستان کی قسمت ہے وہ مخلص اور دیانتدار نہیں اور وہ دل سے پاکستان کو اپنا دست نگر اور محتاج بنانے کے خواہاں ہیں۔

پاکستانی صوبون کی زرخیزی: ہم معترضین کے چشم بصیرت وا کرنے کیلئے پنجاب کے سابق فنانشل کمشنر مسٹر ایچ کیلورٹ کی مشہور تصنیف پنجاب کی دولت و فراغت سے مندرجہ ذیل اقتباس پیش کرتے ہیں۔

آل انڈیا فیڈریشن کا جزو بننے سے پنجاب پر اقتصادی موت طاری ہو جائے گی۔ اور اسکی تمام تر ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوگی جو غیر پنجابی ہونگے۔ مگر جو مرکز میں براجمان ہو کر مرکز کے مفاد کے لحاظ سے پنجاب کا خون شیر مادر کی طرح پی جائیں گے۔ وفاقی دستور کے ماتحت تقسیم دولت کے جملہ وسائل اغیار کے ہاتھوں میں ہونگے۔ ریلوے ڈاک اور تار، بری اور بحری ذرائع رسل و رسائل تمام کے تمام صوبائی خود مختاری کے حلقہ اختیار سے باہر ہوں گے۔ حتی کے پنجاب کی پیداوار کے لئے منڈیاں تلاش کرنا اور ان کو مناسب قیمتوں پر فروخت کرنا اور اس قسم کے دوسرے اہم کام اس کے سپرد ہوں گے۔ جنہیں پنجاب سے کوئی ہمدردی نہیں ہوگی۔ نرخوں کا تعین خارجی اثرات سے انجام پزیر ہوگا۔ اور درآمد و برآمد کے سلسلہ میں پالیسی سراسر مرکزی حکومت کی ہوگی۔ پنجاب کیلئے سب سے زیادہ خطرناک چیز بمبئی کے کارخانہ داروں کا وہ مہلک اثر ہے۔ جس کے باعث وہ مرکزی حکومت کو محصولات کا لالچ دے کر تحفظ صنعت پر آمادہ کر لیتے ہیں۔ اس کے بہادر و تند مند باشندے بمبئی کے فریب کار اور خود غرض تاجروں کے سامنے مجبور محض ہونگے۔ جن کی ہوس

رانیوں نے پہلے ہی ہندوستان بھر کے مفاد کو خطرے میں ڈال رکھا ہے۔ پنجاب فیڈریشن میں اقلیت کی حیثیت سے شامل ہوگا۔ اور فیڈریشن کے ناخداؤ کو اس کی ترقی و تنزل سے کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ اور اگر پنجاب اپنی گزشتہ روایات کا تحفظ اور اقتصادی آبرو کی بقا چاہتا ہے تو اسے ضرور اکثریت پیدا کرنی چاہئے۔ اور وہ اکثریت دوسرے ہمسائے زرعی صوبوں کو اپنے ساتھ ملانے سے ہوسکتی ہے

مرکزی حکومت جب اپنے ذرائع آمدنی بڑھانے کیلئے اور بمبئی کے تاجروں کی صنعت کو فروغ دینے کیلئے بیرونی اشیاء کی درآمد پر بھاری محصولات لگائے گی تو غیر ممالک بھی ہندوستان کی برآمد پر جواباً اسی قسم کی پابندی عائد کریں گے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہندوستان کی برآمد میں نمایاں کمی ہوجائے گی۔ اور کیونکہ ہندوستان کی برآمد کا بیشتر حصہ خام اشیاء پر مشتمل ہے جو پنجاب، سندھ وغیرہ جیسے زرعی صوبے مہیا کرتے ہیں۔ اس لئے بائیکاٹ کی زد سیدھی اسی اسّی فیصد والی آبادی پر پڑے گی جن کا روزگار ان خام اشیاء کی پیداوار پر منحصر ہے۔ اور اغلب ہے کہ ان صوبوں کی جفاکش کسان تنگ دستی اور فلاکت کے مرض میں مبتلا ہو کر راہی ملک بقا ہوں اور ان کی سرسبز لہلہاتی کھیتیاں ہمیشہ کیلئے خزاں کی نذر ہوجائیں۔

برما نے علیحدہ ہو کر اپنا مستقبل محفوظ کرلیا ہے۔ اب زرعی صوبجات کیلئے اپنی یقینی بربادی سے بچنے کی واحد صورت یہی ہے کہ وہ صنعتی صوبہ جات سے علیحدہ ہو کر اپنی جداگانہ فیڈریشن قائم کریں۔

اگر پنجاب، سرحد، بلوچستان، اور سندھ اور وہ ریاستیں جو این، ڈبلیو، آر (شمال مغربی ریلوے) سے ملحق ہیں۔ اپنی علیحدہ فیڈریشن قائم کرسکنے میں کامیاب ہوجائیں تو وہ ان خطرناک نتائج سے بچ سکتے ہیں۔ جو لازمی انہیں مرکزی حکومت کی تجارتی حکمت عملی کے طفیل میں بھگتنے پڑیں گے۔

ابھی چند روز ہوئے پاکستان کی اقتصادی اور سیاسی پوزیشن کے عنوانات سے جناب بابو رام شرما نے ایک مضمون شائع کرایا ہے جو معلومات سے لبریز ہے۔ اس کا اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ہمارے صوبوں کی معدنیات: کسی ملک کی اقتصادی حالت کا جائزہ لینے کیلئے بنیادی طور پر تین چیزیں سامنے ہوتی ہیں۔ اول اس ملک کی آبادی دوسرے معدنیات۔ تیسرے زرعی پیداوار۔ آبادی کے لحاظ سے شمالی مغربی پاکستان کی آبادی ساڑھے تین کروڑ کے لگ بھگ ہے جو

یورپ کے سب سے بڑے ملک روس کو چھوڑ کر یورپ کے تمام ممالک سے زیادہ ہے۔ یعنی سات کروڑ کی آبادی یورپ کے کسی ملک کی بھی نہیں ہے۔ اور غالباً یورپی رشیا کی بھی اتنی نہیں ہے۔ اس لئے آبادی کے لحاظ سے پاکستان ایک بہت بڑا طاقتور ملک ہے۔ اس کے باشندے نہایت خوبصورت، لانبے، مضبوط اور سڈول جسم کے ہوتے ہیں۔ ہندوستان کی موجودہ فوج میں ساٹھ فیصد آبادی اسی خطہ پاکستان سے لی جاتی ہے۔ اس کی آبادی قدرتی طور پر سپاہی ہے۔ اور اس سات کروڑ آبادی میں سے تقریباً دو کروڑ فوج تیار ہو سکتی ہے۔ معدنیات کے لحاظ سے ہمالیہ پہاڑ کا بیشتر حصہ پاکستان میں سے گزرتا ہے جو ریسرچ کرنے پر معدنیات سے بھرپور ہے۔ نمک کھیوڑا اور مٹی کا تیل (اٹک) پنجاب میں کافی مقدار میں موجود ہے۔ اور سیمنٹ کیلئے بھی یہاں بہت بڑا وسیع میدان موجود ہے۔ کوئلہ کی کمی مشرقی بنگال سے پوری کی جا سکتی ہے۔ جہاں ہائیڈرو الیکٹرک پاور دنیا کی بڑی الیکٹرک پاورز میں سے ایک ہے۔ جس سے نیشنل لائن پر بہت بڑا کام لیا جا سکتا ہے۔ جو پاکستانی باشندوں کیلئے بہت بڑی خوشحالی کا باعث بن سکتی ہے۔۔ عمارتی لکڑی پنجاب میں ضرورت سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے معدنیات کے لحاظ سے پاکستان کا علاقہ کچھ کم زرخیز نہیں ہے۔ زرعی اعتبار سے پاکستان دنیا کا سب سے بہترین خطہ ہے۔ پاکستان آج بھی دنیا کا بہت بڑا گندم پیدا کرنے والا ملک ہے۔ حالانکہ ابھی سائنٹیفک اور نیشنل طریقے پر گندم کی کاشت کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ اگر سائنٹیفک اور نیشنل طریقہ پر گندم کی کاشت کا انتظام کر لیا جائے۔ اور اس کے خشک علاقوں پر آبپاشی ہو جائے۔ تو یقیناً پاکستان دنیا میں سب سے زیادہ گندم پیدا کرنے والا ملک ہو سکتا ہے۔

ہماری صنعت و تجارت: کشمیر اور بلوچستان کے خشک اور تر میوہ جات پاکستان کی آبادی کی صحت اور خوشحالی میں بہت معاون ہو سکتے ہیں۔ نیز کشمیر کی جڑی بوٹیوں (mebicinal plants) سے بہت زیادہ مالی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ کشمیر کی اون پشم کی دستکاری کو آرگنائز کر لیا جائے تو بھو کے کشمیر کو مالا مال کیا جا سکتا ہے، دودھ، گھی اور مکھن کیلئے مویشی انسانی زندگی کی جان ہیں۔ اور یہ بات ہر کسی پر عیاں ہے کہ پاکستان کی پنجاب علاقے میں بہترین مویشی پائے جاتے ہیں۔ اس علاقے کی گائے بھینس اور بکریاں بہت زیادہ دودھ دیتی ہیں۔ اونٹ اور بیل زرعی کاموں میں بہت مضبوط اور کارآمد ہیں اور سچ پوچھئے تو گھوڑا جو سواری کے لئے بہترین جانور

ہے ملتان اور سندھ کے سوا ہندوستان میں کہیں ہوتا ہی نہیں۔ کسی ملک کا محل وقوع بھی اس کی ترقی میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی ملک وحشی ممالک کا ہمسایہ ہے تو اس کیلیے ترقی کے مواقع بہت کم ہیں۔ اگر سمندر نہ لگتا ہو اور اندرونی نقل وحرکت کے ذرائع موجود نہ ہوں تو وہ ملک تجارتی لحاظ سے ترقی یافتہ نہیں ہوسکتا۔ آیئے شمالی مغربی پاکستان کا محل وقوع دیکھیے۔

ایک طرف افغانستان اور روس دوسری جانب ایران اور بحیرہ عرب واقع ہے افغانستان سے اناج کے تبادلہ میں پھل اور میوہ لئے جاسکتے ہیں، اور مشرقی مقبوضات بھی اپنی ضروریات کے مطابق پورا اناج پیدا کرنے کے اہل نہیں ہیں اس لئے روس سے اناج کے مقابلے مشینری لی جاسکتی ہے۔ روس، افغانستان، ایران اور افریقہ سے براہ راست تعلق ہے۔ کراچی کمرشل اور فوجی نقطہ نگاہ سے ہندوستان کی واحد بندرگاہ تصور کی جاتی ہے پاکستان میں واقع ہے۔ جس سے گندم اور کپاس برآمد ہوتی ہے، سودیشی نقطہ نگاہ سے بمبیٔ کی بندرگاہ جو بدیشی مال درآمد کر کے ملک کو اقتصادی لوٹ کا شکار بناتی ہے۔ بالکل ناکارہ ہے۔ اندرونی نقل وحرکت کیلیے پاکستان میں ریل کا جال بچھا ہوا ہے۔ نیز دریاؤں سے کامیاب طور پر نقل وحرکت کی جاسکتی ہے پاکستانی خطہ میں نہ صرف بڑے بڑے دریا بہتے ہیں بلکہ ہندوستان کو سیراب کرنے والے دریا گنگا اور جمنا بھی اسی پاکستان کی سرزمین سے نکلتے ہیں۔ اگر ان کے منبع پر سائنٹیفک طریقہ سے کام لیکر گنگا اور جمنا کا پانی ستلج اور بیاس میں منتقل کر دیا جائے تو پاکستان کا کونہ کونہ سیراب ہوسکتا ہے۔ دریاؤں کا رخ بدلنے کا کامیاب تجربہ امریکہ میں ہو چکا ہے۔ پانامہ نہر بناتے وقت ایک دریا کا پانی کافی عرصہ دوسرے راستہ خارج کیا گیا تھا اب شمال مشرقی پاکستان کو لیجیے۔ اس میں کوئلہ بافراط ملتا ہے۔ بلکہ ہندوستان کی تمام ضروریات آج تک بنگال سے پوری ہو رہی ہیں۔ بنگال اپنی ضروریات سے کہیں زیادہ چاول پیدا کرتا ہے۔ اور پٹ سن کی خاص انڈسٹری ہے اگر اسے نیشنل لائن پر چلایا جائے تو تمام مشرقی پاکستان محض پٹ سن کے علاقے سے مالا مال ہوسکتا ہے۔ اس سرزمین کو بھی بڑے بڑے دریا سیراب کرتے ہیں جو تجارتی نقل حرکت کیلیے بھی بہت مفید ہیں۔

پاکستان کی بندرگاہیں اور باہر کی دنیا: کلکتہ ہندوستان کی سب سے اہم بندرگاہ ہے، اور اس کی کھاڑی بنگال کے جہازوں کیلیے محفوظ ترین بندرگاہ ہے۔ جو پاکستان کی ایک بہت بڑی بحری قوت بننے میں مدد دے سکتی ہے، اور اس سے پٹ سن وغیرہ کی مصنوعات اور چاول وغیرہ کی

برآمد آسٹریلیا، ملایا اور سنگا پور کی جاسکتی ہے۔ اور ادھر سے سماٹرا اور جاوا جو آبادی کے لحاظ سے پاکستان ہی میں ہیں ان کے مصالحہ جات براستہ کلکتہ درآمد کر کے ہندوستان میں برآمد کیئے جاسکتے ہیں۔ اور مچھلی بھی اندرون ہند میں درآمد کی جاسکتی ہے۔ سب سے معرکہ کی بات یہ ہے کہ ہندوستان کی دو طرفہ سرحد پاکستان کے ہاتھ میں ہے اسلیئے چین روس اور تبت کو براہ راست پاکستان سے معاہدات کرنے ہوں گے، اور ان عہد ناموں کی موجودگی پاکستان کو بین الاقوامی طور پر ایک بہت اہم ملک بنادے گی

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں اپنے بھائیوں کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ یہ چند موٹی موٹی باتیں ہیں جو بیان کی گئی ہیں۔ اگر ان کا بغور، مطالعہ کیا جائے تو ایک غیر جانبدار آدمی یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوتا ہے کہ پاکستان اقتصادی، معدنی اور زرعی طور پر ہندوستان سے کہیں زیادہ بہتر پوزیشن میں ہوگا اور شاید ہندوؤں کے دلوں میں یہی جذبہ کام کر رہا ہے کہ شاید پاکستان کی علیحدگی سے ان کی اپنی اقتصادی پوزیشن کو بہت نقصان پہنچے گا۔ اور اس جذبہ کے اظہار کو وہ پاکستان کے مالی، اقتصادی نقصان سے تعبیر کرتے ہیں۔

برادران وطن کی گھبراہٹ: ابھی حال ہی میں ایک مسلمان اخبار نے پاکستان کے متعلق ہندوؤں کی اقتصادی نقطہ نظر کی توضیح ان الفاظ میں کی ہے۔ ہندو سوچتا ہے کہ بھارت ورش کے ساتھ ملایا، جاوا، برما، چین، جاپان، آسٹریلیا کی تمام تجارت، کلکتہ کی بندرگاہ سے ہوتی ہے، بنگال میں پاکستان بن گیا تو یہ سب تجارت گئی۔ عرب، ایران اور عراق کی تجارت کا ذریعہ کراچی ہے۔ ایران اور موصل کا تیل کراچی کے قریب ہے اور برما کا تیل کلکتہ کے قریب ہے اگر بنگال اور سندھ میں پاکستان بن گیا تو یہ سب تجارتیں بھی گئیں۔ عراق، ایران اور برما کی تیل کی کمپنیاں پاکستانیوں کے ہاتھ آسکتی ہیں۔ اس صورت میں ہندو کا کیا بنے گا۔

ہندو سوچتا ہے کہ کشمیر کے میوے گئے، کابل کے سردے گئے، چمن کے انگور گئے، افغانستان کے خشک میووں کی تجارت گئی، بنگال کا چاول اور جوٹ گیا، پنجاب کی اجناس گئیں، برما، عراق اور ایران اپنے تیل کیلیئے اپنے ہمسایہ پاکستانی بندرگاہوں (کراچی اور کلکتہ) کو ترجیح دیں گے، تیل بھی ہوگا، ہندوستان میں کسی بھی دوسری جگہ تیل نہیں ہے۔ ان دردناک حالات میں ہندوؤں کا کیا بنے گا۔ اچھا ان سب باتوں کو رہنے دیجئے۔ پھر کیا کوئی قوم اپنے موجودہ اقتصادی وسائل کی قلت

پر نظر کر کے غلامی کی ذلت کو آزادی کی زندگی پر ترجیح دیگی۔ آپ سرحدی آزاد قبائل کا حال نہیں دیکھتے کہ وہ اتنی بڑی قاہر سلطنت کے مقابلہ میں باوجود انتہائی بے سروسامانی کے کب سے اپنی آزادی کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔

انگریز کی غلامی: اگر آپ کی سب حجتیں صحیح مان لی جائیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہندوستان کے مسلمان کو کبھی اور کسی جگہ ایسا ارادہ اور نیت ہی نہیں کرنی چاہئے اور وہ ہندو اکثریت کے زیر نگیں رہنے اور ان سے حقوق کے تحفظات کی بھیک مانگنے سے انکار کرے۔ آپ نے یہ بھی خوب ہی کہی کہ پاکستان بننے کی صورت میں انگریز کی دائمی غلامی سب پر مسلط رہے گی۔ کیا آپ نے سنا نہیں کہ بار بار قائدین لیگ اعلان کر رہے ہیں کہ آج کانگریس مسلمانوں کا یہ صحیح اور منصفانہ فیصلہ تسلیم کر لے تو کل صبح کا آفتاب طلوع ہونے سے پہلے قومیں کامل تعاون اور وحدت عمل کے ساتھ آزادی کی جنگ دوش بدوش ہو کر لڑیں گی بلکہ مسلمان اس میں پیش پیش رہیں گے۔ اب اگر ہندو کا دلی منشاء ہی نہ ہو کہ ملک کو اجنبی غلام سے آزاد کرائے۔ بلکہ یہی مقصد ہو کہ مسلمانوں کو دائماً اپنی اکثریت کا محکوم رکھے تو وہی آزادی ملک کے راستے میں سنگ راہ بنے گا۔ اور مسلمان آزادی قبول کرنے کیلئے کوئی دوسری راہ اختیار کرنے پر مجبور ہونگے۔ مطالبہ پاکستان کا انکار کر کے خود انگریز کو یہ توقع تو ہندو دے رہا ہے کہ وہ ہم کو باہم ٹکراتا اور لڑاتا رہے۔ دونوں قوموں کی بیک وقت آزادی قبول کر لینے سے تو آپس کے سب جھگڑے مٹ جائیں گے اور دونوں ایک دوسرے کی احساسات کی قدر کرنا سیکھیں گے۔

بیشک انگریزی حکومت با اختیار ہے خود اپنے مفاد کو ترک نہیں کر سکتی۔ لیکن اگر حکومت ہندوستانیوں کو الو بناتی ہے۔ تو وہ خود الو کیوں بنتے ہیں۔ ان کو لازم ہے کہ بیجا تعصّبات اور تنگ نظریوں سے بالاتر ہو کر فراخدلی کے ساتھ معاملہ کرنا سیکھیں۔ اور ایک دوسرے کی صحیح اور جائز احساسات کی رعایت اور قدر کریں اور غیر ملکی حکومت کے جال میں نہ پھنسیں۔

پاکستان کا قانون: یہ کہنا حیرت انگیز ہے کہ پاکستان کی حکومت ایسے ہاتھوں میں آئے گی جو دین و مذہب سے دور کا واسطہ بھی نہیں رکھتے اور اپنی حکومت میں سول میرج جیسے قوانین بنائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ لوگ پاکستانی حکومت ایسے ہاتھوں میں جانے

ہی کیوں دیتے ہیں یہ قصور تو آپ کا ہے۔ آج اگر تمام علماء وزعماء مل کر لیگ میں آجائیں اور لاکھوں صحیح الخیال اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کو اس کا ممبر بنائیں پھر اکثریت آپ کی ہوگی۔ آپ ہر طرح کی اصلاح و جمہور کی طاقت کو ساتھ لے کر کرسکیں گے۔ اور ناقابل اصلاح ہونے کی تقدیر پر فاسد عناصر کو نکال باہر کریں گے۔ بہر حال ان مشکلات کا واحد حل یہی ہے۔ ورنہ کیا ہندو اکثریت کی حکومت سے آپ امید کر سکتے ہیں کہ وہ ہمارے دین و امن کی کفیل وضامن ہوگی۔ اگر کلمہ پڑھنے والوں سے آپ اپنی مذہبی بات نہیں منوا سکتے تو کھلے ہوئے کافروں سے کس طرح تسلیم کروائیں گے۔ کانگریسی وزارتوں کے زمانے میں جو دردناک مظالم ہوئے انہیں چھوڑ کر کیا واردھا اسکیم ہی آپ کانگریس سے منسوخ کروانے میں کامیاب ہوگئے؟ جس کی پر زور مذمت تمام مسلم جماعتوں نے متفقہ طور پر کی۔

جمعیۃ العلمائے ہند کا فارمولا: کیا جمعیۃ العلمائ کا موجودہ فارمولا ہی کانگریس اور دوسری اقوام متعلقہ سے منظور کروالیا ہے۔ یا محض ہوا پر قلعہ تعمیر کیا جارہا ہے۔ پہلے جمعیۃ العلمائے ہند کا فارمولا کانگریس وغیرہ سے تسلیم کرائے۔ تب دوسری مسلمان جماعتوں سے دریافت کیجئے تم اسے تسلیم کرتے ہو یا نہیں۔ عجیب بات ہے کہ کانگریس میں دوسری عوام غالبہ کی شرکت کے لئے تو ہم کو معاہدہ کی ضرورت نہیں! مگر مسلم لیگ میں شریک ہونے اور اس کی تائید کرنے کیلئے جس کا دروازہ تمام مسلمانوں کیلئے کھلا ہوا ہے پہلے معاہدہ کی ضرورت ہے؟ گویا مشرکین کی بات پر تو ہم اعتماد کر سکتے ہیں لیکن مسلمانوں کے ساتھ کسی درجہ میں بھی حسن ظن باقی نہیں رکھ سکتے۔ لیگ کے شائع شدہ دستور میں یہ دفعہ موجود ہے کہ مسلمانوں کے تمام شرعی معاملات میں سنیوں کے علماء اور شیعوں کے مجتہدین کی رایوں کو معتبر رکھا جائے گا۔ پھر سب وعدے اور اعلانات کی پابندی کرانا کسی طاقت ہی سے ممکن ہے۔ مسلم لیگ میں جمہور اہل اسلام کی طاقت کو ساتھ لیکر وعدہ وفا کرانے کا ہر وقت موقع ہے۔ کانگریس میں کبھی یہ امکان ہی نہیں۔ بجز یہ کہ اس کی اکثریت اپنے لطف وکرم سے ہم کو بھی زندہ رہنے کا حق عنایت فرمادے۔ کیا اس قدر واضح اور کھلے ہوئے حقائق کی روشنی میں کوئی مسلمان بشرط سلامتی ہوش وحواس یہ گمان کر سکتا ہے کہ چند منتشر ومنفرد مسلمانوں کا کانگریس میں

شریک ہوکر مسلمانوں کے خلاف محاذ بنانا صحیح ہوگا۔ بار بار سوچئے اور فہم و دیانت سے کام لیجئے۔ کیا بعید کہ حق تعالٰی صحیح حقیقت سب کے دلوں پر منکشف فرمادے۔ اور جو موقع حسن اتفاق سے کلمہ گویوں کی تنظیم کا کفار مجاہدین کے مقابلے پر اس وقت اللہ کی رحمت سے ہاتھ آ گیا ہے۔ وہ ضائع نہ ہو جائے سب مسلمان یک دل و یک جاں ہوکر اپنا متفقہ مطالبہ حکومت اور کانگریس دونوں کے سامنے رکھیں تو کس کی مجال ہے کہ دس کروڑ فرزندان توحید کی اس پر قوت و پر ہیبت آواز کو یوں ہی بے اعتنائی سے ٹھکرا دے۔ اور اگر ایسا ہو بھی تو کیا کوئی کہ سکتا ہے کہ ٹھکرانے کے بعد وہ دنیا میں چین سے بیٹھ کر حکومت کرتے رہیں گے۔

جمہور مسلمانوں کا مطالبہ: یاد رکھیئے مسلمان اب بیدار ہو چکا ہے۔ اس نے اپنی منزل مقصود معلوم کرلی ہے اور اپنا نصب العین خوب سمجھ لیا ہے۔ وہ اس راستہ میں جاں نثار کرنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ خوش قسمتی سے بہت سے علماء امت اور اکثر مشائخ طریقت نے بھی مذہبی نقطہ نظر سے پاکستان کی حمایت و تاریخ کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ اور وہ اپنے پیروؤں کو برابر تلقین کرتے ہیں کہ پاکستان اور مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کی انتہائی سعی کریں اور کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لائیں۔ کیوں کہ یہ اس وقت مسلمانان ہند کی موت و حیات کا مسئلہ ہے۔ اب ہم مضمون پاکستان کو چودھری رحمت علی کے الفاظ پر ختم کرتے ہیں جو کہ ترکی کی شہرہ آفاق خاتون خالدہ ادیب خانم کی کتاب ”درون ہند سے ماخوذ ہے“۔ انہوں نے اسلامی ہند کی سیاست پر تبصرہ کرتے ہوئے پاکستان نیشنل تحریک پر ایک باب باندھا ہے۔ اور اس سلسلہ میں چودھری رحمت علی صاحب سے پیرس اور لندن میں دو دفعہ ملاقات کی ہے اور پاکستان کا باب انہی ملاقاتوں کا نتیجہ ہے اس باب میں سے ہم چند سطور ذیل میں سے درج کرتے ہیں۔

”ہماری تجویز...... ایک آزاد اور علیحدہ پاکستان کا تصور ہے۔ جو شمال کے پانچ صوبوں پر مشتمل ہے۔ اور جس کا سیاسی درجہ دیگر مذہبی اقوام کے برابر ہوگا۔ ہمارا یقین ہے کہ یہ حل دونوں قوموں (پاکستان کے مسلمان اور ہندوستان کے ہندو) کے لئے آبرومندانہ زندگی کا تحفظ کریگا اور دونوں کو برطانوی شہنشاہیت کا آلہ کار بننے سے بچائے گا ہم مسلمانوں کا ہندو اکثریت میں مدغم ہوجانا سیاسی موت کے مترادف ہوگا“

ملی خودکشی کے معنی: کیا تاریخ میں کوئی ایسی مثال بھی ملتی ہے کہ ایک قوم نے دوسری ہمسایہ

قوم کے اتحاد کے لئے ملی خودکشی کی ہو۔ شکست ایک بری چیز ہے لیکن بغیر مقابلے کے ہتھیار ڈال دینا گناہ عظیم ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ برطانوی راج اور ہندو وطن پرستی اپنے مخصوص مصالح کی خاطر ہم سے متحدہ ہندوستان کے نام پر قومی خودکشی کی توقع رکھتی ہے۔ لیکن ایسا ہونا قبیل محالات میں سے ہے۔ ہندوستان کو متحدہ کرنا علیحدہ بات ہے۔ لیکن پاکستان کو غصب کرنا اور بات۔ یہ ہم کبھی گوارا نہیں کر سکتے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہم کش مکش حیات میں چند در چند مسائل میں مبتلا ہیں۔ لیکن یہ درخشاں حقیقت ہم فراموش نہیں کر سکتے کہ ہمارے آباؤ اجداد نے اس سرزمین میں ان سے کہیں زیادہ عظیم الشان مصائب کا جوانمردی اور کامیابی سے مقابلہ کیا تھا۔ ہمارا مستقبل پاکستان سے وابستہ ہے، اور ہم اسے زندگی اور موت کا سوال سمجھتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ تقدیر نے ہمیں پاکستان کے تحفظ کیلئے منتخب کیا ہے۔ اور یہ چیز آئندہ نسلوں کو ورثہ میں ملے گی۔ امروز شاید ہمارا مذاق اڑائے لیکن ہماری آنکھیں صبح فردا کی اس دل فریب خندہ کا نظارہ کر رہی ہیں جس کے پردہ سے ہماری کامیابیوں کا مہر منیر طلوع ہوگا۔ اس صبح امید ونمود تک ہم نوامیدیوں کی شب تاریک کو اپنی قربانیوں کے نور سے روشن رکھیں گے۔ اور اسلام کے سچے فرزند کی طرح ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کریں گے۔ دیگر اقوام عالم کی طرح ہمارے سامنے بھی معین مقصد ہے اور وہ اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے۔ جب ہم پاکستانی روح کو منزہ اور محفوظ رکھیں گے۔ اندریں حالات اگر ہم قومیت متحدہ ہندیہ کے برخود غلط اور خطرناک نظریہ کے لئے اپنے ہی قتل نامہ پر دستخط ثبت کر دیں۔

تو آئندہ نسلوں سے غداری، اپنی تاریخ سے صریح ظلم اور انسانیت کے خلاف گناہ عظیم ہے۔

پاکستان کا نظام حکومت: اب آپ نے سمجھ لیا کہ پاکستان کیا ہے۔ اگر یہ پاکستان بن گیا تو وہاں نظام حکومت کس قسم کا ہوگا۔ اس کے متعلقات پر سر دست تفصیل میں جائے بغیر انہی اعلانات پر اکتفا کرتے ہیں جو آل انڈیا مسلم لیگ کے قائداعظم مسٹر محمد علی جناح اس کے جنرل سیکریٹری نوابزادہ لیاقت علی خان اور اس کی مجلس کے صدر نواب اسمٰعیل خان صاحب وقتاً فوقتاً کرتے رہے ہیں، کہ سرزمین پاکستان قرآنی کریم کے بنیادی اصولوں پر اسلام کی حکومت عادلہ قائم ہوگی۔ جسمیں تمام اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ بلکہ فیاضانہ برتاؤ کیا جائے گا۔ ذمہ داران لیگ کے اعلانات پر اعتبار کرتے ہوئے مجھے اس قدر وضاحت کی اجازت دی جائے کہ یہ اعلیٰ اور پاک نصب العین

ممکن ہے بتدریج حاصل ہوتا ہم دوسرا قدم جو اٹھایا جائے گا۔ انشاء اللہ مسلم قوم کو پہلے قدم سے زیادہ اس محبوب نصب العین کے قریب تر کرے گا۔ ہاں اس موقع پر میں یہ کہنے کی جرات کروں کا کہ پاکستان بنانے والوں کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ پہلے خود پاک بنیں۔ بلاشبہ پاکی کے درجات ہیں اور اس کا کوئی نہ کوئی درجہ ادنیٰ ترین مسلمان کو بھی حاصل ہے۔ کیونکہ کفر وشرک کی نجاست سے وہ بہر حال پاک ہوتا ہے۔ مگر بانیان پاکستان کیلئے بہت ہی ادنیٰ مرتبہ پاکی کفایت نہیں کر سکتی۔ لازمی ہے کہ وہ پاکستان کے قائم ہونے سے پہلے وہ زیادہ سے زیادہ پاکیزگی اپنے اخلاق، اعمال، خیالات اور جذبات میں پیدا کریں۔ میں نے میرٹھ کانفرنس کے خطبہ صدارت میں اس پر ذرا تفصیل کے ساتھ متوجہ کیا ہے۔ اور آج پھر کہتا ہوں حقیقی معنی میں پاکستان بنانے والی قوم کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود پاکیزہ اخلاق واطوار کا نمونہ بنے اور اس کے ساتھ تحصیل پاکستان کے ذرائع وسائل مہیا کرنے میں انتھک جدوجہد سے کام لے۔ وہ ذرائع ووسائل کیا ہیں۔ اس کی تفصیل تو حالات کہ اقتضاء سے وقتاً فوقتاً سامنے آتی رہیں گی۔ فی الحال تو ہماری تمام تر مساعی اس نقطہ پر مرکوز ہونی چاہئے کہ ایک طرف حکومت اور دوسری جانب ہندوستان میں بسنے والی قوموں پر یہ ثابت کردیں کہ یہاں جمہور مسلمانوں نے آخری طور پر فیصلہ کرلیا ہے کہ ہم پاکستان لے کر رہیں گے۔ جس کا ثبوت پیش کرنا صرف مسلمان ووٹرز کے قومی احساس اور فرض شناسی پر منحصر ہے۔

مسلم لیگ کی درخشاں کامیابیاں: الحمداللہ والمنہ سنٹرل اسمبلی کے انتخابات میں انہوں نے بہت ہی صاف طور پر اس کا ثبوت پیش کردیا۔ اب دوسرا مرحلہ شروع ہے۔ اور محض تائید ربانی سے آثار ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ اس مرحلے پر بھی ہمارا یہ دعویٰ جھوٹا ثابت نہیں ہوگا۔ ضرورت ہے کہ مسلماں اس ایک ماہ میں چین سے نہ بیٹھیں اور ہر فرد مسلم اپنی جگہ مطالبہ پاکستان کو حق بجانب ظاہر کرنے کیلئے ہر امکانی کوشش عمل میں لائیں۔ کاش جو مسلمان اس مطالبہ سے علیحدہ ہیں۔ وہ بھی اس وقت متفق ہوتے یا کم از کم برسر پیکار نہ ہوتے تو بسہولت بلا ادنیٰ مقابلے سے ہمارا قومی نصب العین انگریز اور ہندوؤں سے منوایا جاسکتا۔ خصوصیت کے ساتھ ہمارا احرار بھائی پہلے مسلم لیگ کے ساتھ ہوکر ہندوستان میں کوئی مناسب زمین حاصل کرلیتے پھر وہاں پر حکومت الٰہیہ کی مضبوط عمارت بنانے کی خدمت پوری قوت کے ساتھ انجام دیتے افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔ بہما لا

تشتھی الانفس واللہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون

بہر صورت اس وقت مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس معرکہ انتخاب میں حصول پاکستان کے پیش نظر مسلم لیگ کی آواز کو زیادہ سے زیادہ کامیاب اور موثر بنانے کی کوشش کریں۔ میں اس سے بے خبر نہیں کہ محض الیکشن کی کامیابی ہم کو پاکستان نہیں دلا سکتی۔ الیکشن ختم ہونے کے بعد دیکھنا ہے کہ بین الاقوامی سیاست اور ہندوستان کی سخت اضطرابی کیفیت کا اثر حکومت برطانیہ کے قلب و دماغ پر کیا پڑتا ہے۔ اور ہماری ہمسایہ اقوام کہاں تک ٹھنڈے دماغ سے جمہور مسلمین کے منصفانہ مطالبے پر غور کرتے اور اس پورے ملک کی بہتری اور امن و خوشحالی کا کس حد تک پاس و لحاظ رکھتے ہیں، اگر امن پسندانہ آزادی، صلح و آشتی، نیک خواہی اور خیر سگالی کے جذبات یہاں کی اقوام میں کارفرما ہوئے تو مسلمان آگے بڑھ کر جوش کے ساتھ اس کا خیر مقدم کریں گے ورنہ جو غیر خوشگوار حالات پیش آئیں گے ان کے لئے ہم کو سینہ سپر ہونا پڑے گا۔

ہمارا قومی نعرہ: اس موقع پر ہمارا قومی نعرہ وہی ہوگا جو روہیلکھنڈ کے آخری ہیرو حافظ رحمت علی خان نے اپنے تاریخی خطبہ میں نواب شجاع الدولہ کو لکھا۔

اگر صلاح دولت کیشاں، بصلح همرنگ است بارك الله
وگر بستیز وجنگ است بسم الله
جوان مرداں نتابنداز کسے روئے
همیں میدان همیں چوگاں همیں گوئے

حالات کا آخری نتیجہ کچھ بھی ہو اور اس منزل قطع کرنے میں کچھ بھی مصائب کسی طرف سے پیش آئیں مگر ہندی مسلماں اب جاگنے کے بعد پھر سونے اور اٹھنے کے بعد بیٹھ جانے کا ارادہ نہیں رکھتے۔

سینے میں دل آگاہ جو ہو کچھ غم نہ کرو نہ شاد سہی
مشغول تو ہے بیدار تو ہے نغمہ نہ سہی فریاد سہی

ہر چند بگولہ مضطر ہے اک جوش تو اس کے اندر ہے
اک وجد تو ہے ایک رقص تو ہے بیچین سہی برباد سہی
وہ خوش کہ کروں گا قتل اسے یا قید قفس میں رکھوں گا اسے
میں خوش ہوں کہ وہ طالب تو ہے مرا صیاد سہی جلاد سہی

یونینسٹ پارٹی کا مسلم ارکان سے خطاب: اب رخصت ہونے سے پہلے مجھے دو لفظ اور کہنے دیجئے جو یہاں کی برسر اقتدار حکومت پارٹی سے متعلق ہیں۔ میں ابھی تک یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یونینسٹ پارٹی کے مسلم ارکان باوجود پاکستان کے حامی ہونے کے کس نوعیت کا اختلاف مسلم لیگ سے رکھتے ہیں میں ایک غیر سیاسی آدمی ہوں۔ ایسے دقیق سیاسی اختلافات کا سمجھنا شاید میری دسترس سے باہر ہے۔ اخبارات وجرائد سے مجھے اندازہ ہوا وہ یہ ہے کہ اصولاً اختلاف زیادہ شدید قسم کا معلوم نہیں ہوتا۔

مگر اس نے عملاً ایک سخت نوعیت اختیار کر لی ہے۔ کیا پنجاب میں کوئی سمجھدار اور باا ثر آدمی ایسا نہیں جو اختلافات کی اس گتھی کو سلجھا سکے۔ اوس وخزرج کے دوبیس سالہ جنگ کے اثرات کو اسلام زبانی تاثیر نے ایک آن میں ختم کر دیا تھا۔ کیا آج ہمارا مشترکہ جذبہ اسلامیت اور اعلیٰ قومی مفاد کا تصور ایسے حقیر نزاعات کو ایسے نازک موقع پر ختم نہیں کر سکتا۔ ضرور کر سکتا ہے مگر وہ ختم کرنا اسی خداوند قدوس کے نام پر ممکن ہوگا جس کا واسطہ دینا الیکشن کے زمانے میں جرم قرار دے دیا گیا۔ اکبر مرحوم نے شاید اسی دن کے متعلق کہا تھا۔

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

آپ فرمایئے اگر گلینسی ہمارا خطرہ راہ بن جائے اور خضر راہ ہی راستے سے ہٹانے لگے تو صحیح راہ نما کی توقع کس طرح کی جا سکتی ہے۔ بارے! خدا کا شکر کہ مسلمانوں نے یہ سیاسی مہم پوری سر کرنے کے لئے اپنا راہنما چن لیا ہے۔ جس نے عظیم ترین قومی تنظیم کو ہر قیمت پر محفوظ رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔

میں سمجھتا ہوں کہ خطبہ بلا ارادہ طویل ہوتا جا رہا ہے۔ اور جمعیۃ علمائے اسلام کے دوسرے اعلیٰ ترین مقاصد پر جو اس کے مفصل نظام نامے کو پڑھنے سے آپ پر واضح ہونگے۔ اور جن کا تعلق محض ہنگامی صورتحال سے نہیں۔ میں اس پر کوئی بحث نہیں کر سکا۔ اپنی اس تقصیر کا مجھے اعتراف ہے۔ لیکن وقتی مسئلہ نے بہت وقت لے لیا۔ ادھر طویل علالت کے اثر سے میں اس قابل نہیں کہ مزید محنت برداشت کر سکوں میں تھک چکا اور میرے خیال آپ بھی سنتے سنتے اکتا چکے ہوں گے اس لئے آخر میں آپ کی قدر افزائی اور مہمان نوازی کے شکریئے کے ساتھ ساتھ اس دعا پر ختم کرتا ہوں

الهم انصر من نصر دين محمدصلى الله عليه وسلم وجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم ولا تجعلنا منهم.

سبحان ربک رب العزة عما يصفون. وسلام على المرسلين. والحمدلله رب العالمين.

موضوع کے انتخاب سے تھیسس کی تدوین تک
اور مخطوطہ کے انتخاب سے تحقیق تک
مصنف
پروفیسر ڈاکٹر نیاز محمد سپروائزر ایم فل پی ایچ ڈی پرنسپل ماڈل دینی مدرسہ
پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی
سپروائزر ہائر ایجوکیشن کمیشن اسلام آباد وفاقی اُردو یونیورسٹی
جامعہ کراچی ہمدرد یونیورسٹی گرینچ یونیورسٹی
مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
(زیر طبع)

سالانہ قومی سیرت النبی ﷺ کانفرنس تجاویز اور چند حقائق

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

وفاقی وزارت مذہبی اُمور ہر سال ۱۲؍ربیع الاوّل کو اسلام آباد میں قومی سیرت کانفرنس کا انعقاد کرتی ہے اس روایت کے آغاز سے طریقہ تھا کہ ملک کی اس واحد مذہبی کانفرنس میں ہر صوبہ سے سیرت نگاروں، علماء اور ریسرچ اسکالرز کو مدعو کیا جاتا تھا، یہ سلسلہ پچھلے چند سالوں سے محدود سے محدود تر کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس کانفرنس کے انعقاد سے قومی و بین الاقوامی سطح پر پاکستان اور حکومت پاکستان کا وقار بلند ہوتا رہا ہے۔ یہ کانفرنس اتحاد و یکجہتی کے نقطۂ نظر سے اور علماء و حکومت کے رابطہ کے حوالہ سے انتہائی مفید ثابت ہوئی ہے۔ سیرت کانفرنس مئی ۲۰۰۳ء جسکی صدارت سابق میر ظفر اللہ خان جمالی صاحب نے کی تھی، شاندار کانفرنس تھی، مہمانوں کی بہترین خدمت کی گئی، بالخصوص نصرت اللہ صاحب سابق سیکریٹری وزارت مذہبی امور کے اس امر کو بے حد سراہا گیا کہ انہوں نے وزارت کے خدمت گار ملازموں کو بھی ایوارڈ سے نوازا اور حوصلہ افزائی کی۔ امید کی جاتی ہے کہ ۲۰۰۶ء میں ۱۲؍ربیع الاوّل کی سیرت کانفرنس اس سے بھی بہتر انداز میں منعقد کی جائے گی، تاکہ موجودہ حکومت کو مذہبی حلقوں میں مزید پذیرائی حاصل ہو، اس سلسلہ میں چند تجاویز پیش خدمت ہیں:

- یہ کانفرنس سیرت النبی ﷺ کے حوالہ سے منعقد کی جاتی ہے لہٰذا اس میں فقط ان علماء و ریسرچ اسکالرز کو مدعو کیا جائے جنہوں نے سیرت طیبہ ﷺ پر قابل قدر کام کیا ہو، تاکہ ایسے افراد کی حوصلہ افزائی ہو۔
- پچھلے چند سالوں سے سیرت کانفرنس مخلوط اجتماع کی شکل میں منعقد کی جارہی ہے، ۲۰۰۲ء کی کانفرنس میں علماء نے الگ الگ اجتماعات منعقد کرنے کا مطالبہ کیا تھا، لہٰذا آئندہ حسب سابق مرد و خواتین کی الگ الگ کانفرنسیں منعقد کی جائیں۔ خواتین سیرت کانفرنس کی صدارت بیگم مشرف یا بیگم شوکت عزیز کریں۔
- علماء و محققین کے ساتھ طلباء و طالبات سے بھی سیرت النبی ﷺ پر مقالات لکھوائے جائیں جیسا کہ پہلے کیا جاتا تھا، تاکہ طلباء و طالبات میں سیرت النبی ﷺ سے آگاہی، رواداری و اتحاد کا شعور بیدار ہو۔

معلوم ہوا ہے موجودہ ڈائریکٹر جنرل وزارت مذہبی امور حبیب الرحمٰن صاحب نے یہ تجویز پیش کی تھی۔ جن افراد کو پچھلے چند سالوں سے سیرت النبی ﷺ کی تصانیف یا مقالات پر ایوارڈز مل چکے ہیں، ایسے افراد کو مقابلہ میں حصہ لینے کی اجازت نہ دی جائے تاکہ نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی ہو۔

اس کے اصل محرک ڈائریکٹر کے استاذ ڈاکٹر عبدالرشید کراچی یونیورسٹی تھے۔ یہ تجویز بظاہر بہت خوبصورت ہے لیکن اس کے پس پردہ سازش یہ ہے کہ چند سالوں سے سیرت النبی ﷺ پر شاندار علمی مقالات لکھے جارہے ہیں، ایسے مقالات جو اس سے قبل کبھی نہیں لکھے گئے، (مطبوعہ مقالات کا موازنہ کرکے خواد اندازہ لگایا جاسکتا ہے)، لہٰذا موصوف اور ان کے حواری جو کہ اپنی مقابلہ کی پوزیشن کھو چکے ہیں، اپنے دوبارہ انتخاب کے لئے چور راستہ کی تلاش میں ہیں، ایسے بچکانہ خیالات وتجاویز کی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے تھی جیسا کہ میں اس سے قبل وفاقی وزیر کے نام لکھ چکا ہوں لیکن حبیب الرحمٰن صاحب نے ۲۰۰۴ء اور ۲۰۰۵ء میں بدنیتی کی بنیاد پر یہ شق بڑھوادی تھی کہ جو لوگ پچھلے تین سال میں کسی بھی ایوارڈ کے لیے منتخب ہوچکے ہیں وہ مقابلہ کی کسی بھی کیٹگری میں حصہ نہیں لے سکتے اور ایسا ایک جعلی خط کی بنیاد پر اشتہار میں اضافہ کیا جس پر ملک بھر سے ریسرچ اسکالر نے احتجاج کیا اور موجودہ وفاقی وزیر وسیکریٹری مذہبی اُمور کی مداخلت پر ۲۰۰۵ء اور ۲۰۰۶ء کے اشتہار میں خاتمہ ہوا۔

نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی یقیناً ہونی چاہئے اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ صوبائی سطح پر حسب سابق تین انعامات مقالات پر دیئے جائیں تیسرا انعام حوصلہ افزائی کا ہو اور جس کی ایک دفع حوصلہ افزائی کی جائے تو دوبارہ نہ کی جائے تاکہ حسب سابق صرف غیر معیاری مقالات کا سلسلہ شروع نہ ہوجائے اور چند نوجوان جو پچھلے چند سالوں سے شاندار مقالات پیش کررہے ہیں ان کی حوصلہ شکنی بھی نہ ہو۔

- پہلے یہ طریقہ رائج تھا کہ ہر صوبہ سے مرد وخواتین کے (جدا جدا) تین تین کتابوں کے مصنفین و مقالہ نگاروں کو اوّل، دو، سوم انعام دیئے جاتے تھے، پچھلے چند سالوں سے یہ تعداد نصف کردی گئی ہے، لہٰذا ضرورت ہے حسب سابق ترتیب کو پھر سے قائم کیا جائے۔
- مقالات و تصانیف کا جن افراد کو ایک سال ایگزامنر مقرر کیا جائے اس میں سے کسی کو دوسرے سال کے لئے ایگزامنر نہ بنایا جائے۔ (ایک سال کا وقفہ لازماً رکھا جائے)۔
- مقالات و تصانیف کے چار چار ایگزامنر مقرر کئے جائیں، لازماً سب کا تعلق الگ الگ صوبوں سے ہو، دو لازماً سیرت نگار ہوں دو معروف علماء یا صوبائی خطیب ہوں، تاکہ کوئی فرد ان سے رابطہ کرکے رزلٹ پر اثر انداز نہ ہوسکے۔
- سیرت کانفرنس کے اشتہار کے جواب میں موصول شدہ تمام مستند وباحوالہ لکھے گئے مقالات کو شائع کیا جائے، فقط من پسند افراد کے مقالات شائع کرنے کی پالیسی ختم کی جائے۔
- وزارت مذہبی امور جہاں مذہبی فرائض کی بجا آوری میں عوام کی رہنمائی کرتی ہے وہیں نظریاتی رہنمائی بھی اس کی ذمہ داری ہے، لہٰذا وزارت کو اپنا ایک ترجمان رسالہ جاری کرنا چاہئے، جو سہ ماہی یا ششماہی ہو، ایک شمارہ میں سیرت کے مقالات شائع کردیئے جائیں دوسرے میں حج اور اس کی افادیت، طریقہ کار وغیرہ پر اہل علم سے مقالات لکھوا

کر شائع کر کے ہر حاجی کو مفت دیا جائے۔

- سیرت کانفرنس کی ۱۲ ربیع الاول کا ''پہلا سیشن'' جس میں صدر یا وزیر اعظم مہمان خصوصی ہوتے ہیں اسے ''قومی اسمبلی ہال'' میں رکھا جائے تا کہ یہ پروگرام شایان شان طریقہ سے منعقد ہو اور وزارت کے اخراجات میں بچت ہو۔

- آج سے تقریباً پندرہ سال قبل سیرت ایوارڈ کے لئے منتخب کئے جانے والے مقالہ نگاروں کو اول انعام پانچ ہزار، دوسرا انعام چار ہزار اور تیسرا انعام تین ہزار دینا قرار پایا تھا، اب تیسرا انعام ختم کر دیا گیا ہے جب کہ اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود انعامات کی رقم میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا ہے، حالانکہ اتنی رقم تو مقالہ کی کمپوزنگ، فوٹو اسٹیٹ، ڈاک پر خرچ ہو جاتی ہے۔

- یہ کتنی عجیب بات ہے مادر ملت پر لکھنے والے کو پہلا انعام پندرہ ہزار، دوسرا انعام دس ہزار، تیسرا انعام سات ہزار دیا جائے اور آٹھ خصوصی انعامات پانچ ہزار کے دیے جائیں، اسی طرح پاکستان پر مقابلہ مصوری میں پہلا انعام پندرہ ہزار، دوسرا انعام دس ہزار، تیسرا انعام سات ہزار، آٹھ خصوصی انعامات، پانچ پانچ ہزار کے اس کے علاوہ مقرر کئے گئے ہیں۔

اسی طرح علامہ اقبال پر اور منشیات پر مقالہ نگاروں کے لئے پندرہ تا پچیس ہزار کی رقم کے انعامات مقرر کئے گئے ہیں، ملکی شخصیات و موضوعات پر لکھنے والوں کی یہ قدر دانی اور محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ پر لکھنے والوں کی یہ ناقدری اور ثانوی درجہ کا سلوک انتہائی افسوس ناک ہے۔ لہٰذا سیرت نگاری پر پہلا انعام بیس ہزار روپے دوسرا پندرہ ہزار روپے، تیسرا دس ہزار روپے مقرر کیا جائے۔

اگر وزارت مذہبی امور انعامات کی رقم دینے کی متحمل نہیں ہے تو للہ درخواست کی جاتی ہے کہ پانچ ہزار چار ہزار رقم بھی ختم کر دی جائے تا کہ سیرت ایوارڈ، سیرت نگار، سیرت کانفرنس کا تقدس پامال ہونے سے محفوظ رہے۔ ایوارڈ یافتگان کو صرف سند اور ایوارڈ دے دیا جائے جو لوگ سال میں صرف ایک مقالہ ایوارڈ و رقم کے حصول کے لئے لکھتے ہوں گے انہیں یقیناً تکلیف ہوگی اور ممکن ہے کہ وہ لکھنا بھی چھوڑ دیں، لیکن کم از کم سیرت النبی ﷺ کا تقدس تو قائم رہے گا۔

- پچھلے پانچ سالوں سے ایوارڈ یافتہ مقالات کا خلاصہ مقالہ نگاروں کو پیش کرنے کا موقع فراہم نہیں کیا جا رہا، جو کہ مقالہ نگاروں کی حق تلفی ہے۔

لہٰذا درخواست کی جاتی ہے کہ خطیبوں کی تعداد چاروں صوبوں سے فقط چار رکھی جائے، دوسرا سیشن مقالہ نگاروں کے لئے مختص کیا جائے۔

بیشتر ایگزامنر اسلام آباد سے رکھے جاتے ہیں جس کی وجہ سے ایک ایک فرد کو مختلف کیٹگری میں متعدد جگہ ایگزامنر بنایا جاتا ہے۔ بعض ایگزامنر وزارت کے ذمہ داروں کے دباؤ میں آ کر پچھلے سالوں میں من پسند فیصلے دیتے رہے ہیں۔ اُمید ہے ان گذارشات پر توجہ دی جائیگی۔

حج تجاویز برائے وفاقی وزارت مذہبی امور

☆ مولانا سعید احمد صدیقی

☆☆ پروفیسر سعید الرحمٰن

حج جو کہ اسلام کا رکن اعظم ہے اس اعتبار سے کہ یہ مالی و بدنی عبادتوں کا مجموعہ ہے اسلام کے سوا کسی اور آسمانی یا غیر آسمانی مذہب میں اس کی نظیر نہیں ملتی اسلام کی انفرادی خصوصیات میں اسلام کا یہ رکن رکین بے مثال ہے اس لئے عالمی سطح پر اور ملکی سطح پر اس بات کی اشد ضرورت ہے اس فریضے کی ادائیگی کے لئے ہر قسم کی سہولیات و آسانی پیدا کی جائے۔

ذیل میں چند اہم تجاویز پیش کی جاتی ہیں جن پر عمل درآمد کے ذریعے حجاج کرام کی تکالیف اور پریشانیوں میں بہت حد تک کمی واقع ہوسکتی ہے اور ان تجاویز پر آئندہ مزید سہولیات کی تعمیر بھی ہوسکتی ہے۔

۱۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں مستقل تقرری پر جانے والے افسران اور عملہ کی تعیناتی بہت چھان بین اور دیکھ بھال کے بعد ہونی چاہئے صرف نہایت ایمان دار، بردبار، خوش اخلاق، منکسر المزاج اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنے والے عملہ کی تعیناتی ہونی چاہئے جو وہاں جانے والے لوگوں سے شرافت اور نرمی سے گفتگو کریں اسی طرح جدہ کے پاکستانی سفارت خانہ اور حج آفس میں بھی ایسے ہی عملہ کی تعیناتی ضروری ہے جو ملک و قوم کا وقار بلند کرسکیں اور مقامی حالات سے مکمل طور پر باخبر ہوں۔

۲۔ حج وفد، وزراء اور اعلیٰ عہدیداروں کے استقبال اور انتظامات کے لئے ایک عملہ تعینات ہونا چاہئے تاکہ متعلقہ عملہ اپنا کام چھوڑ کر ان حضرات کی خاطر و مدارات میں نہ لگا رہے۔

۳۔ حج کے اخراجات میں کمی کی جائے کیونکہ اب اس فریضہ کی ادائیگی کی سعادت

سے متوسط طبقہ محروم ہوتا جا رہا ہے اور کتنے ہی اپنے دل میں یہ خواہش لئے عالم بالا کو سدھار گئے۔

۴۔ بحری راستے سے حج کی سہولت کا اجرا دوبارہ کیا جائے اور اب تو اس ٹیکنالوجی میں بہت جدت آگئی ہے اور یہ نسبتاً بہت سستا ہے۔

۵۔ حج فارم کو آسان تر بنایا جائے اور مقامی زبان کا ترجمہ بھی ساتھ تحریر کیا جائے۔

۶۔ پاسپورٹ کی فراہمی میں جدید ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے اسے بروقت اور گھر کے دروازے پر فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔

۷۔ خدام الحجاج کا تقرر خالصتاً میرٹ پر کیا جائے تاکہ حجاج کرام کو زیادہ بہتر رہنمائی و سہولتیں میسر ہوں۔

۸۔ گروپ لیڈر نوجوان شخص کو مقرر کیا جائے۔

۹۔ ہمارے ہاں عموماً لوگ بڑھاپے میں اس فرض کی ادائیگی کی طرف مائل ہوتے ہیں اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جو لوگ ریٹائرڈ ہوتے ہیں وہ اس وقت جو پیسے ملتے ہیں اس سے حج ادا کرتے ہیں حکومت ایسے اقدامات کرے کہ لوگ جوانی میں حج پر جا سکیں کیونکہ حج میں جو مشقت پیش آتی ہے وہ ایک نوجوان فرد زیادہ آسانی سے برداشت کرسکتا ہے۔

۱۰۔ ضلعی، سٹی، صوبائی اور وفاقی سطح پر ہر ادارے سے دو افراد کو ہر سال قرعہ اندازی کے ذریعے حج پر بھیجا جائے اور اس کا خرچہ متعلقہ ادارہ برداشت کرے۔

۱۱۔ سود سے پاک ایسی اسکیم کا اجراء کیا جائے کہ غریب افراد ایک مناسب ماہانہ رقم کی ادائیگی کے ذریعے حج کی سعادت حاصل کرسکیں خانہ کعبہ اور روضۂ رسول ﷺ دیکھنے کی تڑپ عملی طور پر پوری کرسکیں۔

۱۲۔ حجاج کرام کے اہم ترین مسائل میں جمرات پر حادثہ بھی بڑا اہم مسئلہ ہے اگرچہ پہلے کی نسبت اس میں کمی واقع ہوئی ہے تاہم اگر ایک دو منزلیں اور بنادی جائیں تو بھیڑ بھاڑ اور اژدھام میں بہت حد تک کمی ہو جائے گی اور اموات کا بالکل اندیشہ نہیں رہے گا، حجاج

کرام کی ایک بڑی مشکل آسان ہو جائے گی میتوں اور زخمیوں کو اٹھانے کے لئے جو اقدامات کرنے پڑتے ہیں وہ بھی نہ کرنے پڑیں گے حکومتی سطح پر سفارتی ذرائع سے اس تجویز پر عملدر آمد ممکن ہے۔

۱۳۔ حجاج کو اس بات کی تربیت دی جائے کہ جب وہ خانہ کعبہ یا مسجد نبوی ﷺ سے باہر نکلیں تو اکا دکا سڑک عبور نہ کریں بلکہ گروپ کی شکل میں عبور کریں چلنے کے لئے فٹ پاتھ استعمال کریں اور جہاں پولیس والے موجود ہوں ان کی مدد سے سڑک عبور کریں۔

۱۴۔ حج اور عمرے پر جانے والے افراد مالی طور پر مستحکم ہوں، کیونکہ بعض پاکستانی مختلف طریقوں سے بھیک مانگتے نظر آتے ہیں یہ ملک کی عزت وقار کے لئے بڑی عار کی بات ہے۔

۱۵۔ حاجیوں کی تربیت جدید خطوط پر ویڈیو سے کی جائے ہر مرحلے پر ہر عمل، ہر طریقہ انہیں ویڈیو کی مدد سے دکھایا جائے تاکہ ناخواندہ افراد بھی صحیح تربیت حاصل کر سکیں۔

۱۶۔ پاکستانی حجاج بعض اوقات اپنا مقام بھول جاتے ہیں اس لئے ہر پاکستانی حاجی کے پاس ملک کا مخصوص نشان ہو تاکہ ایک دوسرے کی رہنمائی اور مدد کر سکیں اور اپنائیت حاصل ہو۔

۱۷۔ ٹرانسپورٹ: اگرچہ اس سلسلے میں بہتری آئی ہے تاہم اب بھی سہولت اور بہتری کی اشد ضرورت ہے خصوصیت کے ساتھ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کے قیام کے دوران جبکہ وقت کی بہت کمی ہوتی ہے اور صحیح وقت پر ہر جگہ پہنچنا لازمی ہوتا ہے اس سلسلے میں حجاج کرام کو معلموں کے کارندوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑنا چاہیے اور حکومت از خود اپنی نگرانی کرے۔

۱۸۔ بیت الخلاء کے حوالہ سے بزرگوں کے لئے اب بھی بڑی مشکلات ہیں اس میں بہتری لائی جائے خصوصیت کے ساتھ جہاز کے اندر باتھ روم اور خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کے باتھ روم میں جو پانی استعمال کرنے کے کنکشن لگے ہوئے ہیں ان کے استعمال کا طریقہ بتانا چاہیے۔

۱۹۔ حاجیوں کو مختصر مدت میں حاجی کیمپ میں تمام مراعات فراہم کی جائیں جن کے ذریعے حجاج مقامات مقدسہ سے آگاہ ہو سکیں۔

۲۰۔ حج گروپ اور کاروان اب قاعدہ کاروبار کی شکل اختیار کر چکے ہیں اس کی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے صرف خدمت کے جذبے سے سرشار اداروں اور گروپ کو رجسٹریشن دی جائے۔ باقی سب کو بلیک لسٹ کیا جائے خصوصیت کے ساتھ کاروباری شکل اختیار کرنے والوں کی نہ صرف حوصلہ شکنی کی جائے بلکہ ان کے لئے مناسب تعزیر ہو۔

۲۱۔ حرم کے قریب رہائش کا ہمیشہ حکومتی سطح پر اور دیگر اداروں کی جانب دعویٰ ہوتا ہے لیکن ہوتا برعکس ہے اگرچہ حجاج کا ایک حصہ اس سے مستفید ہوتا ہے تاہم کلی طور پر ایسا نہیں ہو پاتا اور لوگوں کو بڑی پریشانی ہوتی ہے اور وہ اپنی پانچوں وقت کی نمازیں حرم کعبہ اور مسجد نبوی ﷺ میں باجماعت ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔

۲۲۔ طبی امداد: دیہات والوں کے لئے ایم بی بی ایس ڈاکٹر کے ساتھ اطباء اور ہوموپیتھ ڈاکٹر کا تقرر بھی ہونا چاہئے اور بروقت طبی امداد کو یقینی بنایا جائے۔

۲۳۔ حج پالیسی بنانے سے قبل عوام اور مختلف اداروں سے علماء کرام سے اور اسلامی نظریاتی کونسل سے رائے لی جائے صحیح اور مناسب رائے پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے، ایسی پالیسی نہ ہو جو کسی مالیاتی ادارے کے لئے بنائی جاتی ہے کم از کم لیٹ فیس چارجز وغیرہ کا سلسلہ قطعی طور پر نہ ہو۔

۲۴۔ حج کانفرنس میں جو تجاویز متفقہ طور پر پیش کی جائیں ان پر عملدرآمدی یقینی بنایا جائے وزارت حج از خود تمام معاملات کا فیصلہ نہ کرے۔

۲۵۔ حکومت نج کاری کی پالیسی پر زور شور سے گامزن ہے اسے ملک اور عوام کی ترقی وخوشحالی کا محور بتاتی ہے حج کے مسئلہ پر بھی نج کاری کی پالیسی اپنائی جائے۔

۲۶۔ ہر حاجی خواہ مرد ہو یا عورت وہ ملک کا سفیر ہوتا ہے اور اس کی عزت وذلت کا سبب بنتا ہے یہ دیکھا گیا ہے کہ خواتین پردے کا خیال نہیں رکھتیں، یہاں سے تو عباء پہن کر

جاتی ہیں لیکن وہاں جاتے ہی اتار دیں گی اس سلسلے میں خواتین میں مذہبی احساس و بیداری کی ضرورت ہے اس سلسلے میں گروپ لیڈر اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

۲۷۔ سعودی عرب انتہائی سخت قوانین کا حامل ملک ہے حجاج کرام کو اس بات کی تربیت دی جائے کہ وہ وہاں کے قوانین پر سختی سے عمل کریں۔

۲۸۔ ایئر پورٹ پر پانچ چھ گھنٹے کا قیام حجاج کرام کے لئے بسا اوقات بڑا تکلیف دہ ثابت ہوتا ہے کوشش کی جائے کہ اس کا دورانیہ بہت مختصر ہو۔

۲۹۔ منیٰ میں پاکستانی حکام نے ڈسپنسری قائم کی ہوئی ہے اگر کوئی بیمار شخص شروع کے مکتب میں رہائش پذیر ہے تو اسے بہت لمبا سفر کرنا پڑتا ہے وہ بیماری کی حالت میں اتنا لمبا فاصلہ طے نہیں کر سکتا اور سواری ویسے بھی ممنوع ہے لہٰذا جس طرح ہندوستان سے آئے ہوئے مسلمانوں کے لئے بھارتی حکومت نے مکتب کے اندر ہی ڈاکٹر اور دوائیوں کا بندوبست کیا ہے حکومت پاکستان بھی ایسا ہی کرے اور سینٹرل ڈسپنسری قائم کرنے کے بجائے اسٹاف کو مختلف مکتب میں بٹھایا جائے۔

۳۰۔ پی آئی اے نے مدینہ منورہ میں ایک بڑا آفس کھولا ہوا ہے جو سعودی اوقات کے مطابق ایک سے پانچ بجے تک بند رہتا ہے یہ لوگ پاکستانی حجاج کی خدمت کے لئے گئے ہوئے ہیں اس لئے ان کو پاکستان کے اوقات کار کے مطابق کام کرنا چاہئے اس لئے کہ سعودی ٹیکسی ڈرائیور سورج ڈھلتے ہی دس ریال کی جگہ تیس ریال مانگنا شروع کر دیتے ہیں۔

۳۱۔ ایک اہم تجویز یہ ہے کہ عازمین حج کو اپنی پسند کی ایئر لائن سے جانے کی اجازت ہونی چاہئے اس طرح مسابقت سے معیار بڑھے گا اور ہر بڑے شہر سے حج پر جانے کی سہولت فراہم ہونی چاہئے ایک یا دو ائر لائنوں کی پابندی اور اجارہ داری کا خاتمہ کیا جائے۔

۳۲۔ حاجیوں کو ٹرانسپورٹ کے مسئلہ اور ادویات لے جانے کی پابندی سے آزاد کیا جائے کیوں کہ بسا اوقات بعض مریضوں کو ایسی دوا راس آتی ہے جو ہر جگہ دستیاب نہیں ہوتی۔

۳۳۔ خدام الحجاج کے لئے ضروری ہے کہ تربیت یافتہ ہوں اور عربی زبان پر عبور رکھتے ہوں تاکہ عازمین حج کی صحیح رہنمائی ہو سکے فوج کے ساتھ سول ملازمین سے بھی برابر

تعداد میں خدام الحجاج لئے جائیں۔

۳۴۔ بھارت سے حجاج کرام کی تعداد زیادہ ہوتی ہے لیکن ہمارے مقابلے میں اخراجات کم ہیں اور وہ بھی تین قسطوں میں لیتے ہیں ہمیں بھی اس سلسلے میں اچھی پالیسی وضع کرنی چاہئے۔

۳۵۔ ہر ادارے میں اچھے برے افراد ہوتے ہیں وزارت حج، پی آئی اے، سفارت خانہ، کیمپ آفس وغیرہ حکومت کا فرض ہے کہ ان میں سے خدمت کے جذبے سے سرشار، محنتی صحت مند اور اہل افراد کا چناؤ کر کے حج اور عمرے سے متعلق دفاتر میں تقرر کرے تا کہ لوگوں کو سہولیات اور ہمدردی فراہم ہو۔

۳۶۔ حکومت سرکاری ملازمین کے لئے سہولت پیدا کرے، حج کا پہلا مرحلہ N.O.C کا ہوتا ہے سرکاری دفاتر میں اوسطاً چھے ماہ لگ جاتے ہیں۔ کالج اساتذہ پہلے کالج پرنسپل پھر D.O اس کے بعد E.D.O پھر D.C.O سے N.O.C حاصل کر کے سندھ سیکریٹریٹ میں N.O.C اپنا جمع کراتے ہیں اگر ۱۹ یا ۲۰ گریڈ کا امیدوار ہے تو کیس چیف سیکریٹری تک جاتا ہے۔

امید ہے کہ وزارت حج ہماری تجاویز کا جائزہ لے کر جن تجاویز پر عمل درآمد ممکن ہے اس پر عملی اقدامات کرے گا اور یہ کہ حجاج کی حقیقی خدمت کر کے نہ صرف دین و دنیا بلکہ آخرت میں بھی سرخرو ہو گا اور اس کو اپنی نجات کا ذریعہ بنائے گا۔

ریسرچ اسکالر سے درخواست

محترم المقام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں کہ پاکستان میں صحیح معنوں میں اسلامی تحقیقی مجلات کی کمی محسوس کی جارہی تھی۔ جدید دور نے اہل علم کے سامنے متعدد نئے مسائل پیش کئے ہیں اور اب وقت کا تقاضا ہے کہ ماہرین اسلام ان مسائل کا حل تلاش کریں اس بارے میں علمی اور تحقیقی مضامین لکھ کر علمی حلقوں میں شعور وآگہی کو فروغ دیں۔

ششماہی علوم اسلامیہ انٹرنیشنل ایک باقاعدہ ادارتی مجلس کے تحت چلایا جائیگا جس میں قومی اور بین الاقوامی سطح کے جید علماء ڈاکٹرز پروفیسرز اور دانشور خواتین وحضرات شامل ہونگے۔ صرف وہی مضامین شائع کئے جائیں گے جن کو ریفری صاحبان کی منظوری حاصل ہوگی۔

اغراض ومقاصد اور مجوزہ عنوانات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

- جدید عصری فقہی مسائل پر علمی وتحقیقی مباحث پیش کرنا۔
- دور حاضر میں اجتماعی اجتہاد کے تصور کی روشنی میں مسائل کا علمی جائزہ۔
- امت مسلمہ کو درپیش مسائل کا شرعی حل۔
- سائنس اور ٹیکنالوجی سے پیش شدہ مسائل کا جائزہ۔
- اسلامی اقتصادی نظام کی طرف ممکنہ پیش رفت۔
- نصاب تعلیم کو بہتر بنانے کے اور اساتذہ کی تدریسی ذمہ داریوں کو بہتر بنانے کے لئے سفارشات۔
- انسانی حقوق کے نفاذ میں موانع کا تعین اور انہیں دور کرنے کے لئے تجاویز۔
- دعوت وتبلیغ کا شرعی طریقہ کار اور وقت کے تقاضوں کے موافق ضروری مسائل وواقعات

پر بحث۔

- علوم اسلامیہ کی اشاعت وترویج اور اسلامی نظام تعلیم وتربیت پر ضروری مباحثہ۔
- عصری ودینی علمی اداروں کے مناہج پر بحث۔
- اساتذہ کے حقوق وفرائض۔

حواشی اور حوالہ دینے کا مجوزہ منہج

علمی اور تحقیقی مضمون لکھتے وقت اس اَمر کا اہتمام ضروری ہے کہ قاری کو تحریری کاوش کے مآخذ اور مصادر سے آگاہ کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے کہ مضمون کے آخر میں ترتیب کے ساتھ حوالہ جات کا مکمل ذکر کیا جائے اور اگر مناسب ہو تو مزید توضیحی نکات کا اندراج بھی کیا جائے۔ علوم اسلامیہ کی مجلس ادارت نے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل منہج تجویز کیا ہے۔ محققین اور مضمون نگار حضرات سے درخواست ہے کہ اپنی تحریری کاوش ارسال کرتے وقت اسی منہج کو پیشِ نظر رکھیں تا کہ مضامین میں یکسانیت برقرار رہے۔

1- اگر کسی کتاب کا حوالہ دینا ہے جس کا ایک ہی مصنف/مؤلف ہے تو مصنف/مؤلف کا نام اس کے بعد کتاب کا نام اس کے بعد مطبع اور سن اشاعت اور پھر صفحہ نمبر کا اندراج کیا جائے صفحہ/صفحات کیلئے ''ص'' بطور مخفف استعمال کیا جائے۔ مثلاً:

مولانا عبدالماجد دریا آبادی، سیرت نبوی ﷺ قرآنی. مکه. بکس بیرون موچی دروازه، لاهور ۱۹۸۸ ا، ص ۷۸.

مصنف، کتاب اور دیگر جدا جدا مطلوبہ معلومات کے درمیان سکتہ (comma) کا اہتمام ضروری ہے تا کہ کسی قسم کا ابہام پیدا نہ ہو تاہم یہ بات ذہن میں رہے کہ لاہور اور ۱۹۸۸ کے درمیان اور ص ۷۸ کے درمیان سکتہ کی ضرورت نہیں حوالہ کی تکمیل کے بعد ختمہ (full stop) ڈال دیا جائے اگر مصنف/مؤلف کا نام یا سال اشاعت معلوم نہ ہو تو لکھا جائے کہ مصنف/مؤلف نامعلوم یا مطبع/سال اشاعت نامعلوم۔

2- اگر مصنف/ مؤلف ایک سے زیادہ ہوں تو دونوں مصنفین/ مؤلفین کے ناموں کا اندراج اسی ترتیب سے ضروری ہے جس ترتیب سے ان کا ذکر کتاب کے سرورق پر کیا گیا ہے۔ اگر مصنفین/ مؤلفین دو سے زیادہ ہوں تو صرف دو اوّل الذکر کا اندراج کافی ہے اور اس کے بعد اور دیگر کے الفاظ کا اضافہ کیا جائے۔

3- اُردو اور عربی میں عام طور پر طویل القابات کا رواج ہے۔ لیکن حواشی میں اس کو نظر انداز کرنا بہتر ہے تاہم اگر مصنف/ مؤلف کی شہرت کسی خاص لاحقے/ سابقے/ کنیت/ لقب کی وجہ سے ہے تو اس کے ساتھ اس اصل غیر معروف نام کو بین القوسین درج کیا جائے

مثلاً: ابن اثیر (عزالدین علی بن محمد)

4- اگر کسی ایسی کتاب سے مدد لی گئی ہے جس میں مختلف محققین/ مضمون نگاروں کے مضامین شامل ہیں اور کسی شخص نے ان مضامین کی ترتیب، تہذیب اور تدوین کی ہے تو اس کا حوالہ دیتے وقت مضمون نگار کا نام، اس کے بعد اس کے مضمون کا عنوان اور پھر مجموعہ کا عنوان اور اس کے مدون کا ذکر کرنا چاہیے۔ مثلاً:

ڈاکٹر انعام الحق کوثر ، نصابی کتب کی فنی تدوین ، اُردو میں فنی تدوین ، تہذیب و ترتیب : ڈاکٹر ایم ایس ناز، ادارہ تحقیقات اسلامی ومقتدرہ قومی زبان ۱۹۹۱ ، ص ۹۸ تا ۱۱۰ ۔

(اس کا مطلب ہے ایم ایس ناز کی زیر تہذیب مدوّن کتاب اردو میں فنی تدوین میں ڈاکٹر انعام الحق کوثر کا مضمون بعنوان نصابی کتب کی فنی تدوین شامل ہے)

5- اگر کسی مجلّے سے مضمون کا حوالہ دینا ہے تو اس کے لئے بھی نمبر 4 کے تحت مذکورہ طریقہ اختیار کیا جانا چاہیے۔ مجلّہ کا نمبر اشاعت اور ماہ و سال اشاعت کا ذکر ضروری ہے۔ جلد کے لئے ج اور شمارہ کے لئے ش بطور مخفف استعمال کیا جائے۔ مثلاً:

مفتی نظام الدین شامزئی ، فن اسماء رجال مسلمانوں کا عظیم کارنامہ، ماھنامہ الحق اکوڑہ خٹک ، ج۲۸ ش ۲ ، نومبر ۱۹۹۲ ، ص ۳۸ تا ۳۹

(اس کا مطلب ہے ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک جلد ۲۸، شمارہ ۲، نومبر ۱۹۹۲ء میں مفتی نظام الدین شامزئی کا مضمون بعنوان: فن اَسماء رجال مسلمانوں کا عظیم کارنامہ)۔

6- اگر ایک ہی مأخذ سے بار بار استفادہ کیا گیا ہو تو پہلے حوالے میں اس کا مکمل ذکر ضروری ہے تاہم بعد کے حوالہ جات میں صرف مصنف/ مؤلف اور کتاب کا نام کافی ہے یہی طریقہ مجلّہ میں شائع شدہ مضمون کے سلسلہ میں اختیار کیا جانا چاہئے۔ یہ طریقہ س لئے مناسب ہے کہ اس طرح ایک تو قاری کو بار بار پہلے دیئے گئے حوالے کی طرف رجوع نہیں کرنا پڑتا اور دوسرے اگر ایک ہی مصنف/ مؤلف کے ایک سے زیادہ مضامین سے استفادہ کیا گیا ہے تو قارئین کو ان کے درمیان ابہام سے بچایا جا سکتا ہے مثلاً:

مولانا عبدالماجد دریا آبادی ، سیرت نبوی قرآنی ، ص ۱۸۲۔

ایک ہی مأخذ کے مسلسل حوالوں کے اندراج میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ مزید آسانی کے لیے مصنف کا سرنیم بھی استعمال کیا جا سکتا ہے مثلاً:

دریا آبادی ، سیرت نبوی قرآنی ص/۲۵

بعض محققین اس قسم کی صورت میں بعد کے حوالہ جات کے لئے کتاب کے عنوان کے ذکر کے بجائے مصدر بالا/ مصدر مذکور کے الفاظ کا اندراج کرتے ہیں لیکن یہ قاری کے لئے مشکلات کا باعث بنتا ہے۔

7- قرآن پاک کا حوالہ دیتے وقت سورت کا نام اور آیت نمبر دینا ضروری ہے۔ دونوں کے درمیان سکتہ (comma) آنا چاہئے مثلاً:

القرآن الکریم ، البقرۃ ، ۱۸

اس میں صفحہ نمبر یا مطبع دینے کی ضرورت نہیں دیگر مقدس کتب کے بارے میں بھی اسی قسم کا طریقہ اختیار کیا جانا چاہئے یعنی صفحہ یا مطبع کا ذکر کرنے کے بجائے محض باب وغیرہ کا اندراج کیا جائے۔

8- احادیث کے کسی مجموعے سے حوالہ دیتے وقت مؤلف/ مدوّن کا نام، اس کے بعد مجموعے کا نام اور پھر متعلقہ حدیث کا باب، فصل وغیرہ کا اندراج کیا جائے مثلاً:

امام مسلم (مسلم بن حجاج) ، الجامع الصحیح ، مکتبہ الغزالی، دمشق ، سال اشاعت نامعلوم، ج ۸، ص ۱۵۱، کتاب الزکوٰۃ۔

احادیث کے بعض جدید مطبوعہ مجموعوں میں ہر حدیث کے ساتھ نمبر کا اندراج کیا جاتا ہے۔ اگر مضمون نگار کے پاس اس قسم کا ایڈیشن موجود ہے تو دیگر معلومات کے ساتھ فقط مصنف کا مکمل نام یا سرنیم پھر کتاب کا نام اس کے بعد باب اور فصل کا عنوان پھر حدیث نمبر دے دینا بھی کافی ہوگا۔

9- فقہی مسائل میں کتب کا حوالہ دیتے وقت مسئلہ زیر بحث کے ساتھ متعلقہ کتاب، باب اور فصل کا حوالہ قاری کے لئے مزید سہولت فراہم کرتا ہے۔ اس لئے اس کے اندراج کا اہتمام کیا جانا چاہئے مثلاً:

ابن نجیم (الشیخ زین الدین) ، البحر الرائق شرح کنز الدقائق ، مکتبۃ رشیدیہ کوئٹہ ، سال اشاعت نامعلوم ، ج ۱ ، ص ۲۸۸ ، کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان۔

10- تاریخ سے متعلق ماٰخذ سے بھی حوالہ دیتے وقت مطبع اور سال اشاعت کے علاوہ زیر بحث عنوان کے الفاظ کے تحت مزید وضاحتی معلومات کے اندراج کا اہتمام کیا جانا چاہیے مثلاً:

ابن جریر طبری (محمد بن جعفر بن محمد) تاریخ الامم والملوک ، مطبعۃ حسینیۃ مصر، سال اشاعت نامعلوم ، ج ۵ ، ص ۲۳، زیر عنوان: ذکر سبب مہلک زیاد بن سمیۃ ، وقائع سنۃ ثلاث وخمسین۔

11- لغت یا کسی موسوعۃ (Encyclopaedia) کا حوالہ دیتے وقت صفحہ یا ایڈیشن کا ذکر ضروری نہیں موسوعہ کی صورت میں اسکے ٹائٹیل (title) اور مضمون کے عنوان اور مصنف کے بارے میں معلومات دینا ضروری ہیں۔ لغات سے استفادہ کی صورت میں اس کے مصنف/ مدوّن اور لفظ کے مادّہ کا ذکر کافی ہے۔ مثلاً

عبد القيوم ، جرش ، اُردو دائرة معارف ا سلامية۔

(یعنی اُردو دائرہ معارف اسلامیہ میں جرش کے عنوان کے تحت عبدالقیوم کا تحریر کردہ مضمون)

مولانا عبدالحفیظ بلیاوی، مصباح اللغات، مادّہ عَنَقَ۔

-12

اگر کسی ایم اے/ ایم فل/ پی ایچ ڈی کے غیر مطبوعہ مقالہ کا حوالہ دینا ہے تو اس میں مقالہ نگار کا نام، مقالے کا عنوان شعبہ اور یونیورسٹی کا ذکر جس ادارہ کے تحت اس مقالہ کو مکمل کیا گیا ہے اور مقالہ کی تکمیل کے سال کا ذکر ضروری ہے مثلاً:

سیّد مبارک شاہ ، دینی مدارس کا نصاب تعلیم اور اس پر ناقدانہ نظر (ایم فل مقالہ) شعبہ اسلامیات ، پشاور یونیورسٹی ، ۱۹۹۲۔

-13 مخطوط کا حوالہ دیتے وقت اس کے مصنف/ مؤلف کا نام، مخطوطہ کا ٹائیٹل اور جہاں پر وہ موجود ہے اس لائبریری یا مکتبہ کا نام اور مخطوطہ کے نمبر کا اندراج کرنا ضروری ہے۔ مثلاً:

البیرونی (ابو الیمن محمد بن عبدا لرحمن) الدر المنتخب فی تاریخ مملکة حلب، عما دة شؤ ون المکتبات مدینة المنورة، نمبر ۱۵۹۔

-14

اگر کسی رائے کو متعدد کتب سے اخذ کیا گیا ہو تو ان کا بھی مکمل حوالہ دینا ہوگا لیکن حوالہ سے پہلے "دیکھیں" /"مزید تفصیل" کے لئے دیکھیں کے الفاظ کا اضافہ کیا جائے گا۔ مثلاً: دیکھیں/ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں

N.J. Coulson, A History of Islamic law, Edinburgh University Press. P-150.

علوم اسلامیہ کے اسکالرز و قارئین کے لیے اہم اطلاع

نوٹ: محرم تا جمادی الثانی مطابق فروری تا جولائی شمارہ سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہوگا رجب تا ذی الحج مطابق اگست تا جنوری۔ عام موضوعات پر مشتمل ہوگا۔ لہذا مضامین سیرت جنوری تک عام مضامین جولائی تک موصول ہوجانے چاہیئے۔ مضمون کسی دوسرے رسالہ اخبار وغیرہ میں شائع ہوا ہوتو آگاہ کردیں۔ ہر شخص اپنا مضمون شائع کرواسکتا ہے

البتہ مضمون ۱۰ تا ۲۰ صفحات پر مشتمل ہو۔ مضمون کمپوز شدہ یا کاغذ کے ایک سائڈ صاف ستھرا لکھا ہو۔ متن کا سائز 7 +Font4 سائز 14 عنوان کا سائز 24 ذیلی عنوان کا سائز 17 ہو مقالہ کا ایک پرنٹ اور فلاپی یا سی ڈی بھی ارسال فرمادیں۔ ”علوم اسلامیہ“ کا مضمون یا اس کا کوئی حصہ شائع کرنا چاہیں تو مجلّہ اور اس کا نمبر و تاریخ کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

اگر آپ ”علوم اسلامیہ“ کے مستقل مضمون نگار/ مقالہ نگار بن سکتے ہیں تو ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ مضامین اردو، عربی انگریزی اور سندھی زبان میں تحریر کئے جاسکتے ہیں ۔ علوم اسلامیہ دنیا بھر کی لائبریریوں تحقیقی مراکز اور عام قارئین کو پیش کیا جائے گا۔

اساتذہ کرام اہل علم و تحقیق سے گزارش ہے کہ وہ ”علوم اسلامیہ“ کی کامیابی کے لئے ہمارے ساتھ ہر ممکنہ تعاون فرمائیں جزاک اللہ خیرا فی الدنیا والاخرۃ

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی
چیف ایڈیٹر

گوشہ: تعارف و تبصرہ کتب

نام کتاب **مجاہد تم کہاں ہو؟**

مصنفہ: **پروفیسر ریحانہ تبسم فاضلی**

مطبع/ ناشر: فاضلی پبلیکیشنز تھرڈ ای/۳۔ بی ۱۸ حبیب اسکوائر ناظم آباد کراچی

تربیت کرتا ہے جن کی خود خدائے ذوالجلال
نور حق سے جگمگا اٹھتا ہے ان کا ہر کمال
لڑکپن ہو کہ بچپن یا جوانی کی بہار
سب میں آتا ہے نظر تابندہ سیرت مصطفیٰ کا جمال

رب کائنات کی رضا کیلئے مخلص مسلمان اپنا سب کچھ نچھاور کر دیتا ہے حتیٰ کے جان بھی جو سب سے بڑی شئے ہے۔ مقام حب میں انتہاء اخلاص بھی ہے۔ یہ جان اپنی ہو یا اپنے لخت جگر و نور نظر کی۔ بندہ کا اپنے رب سے یہ عشق و محبت کا معاملہ ہے جسے رب جانتا ہے یا پایا بندہ یہ سمجھنے اور سمجھانے سے ماوراء معاملہ ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ

بیشک اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلہ مسلمانوں سے ان کی جان اور مال کو خرید لیا ہے اس عمدہ خریداری میں افسردگی و احساس ندامت و شکستگی کو کسی بھی لمحے غالب نہیں آنے دینا چاہئے۔ شاعر کا شعر معمولی ترمیم کے ساتھ نصیحت آموز ہے۔

پیغمبروں کی راہ پر چل کر تو دیکھنا جب چل پڑو تو راہ کے پتھر نہ دیکھنا

یہ راہ بڑی کٹھن ہے اور بڑی پر لطف بھی اس میں شب و جور بھی ہیں اور سیاہ بھی صبح نو بھی ہیں اور پرنور بھی بالفاظ قرآنی خوف بھی ہے بھوک، جان و مال اور آبرو کا اور فاتح کی شان بھی ہے دنیاوی و اخروی بشارتیں بھی ہیں۔ بدر کی فتح بھی ہے احد کی شکست بھی ہے اسلئے کہ ہار جیت کی، اور شکست فتح کی سیڑھی ہے۔

وہ طفل کیا گرے جو گھٹنوں کے بل گرے گرتے ھیں میداں میں شھسوار

سیاہ ترین رات بھی صبح نو کے اجالے کو نہیں روک سکتی ہے اس راہ کا مسافر روحانی مسرتوں سے مالا مال ہوتا ہے رحمت باری کے رنگ و نور انسان کی روح کو منور فکر کو رنگین بناتے رہتے ہیں اور اپنے رنگ میں رنگتے رہتے ہیں۔ صبغة الله ومن احسن من الله صبغة (قرآن)

رنگ تو صرف اللہ کا ہے ہے اس سے اچھا رنگ کون سا ہے جس میں رنگا جائے دل کی چوٹ طبائع کی صلاحیتوں کو منجمد کرتی ہیں طبیعت میں افسردگی و جمود پیدا کرتی ہے یہ خاصہ فطرت ہے لیکن جو اللہ سے سودا کر چکا ہو وہ اپنے رب کی جانب سے آزمائش سمجھتا ہے یہ صدمات اس کی قوتوں کو مزید عمل کیلئے مہمیز کرتی ہیں نہ زمانے کی ملامت نہ لوگوں کی ہے وفائی عزائم و ارادوں کو کمزور کرتی ہے۔

باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب   یہ تو چلتی ھے تجھے اونچا اڑانے کیلئے

۱۳ مئی ۲۰۰۶ کو دوسری صوبائی سیرت النبی کانفرنس سرسید گرلز کالج میں منعقد ہوئی اس کالج کی ایک پروفیسر خاتون ریحانہ تبسم فاضلی سے ملاقات ہوئی جنھوں نے اپنے مزاج کے برعکس میرے پروگرام میں شرکت کی اور مختصر خطاب کیا محترمہ کا کلام ماہنامہ بزم قاسمی (جس کی مجلس ادارت سے میرا تعلق تھا) میں شائع ہوتا رہا ہے اس کے علاوہ ماہنامہ القاسم میں مضامین بھی مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ محترمہ نے اپنی کتب برائے تبصرہ عنایت کی ہیں میرے پیش نظر جو کتاب ہے اس کا نام ہے، مجاہد تم کہاں ہو؟ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے پہلا حصہ بچپن سے جوانی تک دوسرا حصہ حرمین شریفین اور تیسرا حصہ جہاد کی تعلیمات پر مشتمل ہے۔

کتاب کیا ہے؟ اسلامی تعلیم و تربیت کا شاہکار ہے، عبادت و ریاضت کی عملی مثال ہے فکر و عمل کی یکجائی کا مجموعہ ہے اور ماں کی ممتا کا اظہار ہے نصرت بانو صاحبہ کے الفاظ میں کچھ تبدیلی کے ساتھ۔

دیدنی ہے تیری اس تصنیف کا حسن و شباب   ضوفشاں ہے جس میں تیری فکر نو کا ماہتاب
اس کے ایک ایک حرف میں ہے اسلام کی روشنی   میری نظروں سے نہیں گزری کوئی ایسی کتاب
ایک ماں نے یہ لکھی ہے امت کے بچوں کے لئے   لا نہیں سکتی یہ دنیا ایک بھی اس کا جواب
اس میں جذبہ کی صداقت درد کی سچائی ہے   کاش بن جائے ہماری زندگی کا یہ نصاب

اثر پزیری کے نقطہ نظر سے لاجواب کتاب ہے مجھے کتاب کا تجزیہ کرنے اور تبصرہ لکھنے کے لئے کتاب کے مطالعے سے پیدا ہونے والے جذباتی ماحول سے باہر آنے کے لئے متعدد مرتبہ تبصرہ کو موخر کرنا پڑا۔ میری زندگی کے تیرہ سال دو لاکھ کتابوں کے درمیان گذرے ہیں بڑے بڑے

نامور لوگوں کی کتابوں پر مختصر وقت میں جائزہ لیکر تبصرہ لکھتا رہا ہوں لیکن اتنی مشکل کسی اور کتاب پر تبصرہ لکھتے ہوئے پیش نہیں آئی۔

محترمہ پروفیسر ریحانہ صاحبہ نے اظہار مافی الضمیر اور قاری کو مذہبی معلومات فراہم کرنے کیلئے مجازی کردار یا خود کلامی کے بجائے حقیقی مخاطب کے ذریعے سادہ انداز میں تعلیم وتربیت کے ساتھ واردات قلب کو بھی بیان کر دیا ہے محترمہ نے اس نئے منہج واسلوب کے ذریعے اردو ادب میں نئی طرح ڈالی ہے اور نئی صنف ایجاد کی ہے۔ مصنوعی ومجازی کردار نہ ہونے کے سبب قاری زیادہ متاثر ہوتا ہے اور محترمہ کے ساتھ محو شریک گفتگو ہو جاتا ہے۔

کتاب میں مزاح کا حصہ بہت کم ہے محترمہ کی شاعری ان کی اعلیٰ حسن لطافت کی نشاندہی کرتی ہے۔ اگر اس کا بھی خیال رکھا جاتا تو سیرت طیبہ کا یہ پہلو بھی نمایاں ہو جاتا لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے پروفیسر صاحبہ نے اس کتاب کو اپنے صاحب زادے کے لاپتہ ہونے کے بعد قلمبند کیا ہے جس کی وجہ سے کتاب پر ماں کی ممتا کا رنگ غالب ہے کتاب میں حوالہ جات مکمل درج کر دئے جائیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔

محترمہ کی تربیت جس شاندار مذہبی ماحول میں ہوئی انہوں نے اپنی نسل تک اس سلسلے کو توسیع دی ہے۔ کسی دانا کا قول ہے نیک بیوی سب سے بڑی نعمت ہے اور بری بیوی دنیا کا سب سے بڑا عذاب ہے ایک خاتون ایک خاندان ہی نہیں خاندانوں کو سنوارتی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ ؐ نے مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی گھر کا نگراں ٹھرایا ہے (المرءة راعية على اهل بيتها) امید ہے محترمہ کی یہ کاوش بہت سے خاندانوں کو سدھارنے وسنوارنے کا ذریعہ بنے گی۔ (انشاءاللہ)

میرا مشورہ ہے کتاب کے تینوں حصوں کو الگ الگ شائع کر دیا جائے

کتاب کے پہلے حصہ کو یہ عنوانات دیئے جاسکتے ہیں ’’اولاد کی تعلیم وتربیت‘‘ یا ’’ماں اور بچوں کی تربیت‘‘ کتاب کے دوسرے حصہ کو یہ عنوانات دیئے جاسکتے ہیں۔ ’’خواتین کے لئے حج وعمرہ کا طریقہ‘‘ یا ’’خواتین حج وعمرہ ایسے کریں‘‘ کتاب میں مقامات حج ومقدس مقامات کی تصاویر شامل کر کے زیادہ جاذب نظر بنایا جاسکتا ہے (آج کل C.D میں تمام تصاویر مل رہی ہیں)۔

کتاب کے تیسرے حصہ کو یہ عنوانات دیئے جاسکتے ہیں ’’مجاھد نعمان مشعل مجاہدین‘‘ یا ’’مجاھدین افغانستان‘‘ تینوں حصوں کو الگ الگ کتابچہ کی صورت میں شائع کیا جاسکتا ہے۔ مختصر کتاب گفٹ

دینے اور متعلقہ مواد متعلقہ شخص کو دینے کی افادیت سے سب آگاہ ہیں۔

محترمہ مصنفہ صاحبہ کی صلاحیتوں کو زیادہ بہتر استعمال کرنے کیلئے اسی مناسبت سے چند باتوں کی جانب متوجہ کرنا چاہتا ہوں، تاکہ اسلام کی بہتر سے بہتر خدمت ہو سکے عصر حاضر میں ایسی خواتین درنایاب ہیں عہد حاضر میں عالمی میڈیا کی یلغار کے بعد بچوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے مذہبی مواد بچوں کی ذہنی سطح کو ملحوظ رکھ کر اصلاحی انداز میں تیار کیا جائے جس میں آسان الفاظ کے ساتھ چھوٹے جملوں پر مشتمل کلام تیار کیا جائے جو شرک و بدعت سے پاک ہو۔

اردو ادب میں مذہبی لٹریچر اس حوالے سے نہ ہونے کے برابر ہے بلکہ مرحلہ یتیمی سے دوچار ہے میں سمجھتا ہوں روئے سخن عمل پر کم عقائد پر زیادہ ہونا چاہیئے اس لئے کہ انسان کی نجات کا مدار عقیدہ پر ہے عمل پر نہیں۔ اعمال نجات کا ذریعہ ہیں عقائد بنیاد ہیں۔ عقیدہ درست نہیں تو عمل بیکار ہے ارشاد ربانی ہے اللہ مشرک کی مغفرت نہیں کرے گا ان کے علاوہ جس کی چاہے کا مغفرت کردے گا۔ عقیدہ درست ہے تو عملی کوتاہی کی سزا بھگت کر جنت میں چلا جائے گا۔ کام کا رخ و منہج متعین کر کے آگے بڑھا جائے تو یقیناً زیادہ مفید موثر مواد تخلیق پائے گا (انشاء اللہ)

کتاب اس لائق ہے کہ ہر گھر کی خواتین اس کا مطالعہ کریں اور اپنے بچوں بچیوں کو مطالعہ کرائیں اللہ محترمہ اور تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

کتاب کا نام **حیات دوام (حصہ اول)**

مصنفہ پروفیسر ریحانہ تبسم فاضلی

ناشر فاضلی پبلیکیشنز تھرڈ ای/۳۔ بی ۱۸ حبیب اسکوائر ناظم آباد کراچی
(۲۰۰۳ء) فون: 6612862

قیمت و صفحات ۳۰۰ روپے صفحات ۳۱۶

محترمہ نے اسلامی تعلیمات احکامات وعبارات کا یہ شاندار و مستند مجموعہ تیار کیا ہے جس میں انسان کی عملی زندگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے صبح بیدار ہونے سے کتاب کا آغاز کیا ہے پھر طہارت حقیقی ومجازی کے احکامات بیان کرنے کے بعد نماز کے احکامات بیان کئے ہیں گھر سے نکلنے اور گھروں میں واپس آنے کے احکامات، خواتین کے پردے کے احکامات بہت خوبصورت انداز میں بیان

کئے ہیں کچھ فوائد کا مزید اضافہ ہو جائے تو زیادہ مناسب ہو گا البتہ ہاتھ کا پردہ ضروری نہیں ہے نہ موزے پہننا فقہی نظر یہی ہے (ص/۱۵۸) رمضان کے احکام وآداب پر تفصیل سے روشنی ڈالی، اور اس کے ذیل میں اعتکاف کے احکام بھی واضح کئے ہیں آخر میں رویت ھلال اور نفلی روزوں پر احکامات ہیں۔ کتاب اس لائق ہے کہ ہر گھر میں ہونی چاہئے امید ہے حصہ دوم کتاب کو مزید جامع ومکمل بنادے گی۔

کتاب کا نام	**بلوچستان چند پہلو**
مصنف	ڈاکر انعام الحق کوثر
ناشر	ادارہ تصنیف وتخلیق بلوچستان کوئٹہ فون 2449779
قیمت وصفحات	120 روپے۔ 97 صفحات

ڈاکٹر کثیر التصانیف مصنف ہیں بلوچستان کے حوالہ سے آپ کی بہت سی کتب شائع ہو چکی ہیں۔ بعض کتب اور مصنف کا تعارف پچھلے شماروں میں آچکا ہے یہ کتاب بلوچستان میں شاعری پر ہے جس میں بلوچ اور بلوچستان کے تحقیقی تعارف کے ساتھ شعراء کے حالات اور ان کا کلام بھی پیش کیا ہے

اس کے ساتھ پشتون۔ براھوی اور اردو کا جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

سہ ماہی مجلہ ''المصباح''

جامعہ اشرفیہ کے طلباء کا جاری کردہ سہ ماہی مجلّہ ''المصباح'' جلد/۱، شمارہ/۱ موصول ہوا۔

دینی مدارس میں پچھلے پندرہ سالوں سے بڑی تعداد میں مجلات کا اجراء ہوا ہے جس کے بہت اچھے اثرات ظاہر ہونا شروع ہوئے ہیں۔ عموماً مجلات ادارہ یا ادارہ کے سربراہ کی ترجمانی کرتے ہیں لیکن کچھ مجلات میں طلباء کو بھی لکھنے کی اجازت دی گئی جس کے نتیجے میں مذکورہ عرصے میں عائلی ومعاشرتی موضوعات پر بہت سے فارغ التحصیل طلباء کی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں صرف تصانیف ہی نہیں بے شمار عمدہ کتب کے تراجم بھی شائع ہوئے ہیں گویا قیام پاکستان کے بعد سے مذکورہ

کتاب کے مطالعے سے پیدا ہونے والے جذباتی ماحول سے باہر آنے کے لئے متعدد مرتبہ تبصرہ عرصے میں لٹریچر کی تیاری اور تراجم کا ارتقاء ہوا ہے اس کے اثرات طلباء پر بھی ظاہر ہوئے ہیں

سہ ماہی المصباح کا اجراء انتہائی خوش آئند قدم ہے۔ اساتذہ کی سرپرستی میں اسے مستقل بنیادوں پر جاری رہنا چاہئے اس کوشش سے طلباء میں لکھنے اور مطالعہ کرنے کا ذوق پیدا ہوگا اور جن طلباء میں لکھنے کی صلاحیت ہوگی وہ فراغت کے بعد تبلیغ بذریعہ تصنیف کی خدمات انجام دیں گے بعض اساتذہ جن میں لکھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ عموماً طلباء کی ایسی سرگرمیوں کی مخالفت کرتے ہیں جس کا مجھے اپنے جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے طالب علمی کے زمانے میں تجربہ رہا ہے۔ آج جبکہ حالات جہاد بالسیف کیلئے سازگار نہیں ہیں جہاد بالعلم والقلم پر توجہ دی جانی چاہئے اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

مجلّہ کا نام: **ماہنامہ انوار القرآن(سیرت النبی نمبر ۔ اپریل ۲۰۰۶ء)**

سرپرست: مولانا فداء الرحمٰن درخواستی

مدیر اعلیٰ: بریگیڈیئر ڈاکٹر فیوض الرحمٰن

ناشر: جامع انوار القرآن کراچی فون 6999095 سیکٹر 11.c.1

ڈاکٹر فیوض الرحمٰن کی کاوشوں کے نتیجے میں مجلّہ کا خصوصی سیرت نمبر نکالا گیا ۱۶۲ صفحات پر مشتمل ہے ڈاکٹر صاحب کے تقریباً چھ مضامین اس شمارے کی زینت ہیں مولانا فداء الرحمٰن صاحب تین مضامین بقیہ مضامین معروف متوفی شخصیات کے ہیں اگر نمبر کی اشاعت سے قبل کچھ زندوں سے بھی رابطہ کر لیا جاتا تو یقیناً دیگر سیرت نمبروں کی طرح یہ بھی ضخیم بلکہ کمیت و کیفیت دونوں اعتبار سے بہت بہتر ہوتا امید ہے ڈاکٹر صاحب کی کوششیں رنگ لائیں گی اور مجلّہ روایتی انداز کے بجائے جدید اسلوب میں پیش رفت کرے گا اور مذہبی مجلات میں نمایاں مقام حاصل کرے گا۔

Name of Book: Foreign Policy of Pakistan

Author's Name: Professor Dr. Salahuddin Ahmed

Regional Director, Allama Iqbal Open University, Karachi

The author is a renowned professor of International Relations, Political Science, and Pakistan Studies. He is deeply concerned about the foreign policy of Pakistan that is reflected in his book on the same.

The book covers the Foreign Policy of Pakistan from in inception in 1947 till the aftermath of 9/11. Many books are available on the foreign policy of Pakistan but this book makes a more interesting and involving reading because it highlights the determinants, objectives and principles of Pakistan's Foreign Policy then to analyze the developments in Foreign Relations, It is, therefore, more than a chronology of Pakistan's Foreign Policy.

After 9/11 the world has changed rapidly and is still changing. There was a need for a book on Pakistan's foreign policy to bring to attention the impact of these global changes on the policy that is followed and the one that ought to be followed. This book fulfills that need, especially emphasizing on Pakistan's relationship with the U.S under the cover of wars on terror.

The author, Dr. Salahuddin, possesses a rich knowledge of Pakistan's Foreign Policy as well as its structural value and significance. He has written in detail about the role of government institutions and its office bearers; President, Prime Minister, the Parliament, bureaucracy and public opinions to form determinants of Pakistan's Foreign Policy.

This book fulfills the requirement of students of International Relation, Political Science, History and Pakistan Studies in universities of Pakistan and also provides useful material to candidates for competitive examinations.

مذاکرہ

بعنوان

نظام تعلیم کی بہتری کے لئے والدین، اساتذہ وطلباء کی ذمہ داریاں

مورخہ ۱۱ اکتوبر بروز ہفتہ بوقت شام ۳:۳۰ تا ۶

صدر مذاکرہ: جناب حافظ اسامہ قادری صاحب ناظم لیاقت آباد ٹاؤن

مہمان خصوصی: فلائٹ لیفٹیننٹ جناب سجاگو خان جتوئی سیکریٹری تعلیم صوبہ سندھ

بمقام

قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج لیاقت آباد

قاسم آباد (سندھی ہوٹل۔ عرشی چوک)

انتظامی ورابطہ کمیٹی

۱۔ پروفیسر سعید الرحمٰن صاحب 0300-2435906

۲۔ پروفیسر آصف محفوظ صاحب 0333-3165436

۳۔ پروفیسر حبیب الرحمٰن صاحب 0333-2178301

۴۔ پروفیسر شکیل احمد صاحب 0333-3953023

۵۔ پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی پرنسپل قائد ملت کالج

فون کالج 0219230296 / 0300-2664793

گوشہ علمی وتعلیمی خبریں

علامہ عثمانیؒ وسلیمان ندویؒ کی مزارات کی بے حرمتی

کچھ دنوں قبل مذکورہ شخصیات کی مزارات کے کتبے اور مزارات کی جالیوں کو کسی شخص نے ٹکڑے ٹکڑے کردیا جس کے خلاف اسلامیہ کالجز کے پرنسپلز واساتذہ کرام پروفیسر ثناء اللہ محمود، پروفیسر مفتی محمد عمار ودیگر اساتذہ کرام کی کوششوں سے ایف آئی آر کاٹی گئی لیکن ابھی تک نہ تو اس گستاخ کے خلاف کوئی کارروائی ہوئی اور نہ ہی ان مزارات کو تعمیر کیا گیا ہے۔ انجمن کے صدر ودیگر عہدیداران نے خطوط کے ذریعے وزیر اعظم پاکستان، وزیر اعلیٰ سندھ، گورنر سندھ، چوہدری شجاعت، صدر مسلم لیگ، سٹی ناظم، ٹاون ناظم، ودیگر اہم شخصیات سے مزارات کی از سرِ نو تعمیر اور اس پر گارڈ/ چوکیدار مقرر کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

ڈائریکٹریٹ آف کالجز کے لیے قابل تقلید نمونہ

اساتذہ کرام کی ریٹائرمنٹ باعزت وشایان طریقہ سے ہونی چاہیے ہمارے کالجز کے کرتا دھرتا افراد کو اس جانب توجہ دینی چاہیے اس لیے کہ خود انہیں بھی ریٹائرڈ ہونا ہے سندھ یونیورسٹی جامشورو کے وائس چانسلر پروفیسر مظہر الحق صدیقی صاحب نے شاندار قابل تقلید نمونہ پیش کیا ہے۔ موصوف نے یونیورسٹی سے ریٹائرڈ ہونے والے نیک نام اساتذہ کو ایک تقریب میں باقاعدہ شیلڈز پیش کی گئیں۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۱۱/ فروری ۲۰۰۶ء)

کراچی کے چار خواتین کالجوں میں ابلاغ عامہ کی تدریس شروع کرنے کا فیصلہ

سیکریٹری تعلیم سے اجازت لے لی جنوری 2007ء سے کلاسز کا آغاز ہوگا، ڈاکٹر رفیق صدیقی (سابق ای ڈی او کالجز کراچی)

کراچی (اسٹاف رپورٹر) شہری حکومت کے محکمہ برائے اعلیٰ تعلیم نے کراچی کے چار گرلز کالجوں

میں ابلاغ عامہ کی تدریس شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ بات ای ڈی او ہائر ایجوکیشن ڈاکٹر رفیق صدیقی نے بتائی۔ انہوں نے بتایا کہ عصر حاضر کی ضرورت کے مطابق اور بالخصوص طالبات کی خواہش پر کراچی کے چار گرلز کالجز میں بی اے کی سطح پر ابلاغ عامہ کی تدریس شروع کی جائے گی تدریس کا باقاعدہ آغاز جنوری 2007ء سے شروع ہوگا۔ جن کالجوں میں ابلاغ عامہ کی تدریس ہوگی ان میں پی ای سی ایچ ایس گرلز کالج، گورنمنٹ ویمن کالج ناظم آباد، سرسید گرلز کالج اور گورنمنٹ کالج فار ویمن فریئر روڈ شامل ہیں۔ ڈاکٹر رفیق صدیقی نے بتایا کہ اس سلسلے میں سیکریٹری غلام علی پاشا سے رسمی طور پر اجازت بھی لی جا چکی ہے۔ فی الحال کوآپریٹو اساتذہ کے ذریعے ان کالجز میں تدریس ہوگی پھر باقاعدہ ریگولر اساتذہ کا تقرر کردیا جائے گا۔ ڈاکٹر رفیق صدیقی نے مزید بتایا کہ ہر کالج میں 30 نشستوں پر داخلے دیئے جائیں گے اور اس سلسلے میں جامعہ کراچی کو الحاق کیلئے بھی درخواست دی جائے گی۔ یاد رہے کہ گورنمنٹ علامہ اقبال کالج اور عبداللہ کالج میں پہلے ہی ابلاغ عامہ کی تدریس ہو رہی ہے۔ عبداللہ گرلز کالج میں اسی سال تدریس کا آغاز کیا گیا ہے۔ (روزنامہ جنگ کراچی جمعہ 5 مئی، 2006ء)

بلکہ عبداللہ گرلز کالج میں ایک سال سے ایم اے اسلامیات وسیاسیات کی تدریس کا سلسلہ جاری ہے جنوری ۲۰۰۷ء سے نئے داخلے شروع ہوں گے۔

29 نئے کالجز کے پرنسپلز کو ساڑھے 73 لاکھ روپے کے چیکوں کی تقسیم

اس رقم سے تدریسی و غیر تدریسی عملہ کی تنخواہیں اور فرنیچر فراہم کیا جائے گا

سٹی ناظم کا تقریب سے خطاب

کراچی (اسٹاف رپورٹر) ناظم کراچی سید مصطفیٰ کمال نے کراچی کے 29 کالجز میں کنٹریکٹ پر بھرتی 120 تدریسی و غیر تدریسی عملے کو تنخواہوں کی ادائیگی کے لئے ساڑھے 73 لاکھ روپے کے چیک جاری کردیئے ہیں۔ بدھ کو سوک سینٹر میں منعقدہ تقریب میں ناظم کراچی نے چیک متعلقہ کالجز کے پرنسپلز کو دیئے۔ اس موقع پر انہوں نے خطاب کرتے ہوا کہا کہ شہری حکومت کراچی کے

ترقیاتی کاموں کے ساتھ تعلیمی سیکٹر پر بھی توجہ دے رہی ہے اس سلسلے میں کراچی میں 29 نئے تعمیر ہونے والے کالجز کے پرنسپلز کو چیک دیئے جارہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ درسگاہ ہی وہ جگہ ہے جہاں انسان کی تربیت ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم شہر کے تمام تعلیمی اداروں میں ایک اچھا طلبہ دوست تعلیمی نظام قائم کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے کام بھی کررہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اچھی تعلیم کے لئے جدید ٹیکنالوجی بہت ضروری ہے اور طلبہ کو تعلیم دینے سے پہلے خود اساتذہ کو جدید ٹیکنالوجی سے آگاہ ہونا پڑے گا۔ ناظم کراچی نے کہا کہ اگر اساتذہ کسی بھی وقت میری ضرورت محسوس کریں تو فوری طور پر مجھ سے رابطہ کرسکتے ہیں۔ میرے دروازے 24 گھنٹے ان کے لئے کھلے ہیں۔ ناظم کراچی نے اس موقع پر 73,46000 روپے 28,8000 روپے ٹیچنگ اسٹاف 42,66000 روپے نان ٹیچنگ اسٹاف اور 200,000 روپے کالجز میں فرنیچر کی فراہمی کے لیئے فراہم کئے ہیں۔ (جنگ کراچی جمعرات 4 مئی 2006ء)

وائس چانسلر کی تقرری کیلئے گورنر کا صوبہ داری اختیار ختم

اسکالرز سرچ کمیٹی تین افراد کا انتخاب کر کے ایک کو وی سی نامزد کرے

ملک میں 80 غیر قانونی 45 غیر معیاری یونیورسٹیوں کا پتہ لگالیا ہے،

ڈاکٹر عطاالرحمٰن

اسلام آباد (نیٹ نیوز) وفاقی حکومت نے صوبوں میں یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر کی نامزدگی اور تقرر کا گورنر کا صواب دیدی اختیار ختم کردیا ہے اور اس مقصد کے لئے اسکالرز سرچ کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے یہ بات چیئرمین ہائر ایجوکیشن کمیشن ڈاکٹر عطاء الرحمٰن نے بتائی۔ انہوں نے پاکستان کے پہلے سائنس دان کی حیثیت سے رائل سوسائٹی لندن کی فیلوشپ ملنے کے بعد یہ بات بتائی ان کا کہنا ہے کہ تعلیمی اداروں میں ہر سطح پر سیاسی مداخات کے مکمل خاتمے کیلئے قانون سازی کی جارہی ہے۔ ڈاکٹر عطاالرحمٰن نے بتایا کہ یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر کے تقرر کیلئے اسکالرز سرچ کمیٹی تین افراد کا انتخاب کرے گی جن میں سے میرٹ پر ایک کو وائس چانسلر مقرر کیا جائے گا۔ انہوں نے بتایا کہ ملک میں 80 غیر قانونی اور 45 سب اسٹینڈرڈ یونیورسٹیوں کا پتہ لگالیا گیا ہے

جن میں سے 13 یونیورسٹیز کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ چیئر مین ایچ ای سی نے بتایا کہ غیر قانونی یونیورسٹیوں کو تین ماہ میں بند کرنے کیلئے صوبائی حکومتوں کو ہدایت جاری کر دی گئی ہے اور ذمہ داروں کے خلاف کاروائی کیلئے قانون سازی کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

(نوائے وقت کراچی 21 مئی 2006)

پیرزادہ قاسم کی سربراہی میں بنائی گئی سرچ کمیٹی کا اجلاس آج ہوگا سندھ کی مختلف جامعات اور انسٹیٹیوٹ کے سربراہوں کے ناموں اور ان کی تقرری پر غور ہوگا

کراچی (اسٹاف رپورٹر) سندھ کی جامعات کے چانسلر اور گورنر ڈاکٹر عشرت العباد خان کی جانب سے جامعہ کراچی کے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم کی سربراہی میں بنائی گئی ''سرچ کمیٹی'' کا پہلا اجلاس جمعرات 2 نومبر کو گورنر ہاؤس میں ہوگا۔ اجلاس میں سندھ کی مختلف جامعات اور انسٹیٹیوٹ کے سربراہوں کے ناموں اور ان کی تقرری پر غور ہوگا۔ اس وقت سندھ کے ایک انسٹیٹیوٹ آئی بی اے اور ایک میڈیکل یونیورسٹی کے سربراہوں کی مدت پوری ہو چکی ہے۔ ذرائع کے مطابق سندھ بھر کی جامعات اور انسٹیٹیوٹ میں میں صرف **پی ایچ ڈی کے حامل ماہرین تعلیم کی تقرری کا اصولی فیصلہ کیا گیا ہے۔** (روزنامہ جنگ کراچی ۲ نومبر ۲۰۰۶ء)

نوٹ: وزیر اعلیٰ اور گورنر سندھ وزیر تعلیم چیف سیکریٹری، سیکریٹری تعلیم سے درخواست کی جاتی ہے کہ کالجز کے انتظامی امور و پرنسپلز کی تقرری کیلئے بھی ہائر ایجوکیشن کمیشن کے اسی اصول کو ترجیحی طور سے نافذ کیا جائے۔ **اساتذہ علوم اسلامیہ کالجز کراچی**

ہائر ایجوکیشن کمیشن اور ایم فل/ پی ایچ ڈی میں داخلے

جناب پروفیسر ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب (وفاقی وزیر) کی کوششوں سے ہائر ایجوکیشن کمیشن کا قیام عمل میں آیا ہے اور اس ادارہ نے جہاں ہائر ایجوکیشن کے فروغ کے لئے تاریخی و انقلابی اقدامات کیئے ہیں وہیں اسکالرشپ و دیگر ترغیبات کے ذریعے اساتذہ کو پی ایچ ڈی کرنے کے لئے متوجہ کیا ہے۔

ہم نے ڈاکٹر صاحب کے پروگرام کو فروغ دینے کے لئے ۱۵؍جنوری ۲۰۰۵ء کو بمقام جناح گورنمنٹ کالج ناظم آباد میں بعنوان ''**اصول تحقیق، تصنیف، تالیف کالم نگاری اہداف وطریقہ کار**'' ایک روزہ شاندار سیمینار کا انعقاد کیا تھا جس کا مقصد اساتذہ کرام کو تحقیق و تصنیف کی جانب راغب کرنا تھا۔ (اس سیمینار میں پیش کردہ مقالات اس خصوصی شمارہ کا حصہ ہیں) دوسری کوشش کے نتیجہ میں چھے اساتذہ کرام نے قومی سیرت کانفرنس اسلام آباد ۲۰۰۵ء کے لئے اپنی تحقیقی مقالات ہمارے تعاون سے تیار کئے چار اساتذہ کے مقالات سیرت ایوارڈ کے لئے منتخب ہوئے اور انہوں نے وزیراعظم پاکستان جناب شوکت عزیز صاحب سے اپنے ایوارڈز وصول کئے۔

۳۹؍اساتذہ سمیت دیگر حضرات نے ہماری منعقدہ صوبائی سیرت النبی ﷺ کانفرنس بمقام جناح یونیورسٹی برائے خواتین میں اپنے تحقیقی مقالات پیش کئے (جنہیں جنوری ۲۰۰۶ء میں شائع کیا جائے گا)

ہماری تنظیم ڈاکٹر صاحب کے پروگرام و مشن کو آگے بڑھانے کے لئے ہر طرح سے تعاون کو تیار ہے۔

ہمارا پروگرام اور کوشش ہے زیادہ سے زیادہ اساتذہ کو ایم فل/ پی ایچ ڈی کرنے کے لئے راغب کیا جائے اور ان کے داخلہ کے لئے ہر ممکنہ تعاون کیا جائے اساتذہ کرام کو جامعہ کراچی کے سابقہ ڈین فیکلٹی اسلامک اسٹڈیز ڈاکٹر عبدالرشید کی جانب سے پیدا کردہ متعدد مشکلات کا سامنا ہے امید ہے اب پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین نوری صاحب کے ڈین بننے کے بعد ایسا ماحول پیدا ہو جائے گا جو یونیورسٹی کے وقار میں اضافہ جامعہ و کالج اساتذہ کے بہتر روابط کا سبب ہوگا اور اساتذہ کو سات سالہ مشکلات سے نجات مل جائے گی۔

اس حوالہ سے ہم وفاقی اردو یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر جناب ڈاکٹر اقبال محسن صاحب اور موجودہ قائم مقام وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر سید کمال الدین صاحب و دیگر ذمہ داران کے تہہ دل سے ممنون ہیں جن کے تعاون کی بدولت اب تک ایم فل/ پی ایچ ڈی میں کئی سو اساتذہ کی رجسٹریشن ہو چکی ہے۔

بلکہ جامعہ کراچی کے سابقہ ڈین کے رویہ کے باعث خود جامعہ کراچی کے متعدد اساتذہ نے اپنے زیرنگرانی طلباء کے داخلے وفاقی اردو یونیورسٹی میں بھیجنے شروع کردیئے تھے۔ اب تک جامعہ کراچی کے جن اساتذہ نے اپنے زیرنگرانی وفاقی اردو یونیورسٹی میں داخلے بھیجے ہیں ان میں پروفیسر ڈاکٹر حسام الدین منصوری صاحب چیئرمین شعبہ اصول الدین، پروفیسر ڈاکٹر ریحانہ صاحبہ شعبہ اسلامیات ڈاکٹر عبید احمد (لیکچرار سلیکشن گریڈ) خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ نے سابق و موجودہ وائس چانسلر وفاقی اردو یونیورسٹی کی انہی شاندار خدمات کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ان کی خدمت میں یادگاری ایوارڈ پیش کیا ہے۔ وائس چانسلر جناح یونیورسٹی صاحب سابقہ ڈین صاحب اور پروفیسر ثریا قمر صاحبہ کے تعاون کی بدولت ہم یونیورسٹی میں صوبائی سیرت کانفرنس کے انعقاد میں کامیاب ہوئے انہی تعاون و خدمات کے اعتراف میں ہم نے وائس چانسلر صاحب کو انجمن کی جانب سے یادگاری ایوارڈ بھی دیا تھا۔

وزیراعظم کے اعلان کے مطابق 28 اساتذہ سعودی عرب حج کے لئے روانہ

اساتذہ علوم اسلامیہ کی جانب سے خیر مقدم

اسلام آباد (بیورو رپورٹ) وزیراعظم شوکت عزیز کی طرف سے اساتذہ کے عالمی دن کے موقع پر جو پاکستان میں سلام ٹیچرز ڈے کے نام سے منایا گیا تھا کیئے گئے اعلان کے مطابق 28 اساتذہ کو ان کے اہل خانہ سمیت عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کیلئے سعودی عرب بھجوا دیا گیا ہے ان میں سے 22 اساتذہ کو 28 مئی کو اسلام آباد سے جدہ جبکہ 29 مئی کو کراچی سے 6 اساتذہ کو جدہ بھجوا دیا گیا۔ (روزنامہ ایمان 30-05-06)

اساتذہ برادری نے اس پر خوشی کا اظہار کیا ہے ہر سال چاروں صوبوں سے بذریعہ قرعہ اندازی سینئر اساتذہ کا انتخاب کیا جائے۔ اور ہم خود بھی اس مجلہ کی توسط سے مطالبہ کر چکے ہیں اسلامیات کے اساتذہ کو ''خدام الحجاج'' کی حیثیت سے چاروں صوبوں سے بھیجا جائے۔

خلاف ضابطہ ترقیاں واپس لینے تک ترقیاتی فنڈز منجمد رہیں گے

جامعہ کراچی، جامعہ این ای ڈی، اور جامعہ سندھ نے ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں نہ رکھنے والے اساتذہ کو ایسوسی ایٹ پرنسپل بنا دیا،

ڈاکٹر سہیل نقوی

کراچی (اسٹاف رپورٹر) ہائر ایجوکیشن کمیشن کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر سہیل نقوی نے کہا ہے کہ جب تک جامعہ کراچی، این ای ڈی یونیورسٹی اور جامعہ سندھ پی ایچ ڈی کے بغیر پروموشن کئے جانے والے اساتذہ کے پروموشن واپس نہیں لیتے، اس وقت تک تینوں جامعات کے ترقیاتی فنڈز منجمد رہیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ان تینوں جامعات میں اسسٹنٹ پروفیسرز کو پی ایچ ڈی کی ڈگری کے بغیر ایسوسی ایٹ پروفیسر بنا دیا گیا یا اسسٹنٹ پروفیسر سے براہ راست پروفیسر کے عہدے پر تقرری کر دی گئی ہے جو ایچ ای سی کے قوائد وضوابط کے خلاف ہے اور چاہے یہ ترقیاں 1999ء میں مشتہر کی گئی ہوں یا 2005ء میں جب تک یہ ترقیاں واپس نہیں لی جاتیں تینوں جامعات کی گرانٹ منجمد رہیں گی۔ یاد رہے کہ ہائر ایجوکیشن کمیشن نے مطلوبہ معیار کے برخلاف اساتذہ کے تقرر اور ترقیوں پر سندھ کی تین صف اول کی جامعات سندھ یونیورسٹی جامشورو، این ای ڈی یونیورسٹی اور جامعہ کراچی کے ترقیاتی فنڈز فوری طور پر منجمد کر دیئے ہیں۔ ایچ ای سی کے چیئرمین ڈاکٹر عطاالرحمٰن نے تینوں جامعات کے فنڈز منجمد کرنے کا فیصلہ وزیراعظم شوکت عزیز کے خصوصی احکامات پر تینوں جامعات کی جانب سے اساتذہ کے تقرر اور ترقیوں کے حوالے سے ایچ ای سی کے قوائد وضوابط کو نظر انداز کرنے کی بنیاد پر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ فیصلہ تینوں جامعات کی جانب سے تقرریوں اور ترقیوں کے فیصلے معطل کرنے کے بعد ہی واپس لیا جا سکتا ہے۔ ایچ ای سی کے چیئرمین نے سندھ کے گورنر ڈاکتر عشرت العباد سے ان تینوں جامعات میں ان خلاف ضابطہ ترقیوں پر نوٹس لینے کی درخواست بھی کی ہے۔ دریں اثناء فیڈریشن آف آل پاکستان یونیورسٹیز اکیڈمک اسٹاف ایسوسی ایشن نے ایچ ای سی کی جانب سے جامعہ کراچی

سمیت سندھ کی تین سرکاری جامعات کی گرانٹس کی کٹوتی کے کے احکامات کی مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ اگر یہ سلسلہ بند نہیں ہوا تو ملک بھر کی جامعات میں ایچ ای سی کے خلاف بھرپور احتجاجی پروگرام تشکیل دیا جائے گا۔ (جنگ کراچی جمعرات 4 مئی، 2006ء)

سرحد حکومت کی جانب سے دینی مدارس کے پوزیشن ہولڈر طلبہ کیلئے انعام کا اعلان

پشاور (مانیٹرنگ ڈیسک) صوبائی حکومت نے آئندہ مالی سال کے بجٹ میں وفاق کے امتحانات میں پوزیشن لینے والے طلباء وطالبات کو ایوارڈ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ گزشتہ روز بجٹ پیش کرتے ہوئے سینئر وزیر سراج الحق نے کہا کہ دینی مدارس کے طلباء ہمارے معاشرے کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ یہ معاشرے کی نظریاتی بنیادیں مستحکم کرتے ہیں۔ حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ ہر سال پانچوں وفاق ہائے مدارس کے فائنل امتحانات میں اول، دوم، اور سوم آنے والے ہونہار طلباء وطالبات کو بالترتیب 25,20 اور 15 ہزار روپے انعام دیا جائے گا۔ (ھفت روزہ اخبار المدارس کراچی ۲۳ جون ۲۰۰۶ء)

واضح رہے کہ پاکستان کی تاریخ میں دینی مدارس اور ان کے طلباء کی حوصلہ افزائی کا یہ پہلا فیصلہ ہے جس کی وفاقی حکومت اور دیگر صوبائی حکومتوں کو تقلید کرنی چاہئے تاکہ دینی مدارس محسوس کریں کہ حکومت ان سے مخلص ہے۔

جامعہ اسلامیہ اورنگی ٹاؤن میں علوم دینیہ وعصری میں داخلے دیئے جارہے ہیں

4.D-ST-8 اورنگی ٹاؤن بالمقابل روڈ اورنگی تھانہ میں سال اول درجہ اعدادیہ میں داخلے جاری ہیں داخلے کیلئے لازمی ہے کہ بچہ پانچویں کلاس پاس ہو یا اس سطح کی تعلیمی صلاحیت رکھتا ہو اور عمر گیارہ سال سے زائد نہ ہو سال اور میں درس نظامی کے ساتھ چھٹی کلاس کی اسکول کی کتابیں پڑھائی جائیں گی اور امتحان لیا جائے گا۔ مہتمم قاری عبدالحفیظ سے جلد سے جلد رابطہ

فرمائیں-\03212474636

SC orders payment of pensions, dues on retirement date

By Shujaat ali khan

karachi May 18 pension case of government shall be finalized well in advance of there retirement date,the Supreme court directed the accountant genral.Pakistan revenue,and the provicial chief secretaries and director gernal on thursday

If there is any delay in the funalization of pension cases of government servents or payment on dues to them or to there widows or orphaned childrens and the matter is brought to the notice of the court, the head of the department concerned shall also be held liable for contempt of court, an,SC bench, comprising chief justice Iftikhar Mohammed chaudhry and justice abdul hameed douger and syed saeed ashhad oberved in its order on the late professer Ghazi Khan Jakhrani,s case.

The 70 years old jamia milia professer and his 65 years old wife reportedly died of starvation in 2003 because of the inerdinate delay in payment of pension and in other dues. He was siad to have his developed cancer, but was unable to get himself treated for want of resources.There decomposed body were found in the deserted house 15 days after thier death.An inquiry was ordered by the sindh government, but it could not be completed till the court it self instituted a probe by the malir district and session judge in appril 2006.The Judge submitted his report on may 16.

The bench deplored that the government servants die in a miserbable conditions due to be delay in payment of pension and pensiory benifits after serving as a considerable period,durig which they give there blood and sweet to the department they work in.such lethagy and inaction are repugnent to article 9 and 14 of the constitution, which guarantees inviolability of human dignity and security of person.It also amounts to criminal neglegence and dereliction of duty. The bench said proof Jhakrani's was not an isolted case and government servants and their hiers face hurdled and dificulties in recovering there dues. it gave the official concerned two weeks to ensure compliance with its order.

Prof jakharani's dues shall be calculated and paid to his legal hiers with in six weeks.If there is no legal hier,the sindh chief secretary would deal with the unclaimed amount in accordance with the law. the chief secretary was also asked to comply with the observations made in the inquiry report submitted by the district and session judge,Malir and finalized proceeding against the official responsible with in six weeks ang report compliance to the Supreme court.Advocate,Haji M,Ismail Memon,who made an appreciable effort in agitating the case,would also be intimated of the action taken.The bench was earlier informed that principle MSK Lodhi of the jamia milia government degree college,who had been held mainly responsible for delay in payment of prof jakhrani's dues, has been suspended and was bieng proceeded against the removal from services(special power)ordinance.

Reproducing the relevant provision of the west pakistan civil servants pension rules,the bench said every government servant is to receive his pension on the date it becomes due the responsibility for initation and complition of pension paper is that of the head of department and office concerned proseeding should be initating one year before the government servant is due to retire so that pension may be sanctioned a month before the retierment is due.

According to the inquiry report,prof jakhrani's pension case was delayed becaude the inclusion of non gazited period of his service could not be taken up with the athorities well in time.The principle failed to complete his pension documents and send his provident fund papers to the competent athourity in time.The prof was partially to blame for the delay as he collected pension/GP fund papers for the sindh accountant-genral office's in june 2003 but did not submit them to the education department for the removel of objection by the AG's office.The inquiry named a number of AG's office and education department functionaries responsible for the delay.

The court was informed by sindh Accountant -general Zulfikar ali Qadri thar no case was pending in his office and a number of measures hs been taken for expeditious disposle of pension/GP fund disposle cases.(Dawn Metrop 19-05-2006)

طلبہ تین دن میں تعلیمی اداروں سے جھنڈے بینرز اور دفاتر ختم کر دیں بصورت دیگر انتظامیہ قانون کی مدد سے کاروائی کرے گی، یونیفارم اور شناختی کارڈ کے بغیر طلبہ تعلیمی اداروں میں داخل نہیں ہو سکیں گے

تعلیمی اداروں میں لائسنس یافتہ اسلحہ لیکر آنے کی بھی ممانعت ہوگی، وزیرداخلہ رؤف صدیقی کی صدارت میں اعلیٰ سطح کا اجلاس

کراچی (اسٹاف رپورٹر) صوبائی وزیرداخلہ رؤف صدیقی کی زیرصدارت صوبہ کے تعلیمی اداروں میں امن وامان کے حوالے سے ایک اہم اجلاس جمعرات کوان کے دفتر میں منعقد ہوا جن میں تمام یونیورسٹیز کے وائس چانسلرز جن میں وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی، وائس چانسلر این ای ڈی یونیورسٹی ابوالکلام، وائس چانسلر اردو یونیورسٹی پروفیسر اقبال محسن، وائس چانسلر ڈاؤ میڈیکل یونیورسٹی ڈاکٹر مسعود حمید خان، وائس چانسلر سرسید یونیورسٹی زیڈ اے نظامی، پرنسپل سندھ میڈیکل کالج پروفیسر طارق شرافت اللہ اور دیگر نمائندہ افسران کے علاوہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اعلیٰ افسران جن میں ڈی جی رینجرز میجر جنرل جاوید ضیاء، آئی جی سندھ جہانگیر مرزا، اسپیشل سیکریٹری ہوم رشید عالم، سی سی پی او کراچی نیاز احمد صدیقی، ایڈیشنل آئی جی اسپیشل برانچ فیاض علی خان، ڈی آئی جی آپریشنز مشتاق علی شاہ اور کراچی کے ٹاؤن پولیس آفیسرز نے شرکت کی۔ اجلاس میں وائس چانسلر نے تعلیمی اداروں میں پرامن تعلیمی عمل کے حوالے سے گفتگو کی اور کہا کہ بہترین تعلیمی ماحول کے فراہمی کیلئے اساتذہ، والدین طالب علموں اور حکومت کومل کر اقدام کرنے ہوں گے اور طالب علموں کو غیر تعلیمی سرگرمیوں سے محفوظ رکھنے کیلئے تعلیمی عمل کے ساتھ ہمیں ہم نصابی سرگرمیوں کو مؤثر اور سرگرم کرنا ہوگا تاکہ طالب علم اپنی صلاحیتوں کا ہم نصابی سرگرمیوں میں کھل کر اظہار کرسکیں۔ اجلاس میں تعلیمی اداروں میں بیرونی شرپسند عناصر کے داخلے کو روکنے کی ضرورت پر بھی زور دیا گیا۔ اجلاس میں طویل غور وخوض کے بعد متفقہ طور پر چند اہم فیصلے کئے گئے جن میں یہ طے کیا گیا کہ تمام تعلیمی اداروں میں تین دن کے اندر تمام تنظیمیں اپنے اپنے جھنڈے، پوسٹرز، بورڈز، کیمپس مخصوص بنچیں یا آفس وغیرہ اور دیگر تشہیری مواد کو ہر جگہ سے خود ختم کردیں گی۔ تین دن بعد اگر کسی تعلیمی ادارے میں اس طرح کا کوئی مواد پایا گیا تو ادارے کی انتظامیہ خود اس مواد کو ختم کردے گی اور اس سلسلے میں انتظامیہ کو پولیس اور رینجرز کی بھرپور معاونت حاصل ہوگی۔ تعلیمی ادارے میں یونیفارم اور متعلقہ ادارے کے شناختی

کارڈ کے بغیر کوئی طالب علم داخل نہیں ہو سکے گا، کسی تعلیمی ادارے میں لائسنس یافتہ اسلحہ لے کر بھی داخل ہونے کی بھی اجازت نہیں ہوگی اور خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف تادیبی کاروائی کی جائے گی۔ ہاسٹل میں طالب علموں کے علاوہ باہر سے آنے والا کوئی بھی شخص قیام نہیں کر سکے گا۔

تعلیمی ادارے کی انتظامیہ ادارے میں داخل ہونے کے راستوں سے داخلے کے وقت طالب علموں کو چیک کرے گی اور ان کی معاونت کیلئے پولیس یا رینجرز موجود رہے گی۔ کوئی بھی طالب علم تعلیمی عمل کو متاثر کرنے والی سرگرمیوں میں پایا گیا تو متعلقہ تعلیمی ادارے کا سربراہ، اساتذہ اور والدین کی مشاورت سے ایسے طالب علم کے ساتھ سخت تادیبی کاروائی کیجائے گی۔ اساتذہ والدین کے ساتھ متواتر اجلاس منعقد کر کے والدین کو ان کے بچوں کی سرگرمیوں کے بارے میں آگاہ کرتے رہیں گے اور بچوں کے بہتر مستقبل اور رہنمائی کے لئے مشاورت کے عمل کو جاری رکھیں گے۔ تعلیمی اداروں کے سربراہ اور منتظمین، اساتذہ، والدین اور طالب علموں پر مشتمل کمیٹیاں بنائیں گے یہ کمیٹیاں تعلیمی ادارے میں کسی ناخوشگوار سرگرمی یا واقعہ کی صورت میں فوری اقدامات کریں گی۔ تعلیمی اداروں میں کوڈ آف کنڈیکٹ پر سختی سے عملدرآمد کرایا جائے گا۔

اساتذہ تنظیموں پر پابندی مقاصد اور محرکات

تحریر: پروفیسر ہارون رشید

اعلیٰ حکومتی سطح پر بار بار یہ کہا جارہا ہے کہ حکومت بعض سرکاری شعبوں میں یونین سازی پر پابندی عائد کرنے کے بارے میں سنجیدگی سے سوچ رہی ہے جن میں محکمہ تعلیم سرفہرست ہے کہا جاتا ہے حکومت اس ضمن میں محکمہ قانون اور لیبر ڈویژن سے بھی مشورہ کر رہی ہے غالباً حکومت کے پیش نظر یونین سازی سے مراد ایک خالصتاً ٹریڈ یونین ازم ہے اور ہمارے معاشرے میں بدقسمتی سے ٹریڈ یونین ازم کو محض ہنگامہ خیزی اور دھونس و جبر سے جائز و ناجائز مطالبات منوانا سمجھا جاتا ہے کارکنوں اور عامل مزدوروں کے حقوق کے حصول کی یہ تحریک ڈیڑھ صدی پرانی اور انتہائی معتبر جاندار تحریک ہے ٹریڈ یونین ازم یا یونین سازی کا حق اقوام متحدہ کے بین الاقوامی منشور میں تسلیم کیا گیا ہے اور اسے اب انسانی بنیادی حق کی حیثیت حاصل ہے۔

کمیونزم، کیپٹلزم، سوشلزم اور جمہوریت ان تمام نظام ہائے سماج میں یونین سازی کو ایک لازمی حق کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ شکاگو میں خونی تحریک سے لیکر حسن ناصر کی موت تک ٹریڈ یونین ازم جبر واستبداد کے خلاف انسانی جدوجہد اور حصول حق کی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔

حکومت سندھ کے حالیہ ارادے اور منشاء سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اساتذہ تنظیموں پر پابندی عائد کردے گی اس کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ حکومت تعلیم کے موجودہ معیار اور تدریسی فرائض میں اساتذہ کے کردار سے نہ صرف غیر مطمئن ہے بلکہ اساتذہ تنظیموں کی مختلف سرگرمیوں کو غیر پیشہ ورانہ اور اساتذہ سے متوقع علمی فضیلت اور تدریسی اخلاقیات سے متجاوز اور متصادم سمجھتی ہے۔

حکومتی سطح پر ایسی بے شمار رپورٹس دستیاب ہیں جن میں اساتذہ کی تدریس میں عدم دلچسپی اداروں سے غائب رہنے کی شکایتیں، تدریسی اوقات میں منظم کوچنگ سینٹرز چلانے اور تادیبی کاروائیوں سے بچنے کیلئے سیاسی گروپس کی پشت پناہی حاصل کرنے کے ثبوت شامل ہیں۔ ایسے ناقابل تردید حقائق بھی موجود ہیں جو اساتذہ تنظیموں کے چند مخصوص رہنماؤں کے برسہابرس سے اعلیٰ عہدوں پر مسلسل جمے رہنے کو ظاہر کرتے ہیں۔ تنظیموں کے ایسے رہنماؤں کو سہل پسند اور تدریس سے دانستہ لاتعلق رہنے والے اساتذہ کی حمایت حاصل ہے۔ اس صورت حال سے تعلیمی اداروں بالخصوص لڑکوں کے اسکولوں اور کالجوں کا نظم ونسق بے قابو ہوکر رہ گیا ہے اور طلباء بھی اس صورت حال سے عاجز ہیں۔

تعلیمی اداروں میں تدریس کا دورانیہ مسلسل گھٹ رہا ہے صرف کراچی میں جہاں 132 سرکاری اور 100 پرائیوٹ کالجز تقریباً 80 ہزار طلبہ سال اول کی مختلف فیکلٹیز میں داخلے لیتے ہیں ان کی پڑھائی کا دورانیہ اوسطاً محض 3 گھنٹے ہے۔ جبکہ کوچنگ سینٹرز طلباء وطالبات سے بھرے رہتے ہیں اور یہ سینٹرز سرجاری کالجوں اور اسکولوں کے اساتذہ کی یاتو ملکیت ہیں یا ان کی زیر نگرانی چلتے ہیں۔

دوسری جانب سرجاری سطح پر حکومتی تعلیمی بجٹ صرف 2.2 فیصد ہے اور اس مختصر بجٹ کا بڑا حصہ اساتذہ اور غیر تدریسی عملے کی تنخواہوں کی نذر ہوجاتا ہے۔ یونیورسٹی سطح پر غیر تعلیمی اخراجات 25 فیصد ہیں جبکہ ان اعلیٰ اداروں کے یوٹیلٹی بلز 8 فیصد ہیں۔ تعلیمی سرگرمیاں 15 فیصد اور سائنسی تحقیق کی سرگرمیاں محض 1.7 فیصد ہیں کالجوں اور اسکولوں کی سطح پر یہ اعداد وشمار خطرناک حد تک کم

ہیں تعلیمی ادارے کا انفرا اسٹکچر پہلے ہی بے حد کمزور ہے حکومت اساتذہ کے بڑھتے ہوئے مطالبات سالانہ انکریمنٹ اگلے گریڈز میں ترقیوں کے مسائل کی زد میں ہے اس مسئلے کے افسر شاہی نے دو حل تجویز کیے ہیں اول یہ کہ آئندہ اساتذہ مستقل بنیاد پر ملازمت میں نہ رکھے جائیں بلکہ انہیں کنٹریکٹ کی بنیاد پر رکھا جائے دوسرا حل یہ کہ اساتذہ تنظیموں پر پابندی لگادی جائے تاکہ اساتذہ کے آئے دن مطالبات سے نجات مل جائے۔

اساتذہ طلباء اور تعلیمی اداروں کی بگڑتی صورتحال کے باوجود یہ پابندی اور آپریشن تعلیم کے پیچیدہ مسئلے کا حل نہیں ہے اپنے طویل پیشہ ورانہ تجربے پر راقم کی یہ رائے ہے کہ محکمہ تعلیم اور حکومت سندھ کی یہ سوچ مسئلے کو حل کرنے کے بجائے مزید بگاڑ دے گی۔ حکومتی ادارے سے اکتاہٹ، جھنجھلاہٹ اور ناکامی ظاہر ہوتی ہے۔ اساتذہ تنظیموں پر پابندی کیلئے حکومت ایک نیا قانون بھی وضع کرنا چاہتی ہے۔ لیبر ڈویژن سے رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حکومت آجر اور اجیر کے درمیان موجودہ توازن میں آجر یعنی employer کو مزید اختیارات دینا چاہتی ہے، جس میں اسے hire سے زیادہ fire کرنے کی نیت کارفرما ہے، ایسے سخت گیر قوانین ترتیب دینا اور ان کا اطلاق محکمہ تعلیم پر کرنا ہرگز مثبت نہ ہوگا۔ پہلے حکومت محکمہ تعلیم میں موجود نااہل افسران کا جائزہ لے سندھ سیکرٹریٹ، اسکولز ڈائریکٹریٹ، سیکینڈری اور انٹر بورڈ میں روز افزوں کرپشن سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ 60 سال سے متجاوز عمر کی سفارشی تقرریوں اور کم گریڈ کے افسران کے اعلیٰ گریڈ پر کام کرنے کی ایک طویل فہرست ہے جو ہر جائز و ناجائز کام کررہے ہیں اور افسران بالا کی ہاں میں ہاں ملارہے ہیں۔ کڑوڑوں روپے کے غبن کی خبریں اب ڈھکی چھپی نہیں مختلف قصبوں اور شہروں کی اسکولز مینجمنٹ کمیٹی SMC کی کارکردگی اور غبن کی رپورٹس سامنے ہیں ہزاروں گھوسٹ اسکولوں کے بل پاس ہورہے ہیں گھوسٹ اساتذہ کی تنخواہیں ادا ہورہی ہیں اور سینکڑوں گھوسٹ تنخواہوں کی آڑ میں حکومتی عملہ عیش کررہا ہے تعلیم کا 2.2 فیصد بجٹ بھی مکمل طور پر اسکیموں پر خرچ نہیں ہورہا۔ تعلیم کو صوبائی اور شہری حکومتوں کے درمیان تقسیم کرنے اور چلانے کا منصوبہ ناکام ہوچکا ہے اور اب شائد پانچ سال کے تجربے کے بعد پرائمری سے لے کر کالجوں کی تعلیم دوبارہ صوبائی حکومتوں کے حوالے کی جارہی ہے۔

حکومت تعلیم کے ضمن میں آئے دن نت نئے فیصلے کررہی ہے روزانہ ایک نیا سرکلر جاری کرنے

سے تعلیمی معیار میں بہتری نہیں آئے گی اپنے اقدامات کو صحیح ثابت کرنے کیلئے تعلیمی کانفرنسز کی جارہی ہیں۔ ان کے شرکاء حکومتی اعلیٰ افسران یا ان کے چند ہم نوا ماہرین تعلیم ہوتے ہیں۔ حکومت کی یہ پالیسی خوف کی علامت ہے اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ محکمہ تعلیم بے لاگ تبصرہ برداشت نہیں کرسکتا ہے۔ محض اپنے افسران کی رپورٹس پر اکتفا کرنے سے بات نہیں بنے گی اگر اساتذہ تنظیموں کو نظر انداز کر بھی دیا جائے تو بھی ہمارے معاشرے میں ایسے مبصرین اور دانشور موجود ہیں جنہیں حکومت نظر انداز نہیں کرسکتی۔ نصاب میں تبدیلی، تعلیمی سیشن کو آگے بڑھا دینے کو سے مدارس کو مرکزی دھارے میں شامل کرنے اور انگریزی زبان کو پہلی کلاس سے لازمی قرار دینے سے تعلیمی معیار میں کوئی بہتری پیدا نہیں ہوگی۔ اگر حکومت سماج اور معاشرے میں ایک جمہوری کلچر کو عام کرنے کی دعویدار ہے تو اسے تعلیم کو اس مقصد کے حصول کی تربیت اور تجربہ گاہ کے طور پر استعمال کرنا ہوگا تعلیمی شعور کی گھٹی میں آزادی فکر و اور آزادی رائے شامل ہے قیام پاکستان سے قبل قائداعظم نے طلباء علی گڑھ یونیورسٹی میں جمہوری کلچر پروان چڑھانے کیلئے کام کیا تھا اب بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ جمہوری سیاسی کلچر عام کیا جائے جس میں تحمل ادائیگی فرض کی ذمہ داری اور طلب حق کی رواداری موجود ہو، افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ حکومت کے اقدامات غیر حقیقت پسندانہ ہیں۔

20 برس سے طلباء انجمنوں پر پابندی عائد ہے تمام بڑے تعلیمی اداروں میں رینجرز اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکاروں پر تعینات ہیں طلباء کی تین نسلوں کو عملی طور پر اپنی سرگرمیوں میں براہ راست نمائندگی کا تجربہ نہیں ہے۔ ریاست اور حکومت نے 18 سال کی عمر کے نوجوانوں کو تمام سیاسی و بلدیاتی انتخابات میں ووٹ ڈالنے کا حق دے دیا ہے مگر علمی زندگی میں انہیں اس حس سے محروم رکھا ہے اور اب اساتذہ تنظیموں پر پابندی سے معاشرے میں جبر اور استبداد کی مزید کیفیت پیدا ہوگی سوچ اور فکر کے دھاروں کو نہ تو بدلا جاسکتا ہے اور نہ ختم کیا جا سکتا ہے اختلاف رائے اور تنازع کسی قسم کا ہو افہام تفہیم کی ہر وقت گنجائش رہتی ہے اساتذہ تنظیموں کے دائرہ کار اور طریقہ کار میں اصلاع کی ضرورت ہے اساتذہ تنظیموں اور ٹریڈ یونین کے درمیان یقیناً ایک واضح حد فاصل ہونی چاہئے اساتذہ برادری کو یہ حقیقت قبول کرلینی چاہئے ان کی کارکردگی پر معاشرے کی نظر میں طلبہ کی سرپرست تعلیمی اداروں میں ان کی عدم دلچسپی کمرشل ذہنیت اور کوچنگ سینٹرز کی

سرپرستی کا ذمہ دار سمجھتے ہیں۔ 1972 میں بھٹو دور حکومت سے قبل نجی تحویل میں چلنے والے اداروں کے اساتذہ کی انجمن نے تعلیمی اداروں کی نیشنلائزیشن کے منشور کی حمایت اس لئے کی تھی کہ نجی تعلیمی اداروں کے حالات نہ گفتہ بہ تھے اور مالکان کی چیرہ دستیاں انتہا کو پہنچ چکی تھیں اس زمانے میں سرکاری تعلیمی ادارے برائے نام تھے اور ان کی انجمن سندھ لیکچرز ایسوسی ایشن تھی بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ نیشنلائزیشن کا بھرپور فائدہ سرکاری ملازمت میں نئے آنے والے اساتذہ کو ہوا۔ سندھ لیکچرز ایسوسی ایشن نئی ایسوسی ایشن میں تبدیل ہوگئی نیشنلائزڈ کیڈر کے اساتذہ بقدر کم ہوتے گئے اور سرکاری کیڈر کی تعداد کم ہوتی گئی شہری اور دیہی ایسوسی ایشن کو دو گروپس میں تقسیم کیا تعلیمی مسائل کے ساتھ سیاسی مسائل قوم پرستی کے جذبات اور لسانی آمیزش بھی شہری اور دیہی علاقوں کی سطح پر اساتذہ تنظیموں کو متاثر کیا عام اکیڈمک لیڈر شپ کنارہ کش ہوتی گئی۔ بالآخر ہر سال ایک جیسے شہروں پر مشتمل مستقل لیڈر شپ نے ٹریڈ یونین کا روپ دھار لیا۔ تعلیمی منظور میں مالی منفعت ترقیوں اور تبادلوں کی بھرمار ہوگئی اساتذہ کی خود احتسابی جیسے اہم مسائل پر کبھی توجہ نہیں دی گئی اس کے برعکس بورڈز اور یونیورسٹی کے امتحانی کاموں رپ لیڈر شپ کے حامی اساتذہ کی تعینات، مخالف وائس چانسلرز اور ڈائریکٹرز اور سیکریٹری تعلیم کی برطرفی کے مطالبات کے ساتھ قومی سطح کے سیاسی مطالبات کی نعروں کی گونج اساتذہ کی جنرل باڈی اجلاس میں سنائی دینے لگی۔ نیشنلائزڈ کیڈر اساتذہ کی لیڈر شپ بھی رسوخ اور علمی قابلیت کے زور پر وزارتوں سیکریٹری شپ اور گریڈ 20 کے عہدوں تک جا پہنچی۔ خیال ہے کہ 2010ء تک نیشنلائزڈ کیڈر کا آخری استاد ریٹائر ہونے پر کیڈر ختم ہو جائے گا اور باقی ماندہ سینئر اساتذہ کو گریڈ 20 نہیں مل سکے گا اس لئے کہ آخری لیڈر شپ اپنی ترقیاں حاصل کرنے کے بعد ترقیوں کے طے شدہ منصوبے سے بیک آؤٹ کر گئی۔ سرکاری کیڈر کی تمام انجمنیں عہدیداروں کی حد تک چند مخصوص ناموں تک محدود ہو کر رہ گئی ہیں۔ محکمہ تعلیم اور نوکر شاہی ان تنظیموں کی کمزوری کو خوب سمجھتی ہے۔ اساتذہ تنظیموں پر پابندی کی حالیہ وارننگ کا پانسہ حالات اور مسائل کا بغور جائزہ لینے کے بعد پھینکا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ حکومت اساتذہ کی بڑی قوت کو جو بظاہر منتشر اور تقسیم دکھائی دیتی ہے فی الوقت قانون کے دائرے میں محدود کر لے مگر ایسا کوئی قدم ہرگز دیرپا اور سودمند نہ ہوگا۔

تمام پالیسی ساز اداروں اور افراد کو 1980 میں اساتذہ کی ملک گیر تحریک کا ادراک کرنا چاہئے یہ

تحریک جنرل ضیاء الحق کے دور میں تعلیمی اداروں کو ڈی نیشنلائیزڈ ہونے سے بچانے کے لئے شروع کی گئی تھی ادارے تو اس وقت ڈڈی نیشنلائیزڈ نہیں ہوئے مگر چاروں صوبوں کے پرائمری سے یونیورسٹی تک کے اساتذہ آئندہ 25 برس تک متحد ضرور ہو گئے۔

ہوسکتا ہے نوکر شاہی کا کوئی غیر دانشمندانہ اقدام تمام کیڈر کے اساتذہ کو ایک بار پھر متحد کر دے۔

(روزنامہ جنگ کراچی اتوار 30 اپریل 2006ء)

وفاق سے منسلک دینی مدارس کے طلباء وطالبات کے لئے خوشخبری

وفاقی اردو یونیورسٹی شعبہ عربی سے بی وایم اے کیجیے

وفاقی اردو یونیورسٹی عبدالحق کیمپس (متصل سول ہسپتال۔ اسٹاپ جامعہ کلاتھ اردو بازار) کے موجودہ قائم مقام وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر سید کمال الدین صاحب کی سرپرستی میں شعبہ عربی میں نومبر کے آخر میں داخلوں کا سلسلہ شروع کیا جائے گا خواہش مند طلباء وطالبات شھادۃ العالیۃ اور شھادۃ العالمیۃ کی بنیاد پر بی اے اور ایم اے میں داخلے کیلئے ڈاکٹر قاری بدرالدین صدر شعبہ عربی سے 03002377631 فوری رابطہ کریں

خصوصی ضمیمہ اول

قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج کیلئے چیف ایڈیٹر کا پرنسپل کیلئے انتخاب

قارئین یہ جان کر مسرت محسوس کریں گے کہ علوم اسلامیہ انٹرنیشنل کے چیف ایڈیٹر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی کو جو پندرہ سال سے قائد ملت کالج میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ سابق پروفیسر سعید الرحمٰن صاحب کو ہارٹ اٹیک ہونے کے سبب انچارج پرنسپل کی حیثیت سے فرائض انجام دینے لگے تھے اب مستقل پرنسپل بنانے کی سفارش پر عمل درآمد نہ ہونے کی صورت میں ہائی اتھارٹیز نے موصوف کو مستقل پرنسپل بنا دیا۔ جس پر کالج پرنسپل، اساتذہ علوم اسلامیہ دیگر اہل علم حضرات اور قائد ملت کے ملازمین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی بے شمار حضرات نے بالمشافہ اور بذریعہ فون وخط اس پر خوشی کا اظہار کیا ہے اور ہائی اتھارٹیز کے فیصلہ کو خوش آئند قرار دیا ہے اس سلسلہ میں پچھلے چند ایام میں جو خطوط آئے ہیں یا اخبارات میں خبریں شائع ہوئی ہیں اسے اس مجلّہ کا ضمیمہ بنا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے

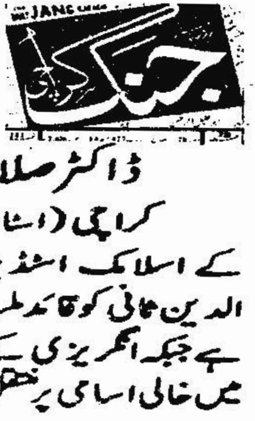

JANG

جنگ کراچی

ڈاکٹر صلاح الدین ثانی پرنسپل مقرر

کراچی (اسٹاف رپورٹر) صوبائی حکومت نے گریڈ 19 کے اسلامک اسٹڈیز کے ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی کو قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج کا پرنسپل مقرر کر دیا ہے جبکہ انگریزی کے اسسٹنٹ پروفیسر سعید الرحمٰن کو اسی کالج میں خالی اسامی پر منتقل کر دیا ہے۔

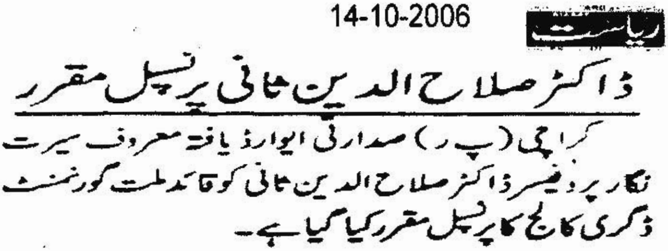

ریاست

14-10-2006

ڈاکٹر صلاح الدین ثانی پرنسپل مقرر

کراچی (پ ر) صدارتی ایوارڈ یافتہ معروف سیرت نگار پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی کو قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج کا پرنسپل مقرر کیا گیا ہے۔

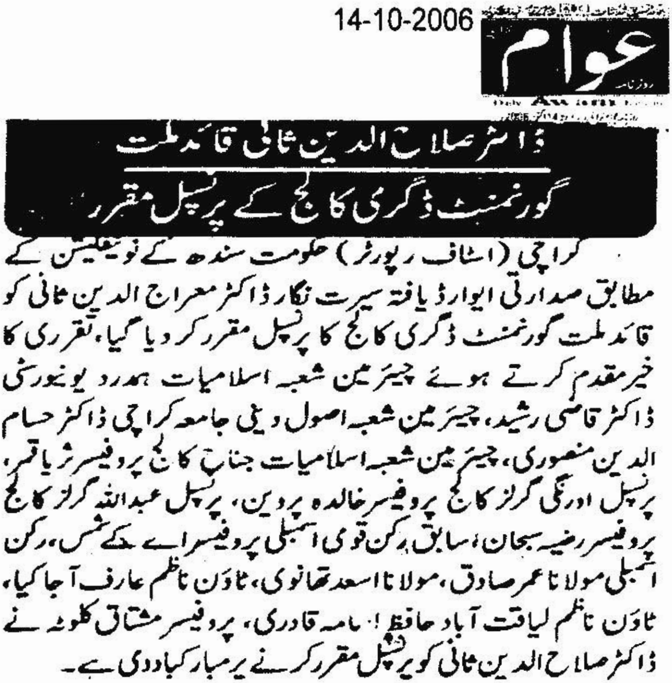

14-10-2006

روزنامہ عوام

ڈاکٹر صلاح الدین ثانی قائد ملت
گورنمنٹ ڈگری کالج کے پرنسپل مقرر

کراچی (اسٹاف رپورٹر) حکومت سندھ کے نوٹیفکیشن کے مطابق صدارتی ایوارڈ یافتہ سیرت نگار ڈاکٹر معراج الدین ثانی کو قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج کا پرنسپل مقرر کر دیا گیا، تقرری کا خیر مقدم کرتے ہوئے چیئرمین شعبہ اسلامیات ہمدرد یونیورسٹی ڈاکٹر قاسمی رشید، چیئرمین شعبہ اصول دینی جامعہ کراچی ڈاکٹر حسام الدین منصوری، چیئرمین شعبہ اسلامیات جناح کالج پروفیسر ثریا قمر، پرنسپل اورنگی گرلز کالج پروفیسر خالدہ پروین، پرنسپل عبداللہ گرلز کالج پروفیسر رضیہ سبحان، سابق رکن قومی اسمبلی پروفیسر اے کے شمس، رکن اسمبلی مولانا عمر صادق، مولانا اسعد تھانوی، ٹاؤن ناظم عارف آجاکیا، ٹاؤن ناظم لیاقت آباد حافظ اسامہ قادری، پروفیسر مشتاق کلوڑہ نے ڈاکٹر صلاح الدین ثانی کو پرنسپل مقرر کرنے پر مبارکباد دی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر وسیم الدین صاحب صدر شعبہ انٹرنیشنل ریلیشنز افیئرز
وفاقی اردو یونیورسٹی (عبدالحق کیمپس)

۱۶/۱/اکتوبر ۲۰۰۶ء

محترم پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی صاحب
پرنسپل قائد ملت کالج، کراچی

السلام علیکم

خراج گرامی! میری جانب سے دوعدد مبارکباد قبول فرمایئے۔ اول رمضان المبارک کے آخری عشرے کی دوئم کالج کا پرنسپل بننے کی۔

اللہ آپ کو دین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے۔ آمین

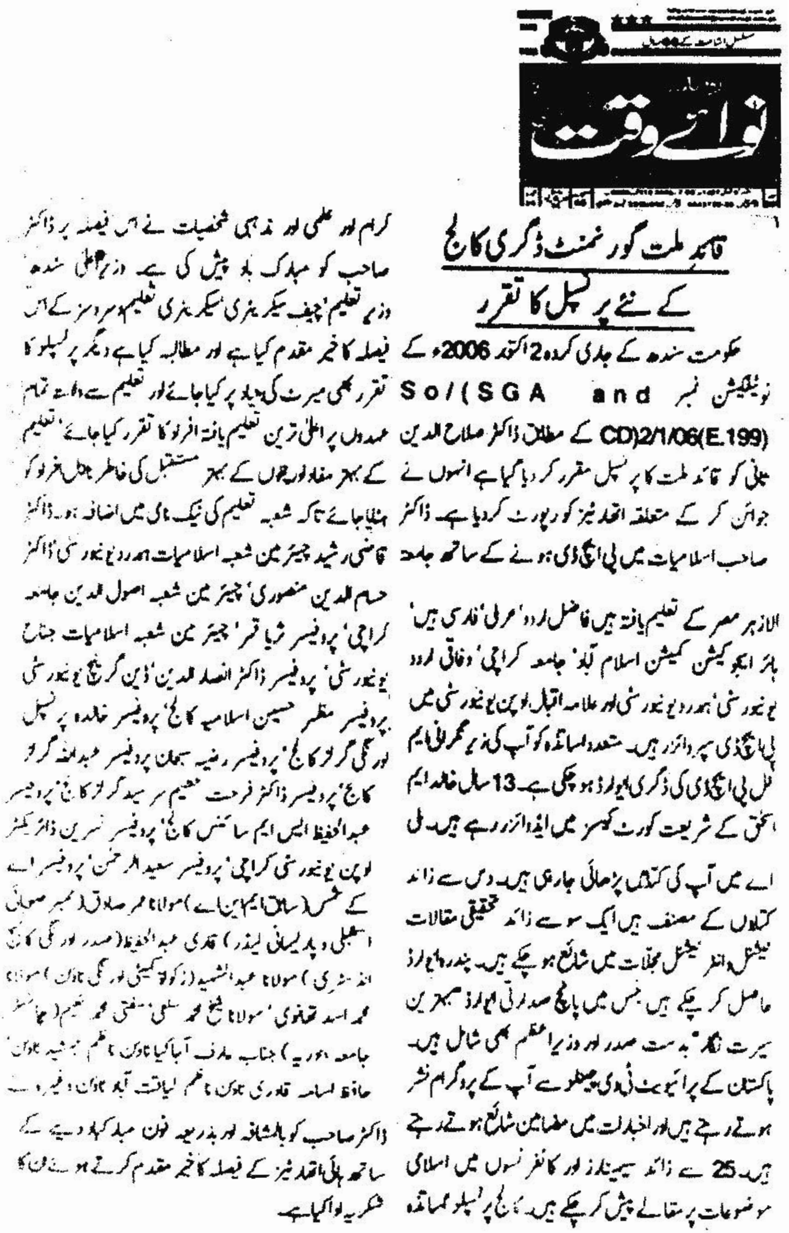

نوائے وقت

قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج کے نئے پرنسپل کا تقرر

حکومت سندھ کے جاری کردہ 2 اکتوبر 2006ء کے نوٹیفکیشن نمبر So/(SGA and CD)2/1/06(E.199) کے مطابق ڈاکٹر صلاح الدین ثانی کو قائد ملت کا پرنسپل مقرر کر دیا گیا ہے انہوں نے جوائن کر کے متعلقہ اتھارٹیز کو رپورٹ کر دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اسلامیات میں پی ایچ ڈی ہونے کے ساتھ جامعہ الازہر مصر کے تعلیم یافتہ ہیں فاضل اردو، عربی، فارسی ہیں، ہائر ایجوکیشن کمیشن اسلام آباد، جامعہ کراچی، وفاقی اردو یونیورسٹی، ہمدرد یونیورسٹی اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی سپروائزر ہیں۔ متعدد اساتذہ کو آپ کی زیر نگرانی ایم فل پی ایچ ڈی کی ڈگری ایوارڈ ہو چکی ہے۔ 13 سال [illegible] الحق کے شریعت کورٹ کیسز میں ایڈوائزر رہے ہیں۔ بی اے میں آپ کی کتابیں پڑھائی جارہی ہیں۔ دس سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں ایک سو سے زائد تحقیقی مقالات نیشنل و انٹرنیشنل مجلات میں شائع ہو چکے ہیں۔ پندرہ ایوارڈز حاصل کر چکے ہیں جس میں پانچ صدارتی ایوارڈ بہترین سیرت نگار بدست صدر اور وزیر اعظم بھی شامل ہیں۔ پاکستان کے پرائیویٹ ٹی وی چینلز سے آپ کے پروگرام نشر ہوتے رہتے ہیں اور اخبارات میں مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ 25 سے زائد سیمینارز اور کانفرنسوں میں اسلامی موضوعات پر مقالے پیش کر چکے ہیں۔ کالج پرنسپلز، اساتذہ کرام اور علمی اور مذہبی شخصیات نے اس فیصلہ پر ڈاکٹر صاحب کو مبارکباد پیش کی ہے۔ وزیر اعلیٰ سندھ وزیر تعلیم، چیف سیکریٹری، سیکریٹری تعلیم و سروسز کے اس فیصلہ کا خیر مقدم کیا ہے اور مطالبہ کیا ہے دیگر پرنسپلز کا تقرر بھی میرٹ کی بنیاد پر کیا جائے اور تعلیم سے وابستہ تمام عہدوں پر اعلیٰ ترین تعلیم یافتہ افراد کا تقرر کیا جائے، تعلیم کے بہتر مفاد اور بچوں کے بہتر مستقبل کی خاطر جاہل افراد کو ہٹایا جائے تاکہ شعبہ تعلیم کی نیک نامی میں اضافہ ہو۔ ڈاکٹر قاضی رشید چیئرمین شعبہ اسلامیات ہمدرد یونیورسٹی، ڈاکٹر حسام الدین منصوری، چیئرمین شعبہ اصول الدین جامعہ کراچی، پروفیسر ثریا قمر، چیئرمین شعبہ اسلامیات جناح یونیورسٹی، پروفیسر ڈاکٹر اسعد الدین، ڈین گرینچ یونیورسٹی، پروفیسر مظہر حسین اسلامیہ کالج، پروفیسر خالدہ پرنسپل اورنگی گرلز کالج، پروفیسر رضیہ سبحان پروفیسر عبداللہ گرلز کالج، پروفیسر ڈاکٹر فرحت عظیم سرسید گرلز کالج، پروفیسر عبدالحفیظ ایس ایم سائنس کالج، پروفیسر نسرین ڈائریکٹر اوپن یونیورسٹی کراچی، پروفیسر سعید الرحمن، پروفیسر اے کے شمس (سابق ایم این اے) مولانا عمر صادق (ممبر صوبائی اسمبلی و پارلیمانی لیڈر) قاری عبدالحفیظ (صدر اورنگی کاٹیج انڈسٹری) مولانا عبدالرشید (زکوٰۃ کمیٹی اورنگی ٹاؤن) مولانا محمد اسعد تھانوی، مولانا شیخ محمد سلیم، مفتی محمد نعیم (جامعہ بنوریہ) جناب عارف آباکیا ٹاؤن ناظم جمشید ٹاؤن، حافظ اسامہ قادری ٹاؤن ناظم لیاقت آباد ٹاؤن وغیرہ نے

ڈاکٹر صاحب کو بالمشافہ اور بذریعہ فون مبارکباد دینے کے ساتھ ہائی اتھارٹیز کے فیصلہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا ہے۔

14-10-2006

خبریں
Daily KHABRAIN

پرنسپل قائد ملت ڈگری کالج تبدیل، نئی تقرری میرٹ پر کی گئی

گریڈ 18 [illegible] مقرر کر دیا گیا

شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے پروفیسر صلاح الدین ثانی چیف سیکریٹری سندھ کے حکم پر نئے پرنسپل مقرر

کراچی (تعلیمی رپورٹر) پرنسپل قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج کراچی سعید الرحمن خان کو پرنسپل کے عہدے سے ہٹا کر قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج میں ہی شعبہ انگریزی کا اسسٹنٹ پروفیسر تعینات کر دیا گیا ہے۔ چیف سیکریٹری سندھ کے دفتر سے جاری کردہ لیٹر نمبر SO1 (SGA&CD) - 2/1/06 (E-199) کے مطابق قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی کو نیا پرنسپل تعینات کیا گیا ہے۔ ذرائع کے مطابق پرنسپل سعید الرحمن خان کو قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے گریڈ 19 کے پرنسپل عہدے پر تعینات کیا گیا تھا جبکہ ڈاکٹر صلاح الدین ثانی گریڈ 19 کے بجائے گریڈ 18 کے عہدے پر تعینات تھے جس کا نوٹس لیتے ہوئے چیف سیکریٹری سندھ نے تبادلے و تقرری کے احکامات جاری کیے۔

JINNAH UNIVERSITY FOR WOMEN
5-C, NAZIMABAD, KARACHI-74600 Tel: 6619902, 6620857-59, 6620615
Fax: 6620614 E-mail: info@juw.edu.pk http://www.juw.edu.pk

Ref No: ____________ Date: 21/10/06

مکرمی و محترمی!
برادرم ڈاکٹر صلاح الدین ثانی صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ عرصہ ہوا آپ سے ملاقات نہیں ہوئی لیکن بعد ازاں اخبار والوں کا شکریہ کہ ذریعے سے آپ کی بابت یہ جان کر از حد مسرت ہوئی کہ آپکی خدمات کی روشنی میں مزید انعام ہو چکا ہے اور آپ ماشاءاللہ اب پرنسپل کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر قدم پر آپ کا حامی و ناصر ہو اور وظیفے کی ادائیگی میں آپ کی رہنمائی فرمائے۔

والسلام
خیراندیش

CHAIRPERSON
Department of Islamic Learning
Jinnah University for Women
5-C, Nazimabad, Karachi

DIHE
Dadabhoy Institute
Of Higher Education

از طرف ۔ پروفیسر، ڈاکٹر ایچ ۔ آر ۔ احمد ہاشمی

۱۹ اکتوبر ۲۰۰۹ء

محترم جناب پروفیسر، ڈاکٹر صلاح الدین ثانی ۔ حفظہ اللہ تعالیٰ
پرنسپل قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج ۔ کراچی

السلام علیکم

مزاج شریف،
نہایت مسرت کے ساتھ ہم دل کی گہرائیوں سے ہم آپ کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ترقی عطا کر کے اوج کمال تک پہنچائیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج کے مستقل پرنسپل کے لئے محکمہ تعلیم کی اعلیٰ انتظامیہ نے آپ کا انتخاب و تقرر کر کے نہ صرف ایک صاحب علم کی قدر دانی کی ہے بلکہ کالج اساتذہ، اسٹاف، طلباء اور والدین کیلئے اطمینان، فخر اور خوشی کا سامان بھی کردیا ہے۔

ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ محکمہ تعلیم نے اپنے اس انتخاب اور آپکے تقرر سے نہ صرف آپکو ایک بڑے کام کے لئے موقع فراہم کیا ہے، اسلئے ہم آپ سے امید کرتے ہیں، کہ آپ اپنی خداداد اعلیٰ صلاحتیں استعمال کرتے ہوئے عمدہ کارکردگی سے ثابت کر دکھائیں گے کہ آپ کو اس سے بڑی ذمہ داری بھی سونپی جائے تو آپ اسے بھی احسن طریقے سے نبھانے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سی امتیازی صفات عطا کی ہیں جیسے علم کے نور سے نوازا ہے، بردباری اور جوانی سے مزین کیا ہے، عقلمندی اور اعلیٰ اخلاق سے آراستہ کیا ہے۔ اب آپ ان صلاحیتوں سے اپنی قوم اور ملک کو فائدہ پہنچائیں۔ تاکہ آپ کے یہ علمی کارنامے قابل فخر اور یادگار بن جائیں۔ ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ آپ جن نیک جذبات کے ساتھ علمی خدمات انجام دے رہے ہیں، انہیں انشاء اللہ تعالیٰ عالمی سطح پر ایک دن ضرور پذیرائی ملے گی۔ اس سے پاکستانی قوم آپکو عزت کی نگاہ سے دیکھے گی اور آپ کی ان علمی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھتے ہوئے خراج تحسین بھی پیش کرتی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ آپ کے حامی و ناصر ہوں۔ آمین

مع سلام
آپکا خیر اندیش

ڈاکٹر ایچ آر احمد ہاشمی

SNPA-17/B, Block 3, K.C.H.S. Union Ltd. Behind Hill Park General Hospital, Off Shaheed-e-Millat Road, Karachi
UAN: 111-02-03-04, Fax: 4389147 URL: www.dadabhoy.edu.pk

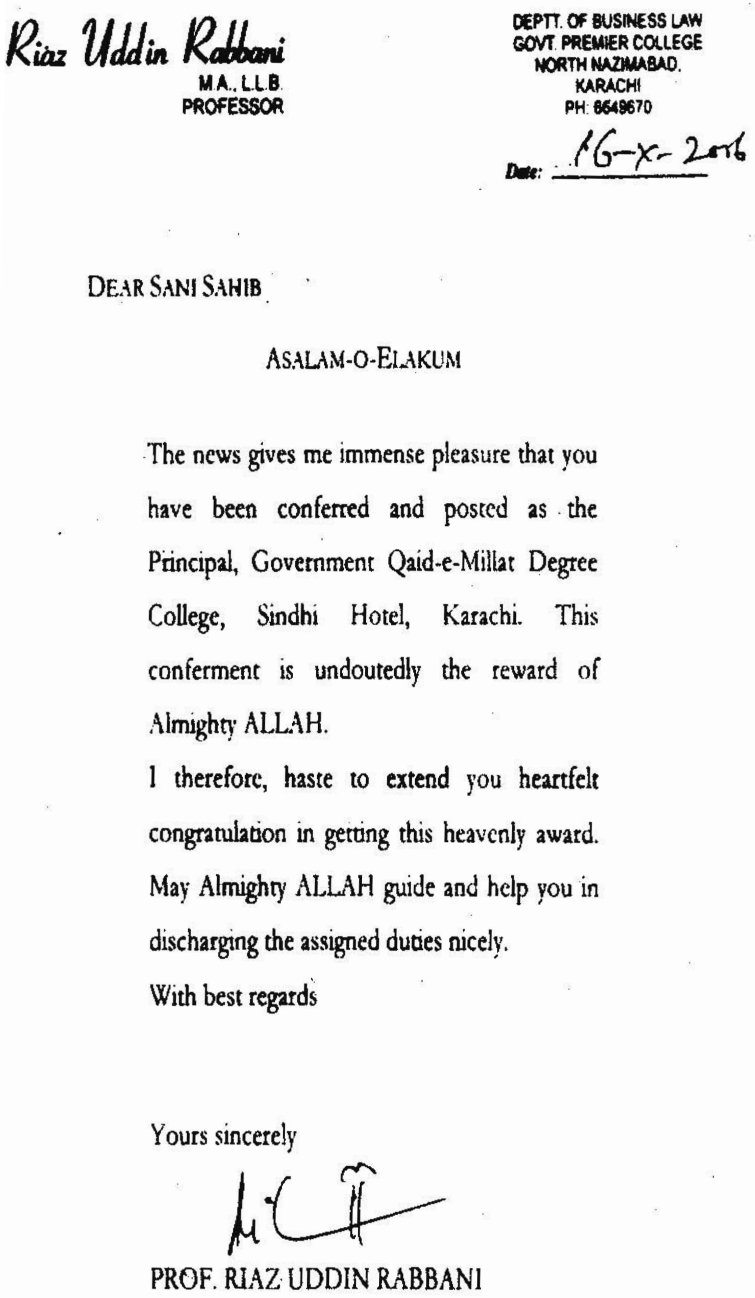

Riaz Uddin Rabbani
M.A., L.L.B.
PROFESSOR

DEPTT. OF BUSINESS LAW
GOVT. PREMIER COLLEGE
NORTH NAZIMABAD.
KARACHI
PH: 6649670

Date: 16-X-2016

DEAR SANI SAHIB

ASALAM-O-ELAKUM

The news gives me immense pleasure that you have been conferred and posted as the Principal, Government Qaid-e-Millat Degree College, Sindhi Hotel, Karachi. This conferment is undoutedly the reward of Almighty ALLAH.

I therefore, haste to extend you heartfelt congratulation in getting this heavenly award. May Almighty ALLAH guide and help you in discharging the assigned duties nicely.

With best regards

Yours sincerely

PROF. RIAZ UDDIN RABBANI

(روفیسر ڈاکٹر محمد بلال ممبر مجلس ادارت)

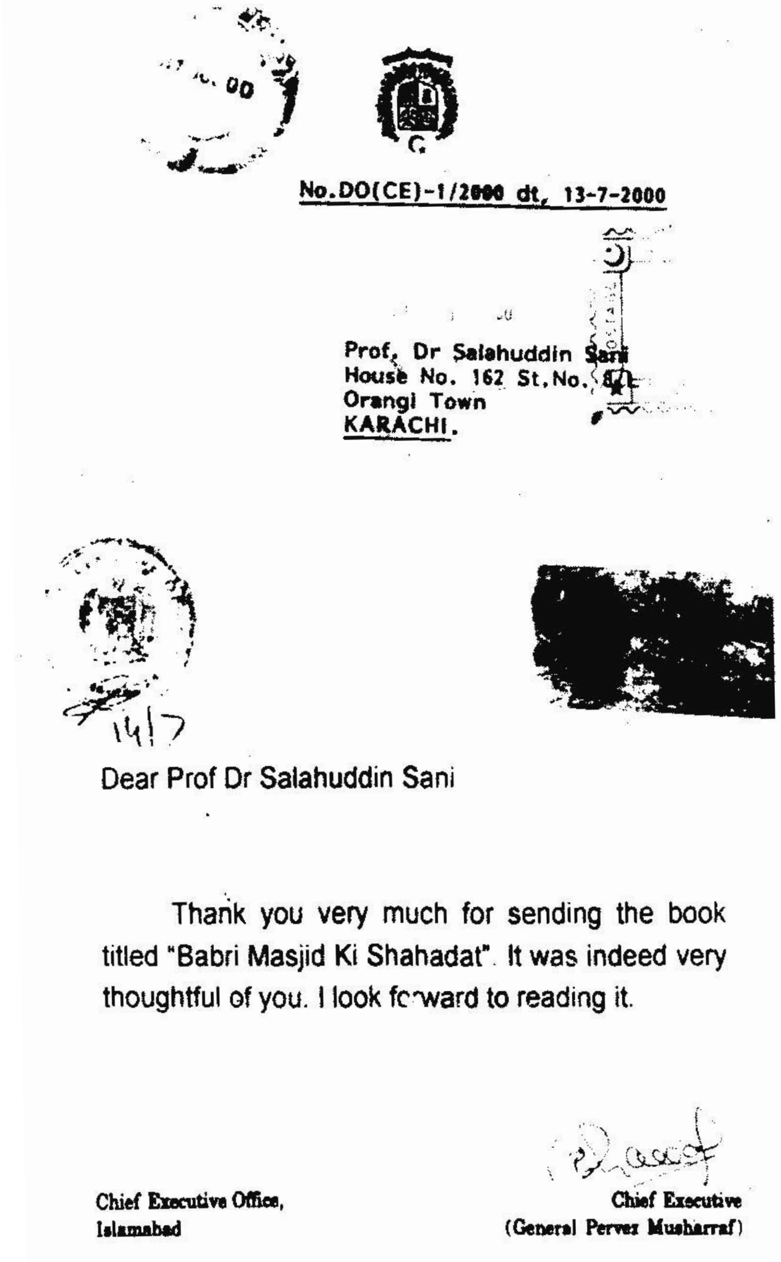

No.DO(CE)-1/2000 dt, 13-7-2000

Prof, Dr Salahuddin Sani
House No. 162 St.No. 8/L
Orangi Town
KARACHI.

[redacted]

14/7

Dear Prof Dr Salahuddin Sani

Thank you very much for sending the book titled "Babri Masjid Ki Shahadat". It was indeed very thoughtful of you. I look forward to reading it.

Chief Executive Office,
Islamabad

Chief Executive
(General Pervez Musharraf)

خصوصی ضمیمہ دوم

عبداللہ گورنمنٹ گرلز کالج میں ایم اے اسلامیات کا آغاز و تکمیل سال اول اور سیمینار ۲۰۰۶ء بعنوان ''استقبال رمضان''

رپورٹ : عرشین امام۔ طالبہ ایم اے اسلامیات (سال اول)
عبداللہ گورنمنٹ گرلز کالج کراچی

عبداللہ گرلز کالج برائے خواتین کراچی کا معروف ترین گرلز کالج ہے جہاں سے ہر سال کئی ہزار بچیاں مختلف علوم وفنون میں انٹر بی اے کی سطح پر تعلیم حاصل کر کے ملک وملت کی خدمات انجام دے رہی ہیں۔ یہاں تعلیم کے ساتھ تربیت اور ہم نصابی سرگرمیوں پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ موجودہ پرنسپل پروفیسر رضیہ سبحان صاحبہ جو کہ انتہائی علم پرور، ادیب، شاعرہ محنتی وملنسار خاتون ہیں۔ بقول خود

یوں تو گلشن میں ہزاروں پھول کھلتے ہیں مگر چند ہی ان میں سے ہوتے ہیں چمن کا افتخار
اور ان میں سے بھی بس ایک پھول پاتا ہے مقام اس قدر اعلیٰ کہ جس پر ناز کرتی ہے بہار

آپ کی ذاتی کوششوں اور کاوشوں کی بدولت دیگر کالجز کے مقابلے میں اس کالج کو یہ خصوصی اعزاز حاصل ہوا ہے کہ کہ گریجویٹ سے پوسٹ گریجویٹ ہوگیا ہے یعنی ایم اے کی کلاسز کا پہلا سال مکمل ہونے والا ہے۔ فی الحال دو سبجکٹ میں ایم اے کرایا جارہا ہے۔

ا۔ ایم اے اسلامیات (سال اول، دوم)
۲۔ ایم اے اسلامیات (سال اول، دوم)
۳۔ دیگر سبجیکٹ میں بھی ایم اے کلاسز کے آغاز کا پروگرام ہے۔

اسلامیات کے ڈپارٹ کی چیئر پرسن پروفیسر سلمہ فاروقی صاحبہ علم دوست عاجزی وانکساری

کا پیکر نیک دل خاتون ہیں طویل ترین تدریسی تجربہ رکھنے کے باوجود اہل علم سے مشاورت

وتعاون حاصل کر کے کامیابی کے ساتھ ایم اے اسلامیات سال اول کی کلاسوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہو چکی ہیں جس پر اساتذہ علوم اسلامیہ کی جانب سے مبارک بادِ کی مستحق ہیں۔ (واضح رہے کہ انجمن اساتذۂ علوم اسلامیہ کے موجودہ عہدہ داران وذمہ داران نے پہلے منشور ۵ ۲۰۰۴ء ہی سے اس بات کا مطالبہ کیا تھا کہ کم از کم پانچ کالجز میں پوسٹ گریجویٹ کلاسز کا آغاز کیا جائے) عبداللہ گورنمنٹ گرلز کالج کی پرنسپل صاحبہ کی محنتیں رنگ لائیں اور یہ خواب شرمندہ تعبیر ہوا اس نظام کو کامیاب کرنے کے لئے مطالبہ کرنے والوں کی ذمہ داریوں میں اضافہ کردیا ہے۔ جسے ماشاءاللہ شاندار ٹیم ورک کے ذریعے پایہ تکمیل تک پہنچادیا گیا ہے یہ کامیابی کسی ایک استاذ کی کاوش کے ساتھ ممکن نہیں تھی بلکہ اس میں ایم اے کلاسز کے جملہ اساتذہ کرام کی کوششوں وکاوشوں کو دخل ہے۔

دسمبر ۲۰۰۶ء میں سال اول کا سلیبس مکمل ہو رہا ہے جنوری ۲۰۰۷ء سے سال اول ودوم میں نئے داخلے عمل میں آئیں گے خواہش مند طالبات داخلوں کے سلسلے میں جلد سے جلد صدر شعبہ پروفیسر سلمیٰ فاروقی صاحبہ سے رابطہ کریں۔ واضح رہے کہ یہاں ایم اے کا وہی نصاب ہے جسے ہائر ایجوکیشن اسلام آباد نے منظور کیا ہے۔ اور جامعہ کراچی میں پڑھایا جارہا ہے۔ دینی مدارس کے ماتحت امتحان دینے والی طالبات بھی داخلوں کے لئے رجوع کرسکتی ہیں۔

شعبہ اسلامک اسٹڈیز: ایم اے اسلامیات
کے زیر اہتمام سیمینار ۲۰۰۶ء بعنوان ''استقبال رمضان''

شعبہ میں نصابی سرگرمیوں کے ساتھ ہم نصابی سرگرمیوں کا سلسلہ پورے سال جاری رہا یہ سیمینار بھی اس سلسلے کی ایک کڑی تھی جس میں طالبات نے اپنے اساتذہ کی سرپرستی میں موضوع کی مناسبت سے عمدہ تحقیقی مقالے پیش کیئے ان مقالات میں سے چند مقالات یہاں رمضان المبارک کی مناسبت سے بطور ضمیمہ حوصلہ افزائی کے لئے پیش کیئے جارہے ہیں۔

سیمینار میں اسٹیج سیکریٹری کے فرائض ملیحہ محمود نے انجام دیئے تلاوت قرآن کا شرف عظمیٰ قاسم نے

حاصل کیا اور بارگاہ رسالت میں گلہائے عقیدت فرزانہ حیدر نے پیش کیئے صدر شعبہ پروفیسر سلمہ

فاروقی صاحبہ اسی سیمینار کی مہمان خصوصی اور پرنسپل صاحبہ پروفیسر رضیہ سبحان صدر سیمینار تھیں اس مناسبت سے دونوں نے اپنے مختصر خطاب میں طالبات کی صلاحیتوں کو سراہا اور ان کی حوصلہ افزائی کی پروفیسر مسز کلثوم زیدی صاحبہ، پروفیسر بلقیس صاحبہ پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی صاحب و دیگر پروفیسرز خواتین و حضرات نے موضوع کی مناسبت سے اظہار خیال کیا۔ اور ایم اے اسلامیات ے کی طالبات نے درج ذیل عنوانات پر اپنے تحریری مقالے پیش کیئے۔

۱۔ عرشین امام۔ رمضان اور روزہ کی فضیلت
۲۔ فوزیہ صمد۔ روزہ اور رمضان کی فضیلتیں
۳۔ عظمیٰ قاسم۔ روزہ کے طبی فوائد

آخر میں سیمینار میں شریک اساتذہ و طالبات کی تواضع کی گئی

رمضان اور روزہ کی فضیلت

عرشین امام طالبہ ایم اے اسلامک اسٹڈیز (سال اول)

انداز بیاں گرچہ مرا شوخ نہیں ہے شاید کے ترے دل میں اتر جائے میری بات

سارے دن اور سارے مہینے ایک جیسے ہوتے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کیئے ہوئے ہیں اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا۔ لیکن بعض لمحات ایسے آتے ہیں جن کے ساتھ ساری انسانیت اور ساری کائنات کا مستقبل وابستہ ہو جاتا ہے ایسا ہی وہ لمحہ تھا جب غار حرا میں ہدایت خداوندی کی آخری کرن داخل ہوئی اور نبی کریم ﷺ اس کے امین بنے اس عظیم لمحہ کا امین ہے۔

رمضان کے مہینے کی عظمت و برکت کا کیا کہنا جسے خود نبی کریم ﷺ نے ''شھــــــــــرٌ عَظِیمٌ 'شَھرٌ مُبارَکٌ'' کہ کر پکارا ہو یعنی بڑی عظمت والا مہینہ برکتوں والا مہینہ۔

ارشاد ربانی ہے

شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن (سورۃ بقرۃ آیت نمبر2)

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، نہ ہمارا تصور اس مہینے کی عظمت کی بلندیوں کو چھو سکتا ہے نہ ہماری زبان اس کی برکتوں کا احاطہ کر سکتی ہے اس عظیم الشان مہینے کی برکتوں کا کیا کہنا

جس میں پورے ماہ کے روزے فرض کیئے گئے۔ روزوں کی اہمیت اور فرضیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ صرف امت محمدیہؐ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اس سے پہلے جو امتیں گزری ہیں ان پر بھی روزے فرض کیئے گئے تھے، اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے،

’’اے ایمان والوں تم پر روزے فرض کیئے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیئے گئے تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ اور یہ فرض روزے چند گنتی کے دنوں یعنی ایک ماہ۔ کے روزے ہیں‘‘ (سورۃ بقرہ آیت نمبر 183.184)

صحیح بخاری ومسلم میں ہے کہ: رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور رحمتوں کی بارش ہوتی ہے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور نیکی کے راستوں پر چلنے کی سہولت اور توفیق عام ہوجاتی ہے۔ جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور روزہ عام بدی کے راستوں کی رکاوٹ بن جاتا ہے شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے، اور برائی پھیلانے کے مواقع کم سے کم ہوجاتے ہیں۔

سچ پوچھیے تو اس مبارک مہینے میں جب دن روشن ہوتا ہے تو ان گنت بندوں کو یہ سعادت نصیب ہوتی ہے کہ وہ اپنے مالک کی اطاعت اور رضا کے خاطر اپنے جسم کی جائز خواہشات اور ضروری مطالبات کو ترک کر کے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلیئے روزے رکھتے ہیں۔ رمضان المبارک کی ہر گھڑی میں فیض کا ایک خزانہ پوشیدہ ہے کہ نفلی اعمال صالحہ، فرض اعمال صالحہ کے درجہ کو پہنچ جاتے ہیں اور فرائض ستر گناہ وزنی اور بلند ہوجاتے ہیں۔ پس بشارت دی نبی کریم نے اس شخص کو جو رمضان المبارک میں روزے رکھے تو اس کے اگلے پچھلے گناہ سب بخش دیئے جائیں گے اور اس شخص کو جو راتوں کو نمازوں میں کھڑا رہے اس کے بھی گناہ بخش دیئے جائیں گے اور وہ جو شب قدر میں قیام کرے اس کے بھی۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک تو اس وقت جب وہ افطار کرتا ہے اور دوسری اس وقت جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں ایک دروازے کا نام ریان ہے اس دروازے سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے روزے کی کوئی ضرورت نہیں ے۔ رمضان المبارک کا مہینہ ایک بار پھر پکارتا

ہوا آرہا ہے کہ آؤ اور جانو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم ﷺ میں ہم سے کیا ارشاد فرمایا ہے، تو کیوں نہ ہم ہر اس چیز کو ترک کر دیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں روکا ہے خواہ وہ ہمیں کتنی ہی محبوب و مرغوب کیوں نہ ہو۔ ورنہ اس سے بڑی بدقسمتی ہماری اور کیا ہو سکتی ہے کہ رمضان ہمارے پاس آئے، بھوک اور پیاس بھی برداشت کریں نیند قربان کر کے تراویح بھی پڑھیں اور اس کے بعد بھی سوائے بھوک و پیاس اور رت جگے کے کچھ بھی ہمارے ہاتھ نہ آئے۔

حضور اکرم ﷺ نے اس بارے میں تنبیہ کی ہے۔ اور فرمایا کہ:

”کتنے روزہ دار ہیں جن کو اپنے روزوں سے بھوک پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا اور کتنے راتوں کو نماز پڑھنے والے ہیں جن کو اپنی نمازوں سے رات کی جگائی کے سواء کچھ حاصل نہیں ہوتا“ اگر ہم روزے رکھتے ہیں تو صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے رکھیں اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے، آپ اس کی طرف ایک قدم بڑھیں گے وہ آپ کی طرف دو قدم بڑھے گا آپ اس کی طرف چلنا شروع کریں تو وہ آپ کی طرف دوڑتا ہوا آئے گا۔

پس آپ رمضان المبارک میں اپنی مٹھی کھول دیں اللہ کے دین کی اقامت و تبلیغ کیلئے، اقرباء کیلئے، یتیموں کیلئے اور مسکینوں کے لئے جتنا بھی مال اللہ کی راہ میں نکال سکیں نکالیں۔ بھوک اور پیاس برداشت کرتے ہیں تو کچھ تنگی اور سختی بھی جیب کے معاملے میں برداشت کیجئے۔ لیکن جو کچھ دیجئے صرف اللہ کیلئے دیجئے کسی سے بدلے اور شکریہ کی خواہش آپ کے دل میں نہ ہو آپ کی اپنی بھوک پیاس جہاں آپ کا تقویٰ، ضبط نفس، امر الہیٰ کی اطاعت اور صبر کی صفات پیدا کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے وہیں یہ آپکو دوسرے انسانوں پر بھوک پیاس اور دکھ درد میں جو کچھ بیتتی ہے اس کا کچھ ذائقہ چکھاتی ہے ذاتی تجربہ اور احساس سے آپ کے اندر ہمدردی اور مدد کا بڑا مضبوط اور جاندار جذبہ پیدا ہو سکتا ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان المبارک میں وہ تقویٰ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس سے ہم قرآن مجید کے ہدایت کے مستحق ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

روزہ اور رمضان کی فضیلتیں

فوزیہ صمد ایم اے اسلامیات طالبہ ایم اے اسلامیات (سال اول)

اللہ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ اس کے کلام کی برکت سے ہم لوگوں کو مبارک مہینے کی کچھ قدر اور اس کی برکات کی طرف توجہ ہو جائے اور نیک اعمال کی زیادتی اور بد اعمالیوں کی کمی کا ذریعہ بن جائے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر حق تعالیٰ شانہ تیری وجہ سے ایک شخص کو ہی ہدایت فرما دیں تو تیرے لئے سرخ اونٹوں سے (جو عمدہ مال شمار ہوتا ہے) بہتر اور افضل ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ مسلمانوں کے لئے حق تعالیٰ شانہ کا بہت بڑا انعام ہے۔ بشرطیکہ اس انعام کی قدر کی جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری امت یہ تمنا کرے کہ سارا سال رمضان ہی ہو جائے۔

نبی کریمؐ نے فرمایا کہ جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے شیاطین اور سرکش جن جکڑ دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور کوئی دروازہ اس کا کھلا نہیں رہتا، اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور کوئی دروازہ اس کا بند نہیں رہتا اگر کسی کو شبہ ہو کہ جب شیطان مقید ہو جاتے ہیں تو چاہئے کہ کوئی شخص اس ماہ مبارک میں گناہ اور نافرمانی نہ کرے۔ حالانکہ مشاہدہ اس کے خلاف ہے جواب اس کا یہ ہے کہ گناہوں میں کمی تو ضرور ہو جاتی ہے۔ بہت سے بے نمازی نماز پڑھنے لگتے ہیں روزہ دار کمال تقرب سے بمنزلہ محبوب کے بن جاتا ہے روزہ اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین عبادتوں میں سے ہے۔ اس وجہ سے ارشاد ہوا کہ نیک عمل کا بدلہ ملائکہ دیتے ہیں مگر روزہ کا بدلہ میں خود عطا کرتا ہوں اس لئے کہ وہ خالص میرے لئے ہے ایک حدیث میں ہے کہ ساری عبادتوں کا دروازہ روزہ ہے، یعنی روزہ کی وجہ سے قلب منور ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے ہر عبادت کی رغبت پیدا ہوتی ہے، مگر جب ہے کہ روزہ بھی ہو۔ روزہ سے صرف بھوکا رہنا مراد نہیں۔

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا رمضان کا مہینہ اور اس کے روزے فرض کئے ہیں، اس میں ایک رات ہے اللہ کی جو بہتر ہے ہزاروں مہینوں سے جو کوئی اس کے فائدے سے محروم رہا وہ بے شک بے نصیب ہے۔ شعبان کے آخری دن سلمان فارسیؓ سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے لوگو!!! تم پر سایہ فگن ہوا ہے ایک بزرگ اور ایک مبارک مہینہ، اس کی راتوں کو عبادت

کرنا سنت قرار دیا گیا ہے جو شخص اس مہینے اللہ کا تقرب چاہے کوئی نفل عبادت ادا کرے وہ اس شخص کی طرح ہوگا جو اور دنوں میں فرض ادا کرے، یہ مہینہ ہے صبر کا اور صبر کا بدلہ جنت ہے، یہ مہینہ ہے یکجا ہو کر عبادت کرنے کا اور مل جل کر کھانے پینے کا یہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو شخص اس مہینے میں کسی روزہ دار کا روزہ کھلوائے، اس کے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے، اور دوزخ سے آزاد کر دیا جائے گا، اور اس کو اس قدر ثواب ملے گا جتنا اس روزہ دار کو، سلمان فارسیؓ کہتے ہیں ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے جو شخص اسقدر وسعت نہ رکھتا ہو جس سے روزہ دار کا روزہ کھلوائے! تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ یہی ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو کسی روزہ دار کا روزہ ایک گھونٹ پانی یا ایک چھوہارے سے کھلوائے اور جو سیر ہو کر کھلائے اس کو اللہ میرے حوض سے ایسا شربت پلائے گا جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی، جو کوئی اس مہینے میں اپنے غلام سے کم کام لے اللہ اس کو بخش دے گا اور دوزخ سے آزاد کر دے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رمضان سب مہینوں کا سردار ہے۔ حضورؐ نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے رکھے رات میں عبادت کرے۔ ایماندار ہو کر ثواب سمجھ کر اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور حضورؐ کا ارشاد ہے کہ روزہ آدمی کے لئے ڈھال ہے، جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے اسی طرح روزہ سے بھی اپنے دشمن یعنی شیطان سے حفاظت ہوتی ہے، ایک روایت میں آیا ہے کہ روزہ حفاظت ہے اللہ کے عذاب سے اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جہنم سے حفاظت ہے۔ حضرت عبادہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے رمضان المبارک کے قریب اشارہ فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آ گیا ہے، جو بڑی برکت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں تمھاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں، دعا کو قبول کرتے ہیں۔ پس اللہ کو اپنی نیکی دکھلاؤ، بد نصیب ہے وہ شخص جو اس مہینے میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ جب رمضان آتا تھا تو نبی کریمؐ کا رنگ بدل جاتا تھا اور نماز میں اضافہ ہو جاتا تھا اور دعا میں بہت عاجزی فرماتے تھے، اور خوف غالب ہو جاتا تھا۔ حضرت ابن مسعودؓ کی ایک روایت ہے کہ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی پکارتا

ہے کہ: اے خیر کی تلاش کرنے والے متوجہ ہو اور آگے بڑھ اور اے برائی کے طلب گار بس کر اور آنکھیں کھول۔ اس کے بعد وہ فرشتہ کہتا ہے کہ کوئی مغفرت کا چاہنے والا ہے کہ اس کی مغفرت کی جائے، کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے، کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے، کوئی مانگنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے۔

نبی کریمؐ نے فرمایا کہ تمھارا پروردگار فرماتا ہے کہ ہر نیکی کے عوض میں دس گناہ ثواب ملتا ہے، سات سو تک اور روزہ آگ کے لئے سپر ہے، اور بے شک روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ کو زیادہ پسند ہے، مشک کی خوشبو سے، اور اگر کوئی جاہل کسی روزہ دار سے جھگڑا کرلے تو اس کو چاہئے کہ کہے ''اِنّی صائم'' میں روزادار ہوں، اگر صرف لوگوں کے خیال سے کوئی شخص روزہ رکھنا چاہے ممکن ہے کہ وہ پوشیدہ طور پر کچھ کھا پی لے کسی کو علم نہیں ہو سکتا کہ یہ شخص روزہ دار نہیں، پس جو شخص روزہ رکھتا ہے وہ خدا ہی کے لئے رکھتا ہے۔ روزہ اللہ کی صفت ہے، اور نہ کھانا نہ پینا اسی کا وصف ہے، اس لئے فرمایا گیا ہے کہ روزہ ہمارے لئے ہے، نیز جو کچھ بھی ہو روزہ پر فخر کے لئے کافی ہے کہ اس کو مالک عرش نے اپنا فرمایا ہے۔

(روزہ اسلام کا تیسرا رکن ہے، اسکی بیش از بیش تاکید سے ماہرین شریعت خوب واقف ہیں منکر اس کا کافر تارک اس کا فاسق ہے، بعض علماء نے اس کے بے پناہ فضائل کو دیکھ کر اس کو نماز جیسی عظیم الشان عبادت پر ترجیح وفضیلت دی)

ارشاد ربانی ہے کہ:

یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ایام معدودات (ترجمہ) اے ایمان والو فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر تا کہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔ اور کہیں روزے کی فضیلت بیان ہو رہی ہے رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرتا ہے، اور نشانیاں ہیں ہدایت کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی حتیٰ کہ ایک پوری سورۃ اس کی ایک رات کی فضیلت میں نازل ہوئی بے شک ہم نے اتارا ہے اس قرآن کو لیلۃ القدر میں اور جانتے ہو کہ کیا مرتبہ ہے لیلۃ القدر کا لیلۃ القدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے۔

حضرت عائشہؓ حضور کریمؐ سے نقل فرماتی ہیں کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو آپؐ نے فرمایا تمھارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے، جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا، گویا سارے ہی خیر سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقتاً محروم ہی ہے۔

حقیقتاً اس کی محرومی میں کیا تامل ہے جو اسقدر بڑی نعمت کو ہاتھ سے کھو دے ریلوے ملازم چند کوڑیوں کے خاطر رات رات بھر جاگتے ہیں اگر اسی برس کی عبادت کے خاطر کوئی ایک رات جاگ لے تو کیا دقت ہے اصل بات یہ ہے کہ دل میں تڑپ ہی نہیں اور اگر ایک ذرا سا چسکہ پڑ جائے تو ایک رات کیا سینکڑوں راتیں جاگ کر گزاری جاسکتی ہیں

الفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو
ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

روزہ کے طبی فوائد

عظمیٰ قاسم طالبہ ایم اے اسلامک اسٹڈیز (سال اول)

اللہ تعالیٰ نے انسان کی رہنمائی کیلئے جو بہترین ہدایت عطا فرمائی ہے، وہ اسلام ہے، قرآن ہے۔ اسلام ایک جامع نظام حیات ہے اس کے اصول وضوابط انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہیں۔ اسلام اپنے ماننے والوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی زندگی کے ہر شعبہ میں اس کے اصولوں کو اپنائیں۔ اس میں نہ صرف ان کی بھلائی اور کامیابی ہے بلکہ دوسرے لوگوں کی بھی ہی کہ اس ضابطہ حیات کو تسلیم نہ کرنے والوں کے لئے بھی خیر وفلاح مضمر ہے اس لئے آج سائنس ان تمام اصولوں پر ریسرچ کر کے ان میں چھپی انسانوں کی بھلائی کو عام کر رہی ہے اور ج کا انسان ان باتوں پر عمل پیرا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کی جتنی بھی سنتیں ہیں ان پر آج سائنس یسرچ کر رہی ہے اور ان تمام سنتوں کے فائدے بتا رہی ہے اور ہم مسلمانوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی حکمت کو بیان کر رہی ہے کیونکہ ہمارے رب نے ہمارے لئے صرف وہی احکامات اور اصول نازل فرمائے ہیں جن میں انسانوں کی بھلائی پوشیدہ ہے چاہے وہ احکامات نماز سے متعلق

ہوں خواہ روزہ، زکوۃ اور حج سے متعلق ہوں۔

اس وقت رمضان کی آمد آمد ہے ہم رمضان المبارک کے روزوں میں چھپی ہوئی اپنے رب کی حکمتوں کو دیکھتے ہیں کہ ان روزوں میں ہمارے رب نے ہمارے لئے کیا بہتری اور بھلائی رکھی ہے کیونکہ ہم مسلمان تو صرف اس لئے روزہ رکھتے ہیں کہ یہ ہم پر ہمارے رب کی طرف سے فرض کئے گئے ہیں اور ہمارے دین کا اہم رکن ہیں لیکن غیر مسلم جو اللہ تعالیٰ پر ہی ایمان نہیں رکھتا آج ہمارے اوپر نازل احکامات کی ریسرچ پر عمل کرتا نظر آتا ہے۔

حدیث قدسی ہے کہ:

روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''روزہ رکھا کرو تندرست رہا کرو گے''

یہ ایک نہیں بے شمار احادیث مبارک کتب حدیث میں بیان کی گئی ہیں جن میں واضح بیان ہے کہ

''روزہ امراض سے شفاء ہے''

اب ذرا جدید سائنس کی روشنی میں روزے میں چھپی ہوئی حکمت کو دیکھتے ہیں۔ اسلام نے روزہ کو مومن کے لئے شفاء قرار دیا ہے اس ضمن میں سائنس کیا کہتی ہے؟ کچھ واقعات پیش خدمت ہیں۔ سنت نبویؐ اور جدید سائنس میں حکیم محمد طارق محمود چغتائی لکھتے ہیں کہ امریکہ میں مجھے ایک صاحب ملے کہنے لگے روزہ رکھتا ہوں! میں نے کہا وہ کیوں تم تو غیر مسلم ہو؟ کہنے لگے وہ اسلئے کہ سال میں کچھ وقت ایک آدمی کو ایسا گزارنا چاہئے کہ وہ ڈائیٹنگ کر کے اپنے نظام ہضم کو کچھ عرصے فارغ رکھے اسطرح اس کے اندر موجود رطوبتیں جو وقت کے ساتھ ساتھ زہر میں تبدیل ہو جاتی ہیں روزہ سے ختم ہو جاتی ہیں ان خطرناک رطوبتوں کے ختم ہونے سے بہت سے پیچیدہ امراض کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اس طرح نظام ہضم پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں نے اور میری بیوی نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم مہینے میں اسی طرح روزہ رکھ کر ڈائٹنگ کریں گے۔ میں نے کہا ہمیں یہ سنت دین میں بتائی گئی ہے کہ ہر مہینے ایام بیض کے تین روزے رکھیں بالخصوص وہ لوگ جو غیر شادی شدہ ہوں ان کے اندر ایک ڈسپلن، ضبط نفس اور صبر پیدا ہوتا ہے۔

پروفیسر مور پالڈ اکسفورڈ یونیورسٹی کی پہچان ہیں انہوں نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ میں نے

اسلامی علوم کا مطالعہ کیا اور جب روزے کے باب پر پہنچا تو میں چونک پڑا کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو اتنا عظیم فارمولہ دیا ہے اگر اسلام اپنے ماننے والوں کو کچھ نہ دیتا صرف یہی روزے کا فارمولہ دیتا تو پھر بھی اس سے بڑھ کر ان کے پاس اور کوئی نعمت نہ ہوتی۔ میں نے سوچا کی اس کو آزمانہ چاہیے پھر میں نے مسلمانوں کے طرز پر روزے رکھنا شروع کردیے میں عرصہ دراز سے معدہ کے ورم میں مبتلا تھا کچھ دنوں کے بعد ہی میں نے محسوس کیا کہ اس میں کمی واقع ہوگئی ہے میں نے روزوں کی مشق جاری رکھی جسم میں کچھ اور تبدیلی محسوس کی اور کچھ ہی عرصے بعد میں نے اپنے جسم کو نارمل پایا، حتی کہ میں نے ایک مہینہ بعد اپنے اندر انقلابی تبدیلی محسوس کی۔

پوپ ایلف گال جو کہ ہالینڈ کا بڑا پادری گزرا ہے اس نے روزے کے بارے میں اپنے تجربات بیان کیے ہیں۔ میں اپنے روحانی پیروکاروں کو ہر ماہ تین روزے رکھنے کی تلقین کرتا ہوں میں نے اس طریقے کے ذریعے جسمانی اور وزنی ہم آہنگی محسوس کی، میرے مریض مجھ پر یہ زور دیتے ہیں کہ انہیں کچھ اور طریقے بتاؤں لیکن میں نے یہ اصول وضع کرلیا ہے کہ ان میں مریض جو لا علاج ہیں ان کو تین دن کے بجائے ایک ماہ تک روزے رکھوائے جائیں۔ میں نے شوگر، دل کے مریض اور معدہ کے امراض میں مبتلا لوگوں کو مستقل ایک ماہ کے روزے رکھوائے، شوگر کے مریض کی حالت کچھ بہتر ہوئی انکی شوگر کنٹرل ہوگئی، دل کے مریضوں کی بے چینی اور سانس کا پھولنا کم ہوا اور معدہ کے مریضوں کو سب سے زیادہ افاقہ ہوا۔

ڈاکٹر لوتھر جیم آف کیمبرج جو کہ فارما کالوجی کے ماہر تھے ہر چیز کو غور اور توجہ سے دیکھنا ان کے مزاج میں تھا۔ انہوں نے سارے دن خالی پیٹ رہنے والے یعنی روزہ دار شخص کے پیٹ کی رطوبت لی اور پھر اس کا لیبارٹری ٹیسٹ کیا اس میں اس نے محسوس کیا کہ وہ غذائی متعفن اجزاء جن سے معدہ امراض کو قبول کرتا ہے بالکل ختم ہو جاتے ہیں۔ لوتھر کا کہنا ہے کہ روزہ جسم اور خاص طور پر معدے کے امراض میں صحت کی ضمانت ہے۔

مشہور ماہر نفسیات سگمنڈ فرائیڈ اور اس کی تھیوری نفسیاتی ماہرین کے لئے مشعل راہ ہے موصوف فاقہ اور روزہ کے قائل تھے۔ اس کا کہنا تھا کہ روزہ سے دماغی اور نفسیاتی امراض کا کلی خاتمہ ہوتا ہے جسم انسانی میں مختلف ادوار آتے ہیں لیکن روزہ دار آدمی کا جسم مسلسل بیرونی دباؤ جسمانی کھنچاؤ اور

ذہنی ڈپریشن کا شکار نہیں ہوتا۔

غور و فکر کے در وا کرتی ہیں یہ سائنسی ریسرچ اور اسلامی تعلیمات سے مطالبہ کرتی ہے کہ ہم مسلماں پھر سے سنت نبوی ﷺ کی طرف لوٹ آئیں ہمارا مقصود اور مطلوب حضور اکرمؐ کی زندگی ہو، کیونکہ اگر ہم سائنس کو مان کر سنت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونگے تو ہمیں دنیاوی فوائد تو مل جائیں گے لیکن دینی فوائد و اجر کی امید رکھنا بے وقوفی ہے کیونکہ مسلمانوں کو حضور اکرمؐ کے فرمان کیلئے کسی بھی دلیل یا وکیل کی قطعاً ضرورت نہیں۔

آج ہم مل کر یہ وعدہ کریں کہ اس رمضان میں روزوں کو اپنے رب کی طرف سے فرض اور سنت نبویؐ کی پیروی کے طور پر رکھیں گے تو یقیناً دین و دنیا کی بھلائی اور راحت پائیں گے۔ (آمین)

وما علینا الا البلاغ المبین

خصوصی شمارہ زیر اشاعت ہے

غیر مسلموں کے حقوق اور ان سے حسن سلوک
سیرت طیبہؐ کی روشنی میں

دوسری صوبائی سیرت النبیؐ کانفرنس ۲۰۰۶ء منعقدہ بمقام سرسید گورنمنٹ گرلز کالج کراچی میں انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کے زیر اہتمام منعقد ہوئی۔

جس میں اردو، عربی، انگریزی، سندھی میں اس موضوع پر تحقیقی مقالات پیش کئے گئے دلچسپی رکھنے والے مسلم و غیر مسلم حضرات جنوری ۲۰۰۶ء تک اپنے مقالات برائے اشاعت بھیج سکتے ہیں

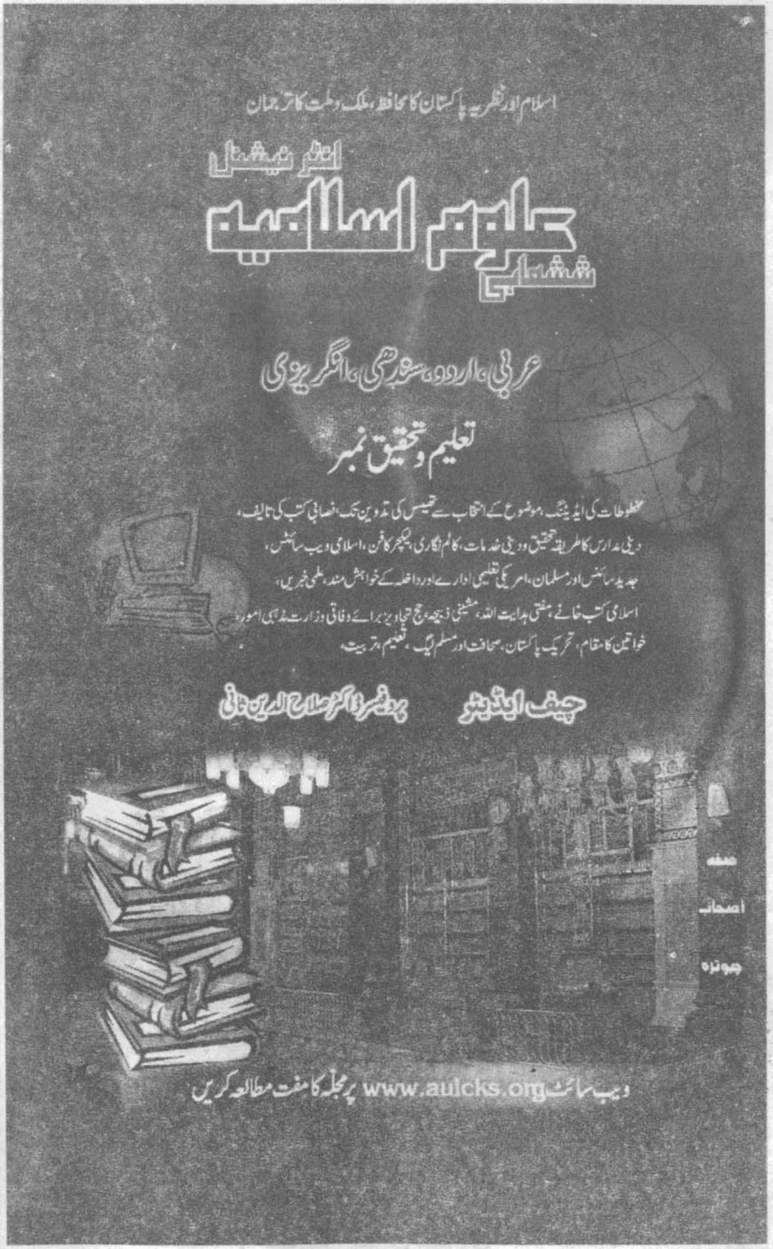

اسلام اور نظریہ پاکستان کا محافظ، ملک وملت کا ترجمان

انٹرنیشنل

ششماہی علوم اسلامیہ

عربی، اردو، سندھی، انگریزی

تعلیم و تحقیق نمبر

مخطوطات کی ایڈیٹنگ، موضوع کے انتخاب سے تھیسس کی تدوین تک، نصابی کتب کی تالیف، دینی مدارس کا طریقہ تحقیق و دینی خدمات، کالم نگاری، لیکچر کا فن، اسلامی ویب سائٹس، جدید سائنس اور مسلمان، امریکی تعلیمی ادارے اور داخلہ کے خواہش مند، علمی خبریں، اسلامی کتب خانے، مفتی ہدایت اللہ، مشینی ذبیحہ، حج تجاویز برائے وفاقی وزارت مذہبی امور، خواتین کا مقام، تحریک پاکستان، صحافت اور مسلم لیگ، تعلیم و تربیت،

چیف ایڈیٹر پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

ویب سائٹ www.aulcks.org پر مجلہ کا مفت مطالعہ کریں

گوشۂ علوم اسلامیہ انٹرنیشنل

رسالہ پر نقد ونظر / روداد وتاثرات

مرتب: پروفیسر ڈاکٹر فرحت عظیم

فہرست مضامین شمارہ نمبر۱ جلد۱۔ فروری تا جولائی ۲۰۰۵ (سیرت النبی ﷺ نمبر)

۱	نعت (صلاۃ وسلام)		۱
۲۔	فہرست		۵
۳۔	پیغامات		۷
۴۔	اداریہ (عہد حاضر اور ہم)	پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی	۱۵

گوشۂ اردو:

۵۔	دہشت گرد فسادی اور عدم برداشت کا علمبردار کون؟	مولانا محمد اسعد تھانوی	۲۱
۶۔	عہد حاضر میں انتہاء پسندی کا رجحان اور اسکا خاتمہ، تعلیمات نبوی کی روشنی میں	پروفیسر قاری بدر الدین	۳۷
۷۔	روشن خیال، اعتدال پسند اسلامی معاشرے کی تشکیل وضرورت	مولانا سعید احمد صدیقی	۶۹
۸۔	روشن خیالی واعتدال پسندی تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں	پروفیسر نسرین وسیم	۱۱۱
۹۔	مذہبی انتہاء پسندی کا جائزہ، سیرت طیبہ ﷺ کے آئینہ میں	پروفیسر سید شعیب اختر	۱۵۷
۱۰۔	آپ ﷺ کا عطا کردہ روشن خیال اور اعتدال پسند معاشرہ	پروفیسر محمد مشتاق کلوٹا	۱۷۹
۱۱۔	خلفاء راشدین کی مذہبی رواداری	بشریٰ بیگ	۲۳۵

۱۲۔ مغربی رواداری اور عراقی قیدی ۲۵۱
۱۳۔ پہلی سیرت انسائیکلوپیڈیا، سعودی عرب کی عظیم خدمت — مفتی محمد نعیم ۲۵۷
۱۴۔ گوشۂ تعارف وتبصرۂ کتب ۲۶۴
۱۵۔ انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کی مختصر تاریخ — پروفیسر سرور حسین خان ۲۷۱
۱۶۔ ریسرچ اسکالر سے درخواست، ۲۷۷
۱۷۔ گوشۂ علمی وتعلیمی خبریں ۲۸۴
۱۸۔ سیمینار (اصول تحقیق، تصنیف، تالیف، کالم نگاری، اہداف وطریقہ کار) — پروفیسر عبدالحفیظ ۲۸۹

گوشۂ عربی

۱۹۔ حُریة الإیمان والدین بین المذاهب والحضارات والحلم الاسلامی — الاساتذ الدکتور صلاح الدین ثانی ۲۹۱
۲۰۔ الافراط والتفریط فی ضوء سیرة النبویة ﷺ، — الاستاذ مولانا محمد عمّار خان ۲۳۵

گوشۂ سندھی

۲۱۔ محسن انسانيت جي مذهبي رواداري — صبغت الله مهيسر ۳۴۷
۲۲۔ اسلام رواداری جو علمبردار — عبدالقادر چاچڑ ۳۵۷
۲۳۔ تعارف جامعہ بنوریہ ۳۷۵

گوشۂ انگلش

24. God's Trust To Man & Prophet'sRole to its Fulfillment 1
A. K M. Moslem Ali
25. Islam, Enlightening The World 11
Professor Dr. Farhat Azim
26. Tolerance and Terrorism In the light of Holy Profit (P.B.U.H.)
19
Ghulam Abbass Jhatial.

27. **Need To Eliminate the Tendency of Religious Extremism** **33**
Muhammad Bilal.

فہرست مضامین شمارہ نمبر۲ جلد۱۔ اگست ۲۰۰۵ء تا جنوری ۲۰۰۶ء (تعلیم و تحقیق نمبر)

۱ نعت (صلاۃ و سلام) ۱
۲۔ نغمہ پاکستان ۲
۳۔ فہرست مضامین ۷
۳۔ ریسرچ اسکالر سے درخواست ۱۱
۴۔ اداریہ (عہد حاضر اور ہم) ۱۹

گوشۂ اردو:

☆ اسلامی اصول تحقیق پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ۲۷
☆ مخطوطات کی تحقیق و ایڈیٹنگ کے بنیادی اصول پروفیسر ڈاکٹر نیاز محمد ۳۳
☆ موضوع کے انتخاب سے تھیسس کی تدوین تک پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی ۶۱
(بنیادی اصول و طریقہ کار)
☆ نصابی کتب کی تالیف کے اہداف و طریقہ کار پروفیسر سرور حسین خان ۷۹
☆ عصر حاضر میں دینی مدارس کے مولانا عمار زاہد الراشدی ۹۱
طریقہ تحقیق و تالیف کا تجزیاتی مطالعہ
☆ کالم نگاری اہداف و طریقہ کار مولانا ابن الحسن عباسی ۹۹
☆ تبصرہ نگاری کے اصول مبصر الفاروق ۱۰۳
☆ پروف ریڈنگ کے اصول بالخصوص پروفیسر ڈاکٹر حافظ ضیاء الدین ۱۰۹
قرآن کریم کے حوالے سے
☆ فن تحقیق پر رہنما کتابیں پروفیسر مفتی محمد عمار ۱۱۳
☆ اہم اسلامی ویب سائٹس کا مختصر پروفیسر ڈاکٹر فرحت عظیم ۱۱۷
☆ قلم، صاحب قلم اور صاحب مسز بشریٰ بیگ ۱۲۵
منصب فکر غزالی کے تناظر میں
☆ لیکچر اور گفتگو کا فن میجر محمد جمشید خانزادہ ۱۳۳
☆ تصنیف و تالیف کے لئے مناسب عمر حافظ محمد قاسم ۱۳۸
☆ اساتذہ کرام کے لئے رہنما اصول برگیڈیئر ڈاکٹر قاری فیوض الرحمٰن ۱۳۹
☆ دینی کتابوں سے استفادہ کے شرعی احکام، مفتی محمد نصر اللہ ۱۵۷
☆ اسلام کا تصور تعلیم پروفیسر محمد مشتاق کلوٹہ ۱۶۳
☆ تعلیم و تربیت کے سنہری اصول پروفیسر ڈاکٹر ایچ رشید احمد قاضی ۱۷۹

☆ برصغیر کے دینی مدارس کی عظیم دینی خدمات پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی ۱۹۱
☆ علوم اسلامیہ وعلم حدیث کے لئے خواتین کی خدمات پروفیسر بدر الدین ۲۰۷
☆ قرآن کی روشنی میں حسد کا نفسیاتی علاج پروفیسر ڈاکٹر انصار الدین مدنی ۲۲۱
☆ امریکی تعلیمی اداروں میں مسلمانوں کے ساتھ عدم رواداری (طریقہ واردات) بشارہ رومانی ۲۳۱
☆ رسول کریم ﷺ کا مکی دور پروفیسر ڈاکٹر ناصر الدین ۲۳۵
☆ بیرون ممالک سے تعلیم حاصل کرنے کے خواہش مندوں کے لئے رہنما اصول (انتخاب) انتخاب: پروفیسر نسرین وسیم ۲۴۱
☆ مشرق ومغرب کے طرز تعلیم ونتائج کا تقابلی مطالعہ ریاض الدین احمد ۲۵۱
☆ تحریک پاکستان صحافتی محاذ پر پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر ۲۵۹
☆ سندھ میں زراعت، ہاری اور خواتین کے مسائل پروفیسر ڈاکٹر احمد اقبال ۲۸۳
☆ حج تجاویز برائے وفاقی وزارت مذہبی امور مولانا سعید احمد/ پروفیسر سعید الرحمٰن ۲۸۷
☆ باہمی تعلقات توڑ لینے والے حضرات پروفیسر عبد الحفیظ ۲۹۳

گوشہ: تعارف و تبصرہ کتب ۲۹۵

گوشہ: علمی و تعلیمی خبریں ۳۰۲ تا ۳۱۵

☆ بہترین استاذ کو ایوارڈ دینے کا منصوبہ
☆ دینی مدارس کی آزادی
☆ جامعہ کراچی میں جعل سازی
☆ چیف سیکریٹری کے خوش آئند عزائم
☆ ہائر ایجوکیشن کمیشن اور ایم فل/ پی ایچ ڈی میں داخلے
☆ لندن بم دھماکے اور دینی مدارس کا موقف
☆ امریکہ کی امداد کی اپیل
☆ علم وقلم کی برکتیں

گوشہ علوم اسلامیہ انٹرنیشنل ۳۱۶

☆ رسالہ پر نقد ونظر/ روداد وتاثرات ۳۱۶
☆ فہرست مضامین سیرت نمبر (فروری تا جولائی ۲۰۰۵ء) ۳۱۶
☆ تبصرے ۳۱۸

گوشہ: انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کالجز کراچی ۳۲۶

☆ انجمن اساتذہ کی تاریخ پروفیسر سرور حسین خان ۳۲۶
☆ انتخابات 2004-05 پروفیسر شائستہ سلطانہ ۳۲۸

☆ سیمینار ۱۵ رجنوری ۲۰۰۵ء — پروفیسر عبدالحفیظ — ۳۳۰
☆ صوبائی سیرت النبی ﷺ کانفرنس — پروفیسر ثریا قمر، پروفیسر محمد بلال — ۳۳۱
☆ فہرست ایوارڈ یافتگان ۲۰۰۵ء — ۳۳۴
☆ کانفرنس میں پیش کردہ مقالات — ۳۳۶
☆ انتخابات 2005-06 — پروفیسر ریاض الدین ربانی — ۳۴۴
☆ تربیتی نشست ۳۰ راگست ۲۰۰۵ء — پروفیسر تسنیم کوثر / پروفیسر نصرت جہاں ۳۴۶
☆ اعلان کردہ کمیٹیوں کی تفصیل — ۳۴۸

گوشۂ عربی ۳۵۳

☆ من هو اهل البيت النبى ﷺ — مفتی محمد نعیم — ۳۵۳
☆ عمليات الارهابية بمدينة كراتشى و العمليات العسكرية فى وانا — دکتور سید صلاح الدین احمد — ۳۵۹

گوشۂ سندھی ۳۶۵

☆ ڪتب خانو جي مختر تاريخ ۽ اهميت — ڊاڪٽر عبدالوحيد انڍڙ — ۳۶۵
☆ استاذ العلامه محمد هدايت الله الآريجويؒ — ڊاڪٽر محمد ادريس آزاد — ۳۷۷
☆ مدينو پاڪ (پهرين اسلامي رياست) — ڊاڪٽر محمد اشرف سمون — ۳۸۹
☆ حضرت آدم ۽ بي بي حوا — ڊاڪٽر عبد القادر چاچڙ — ۳۹۵

گوشۂ انگلش

1. A Comparative Note On Status Of Women In Bible & Quran 5
By Khalid M. Ishaque Advocate
2. Machine-Slaughtering and Tasmiyah 9
By Dr. Sheikh Shabbir Ahmed
3. ENGLISH AS A SINGULARLY IMPORTANT LANGUAGE 17
By: Prof. A.K. Shams
4. God's Trust To Man & Prophet's Role to its Fulfilment 21
A.K.M. Moslem Ali
5. Our Prophet (PBUH) in view of Non-Muslims 33
Jamshed Iqbal
6. Fake and Genuine Islamic Websites 36
Researched By Jamished Iqbal

فہرست مضامین شمارہ نمبر ۳ جلد ۲۔ فروری تا جولائی ۲۰۰۶ء (سیرت النبیؐ نمبر)

	صفحہ نمبر
نعت	۱
فہرستِ مضامین	–
ریسرچ اسکالر سے درخواست	۱۱
ادار یہ عہد حاضر اور ہم	۱۹

گوشۂ اُردو

❁ …… حب رسالت ﷺ کے تقاضے	مولانا مفتی محمد نعیم	۳۱
❁ …… مقاصد بعثت کے تناظر میں علم و صاحب علم کی فضیلت	مولانا ڈاکٹر شبیر احمد	۳۹
❁ …… تصورِ انسانیت سیرت رسولِ اکرم ﷺ کی روشنی میں	پروفیسر ڈاکٹر انصار الدین مدنی	۵۱
❁ …… بین المذاہب عالمی اتحاد اُسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں	مسز بشریٰ بیگ	۶۷
❁ …… جہاد تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں	پروفیسر جمیلہ خانم	۱۱۵
❁ …… بین المللی یگانگت کی تعلیم سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں	پروفیسر نسرین وسیم	۱۲۴
❁ …… آنحضرت ﷺ بحیثیت ماہر بین الاقوامی اُمور	پروفیسر ڈاکٹر وسیم الدین	۱۸۳
❁ …… عصرِ حاضر میں انتہاء پسندی کا رجحان اور اس کا خاتمہ سیرت طیبہ ﷺ کے آئینہ میں	پروفیسر ڈاکٹر عبدالرزاق گھانگھرو	۱۸۹
❁ …… عقیدہ توحید عالمی ہم آہنگی کا مشترکہ نکتہ اُسوۂ حسنہ ﷺ کی روشنی میں	پروفیسر محمد مشتاق کلوٹہ	۲۰۳
❁ …… استحکام پاکستان کے لیے سیرت طیبہ ﷺ کے رہنما اُصول	پروفیسر ثریا قمر	۲۸۳
❁ …… آپ ﷺ کی عالمی اتحاد کیلئے کوششیں و کاوشیں	مولانا سعید احمد صدیقی	۲۹۱
❁ …… اخلاق حسنہ سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں تقابلی مطالعہ	مولانا مفتی فیض اللہ آزاد	۳۴۵
❁ …… سیرت رسول ﷺ حالات حاضرہ کے تناظر میں	پروفیسر ڈاکٹر مخدوم محمد روشن صدیقی	۳۶۵
❁ …… طب نبوی ﷺ سیرت طیبہ ﷺ کے آئینہ میں	سیّد فیاض احمد	۳۷۱
❁ …… سالانہ قومی سیرت النبی ﷺ کانفرنس تجاویز اور چند حقائق	پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی	۳۹۳
گوشۂ : تعارف و تبصرہ کتب		۳۹۷

گوشۂ : علمی و تعلیمی خبریں ۳۹۹

- ...... علامہ عثمانیؒ و سلیمانؒ ندوی کی مزارات کی بے حرمتی
- ...... ڈائریکٹریٹ آف کالجز کے لیے قابل تقلید نمونہ
- ...... اور ینٹ میر خلیل الرحمٰن ایوارڈ
- ...... عبداللہ گرلز کالج میں ایم اے اسلامیات و سیاسیات کی کلاسوں کا آغاز
- ...... پی۔ایچ۔ڈی اساتذہ اور جدید علوم پر تحقیق کی ضرورت
- ...... جامعہ کراچی اور فضلائے مدارس
- ...... اہانت رسول ﷺ
- ...... احتجاج کا حق صرف اہلسنت کو ہے
- ...... مناظر و مجاہد شیخ احمد دیداتؒ

گوشۂ : علوم اسلامیہ انٹرنیشنل ۴۱۵

- ...... رسالہ پر نقد و نظر/ روداد و تاثرات
- ...... فہرستِ مضامین سابقہ سیرت النبی ﷺ نمبر و تعلیم و تحقیق نمبر

گوشۂ : انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کالجز کراچی ۲۷

- ...... انجمن اساتذہ کی تاریخ رپورٹ پروفیسر سرور حسین خان
- ...... انتخابات ۵ ۲۰۰۴ء رپورٹ پروفیسر شائستہ سلطانہ
- ...... سیمینار ۱۵ جنوری ۲۰۰۵ رپورٹ پروفیسر عبدالحفیظ
- ...... صوبائی سیرت النبی ﷺ کانفرنس رپورٹ پروفیسر ثریا قمر، پروفیسر محمد بلال
- ...... فہرست ایوارڈ یافتگان ۲۰۰۵ء
- ...... کانفرنس میں پیش کردہ مقالات
- ...... انتخابات ٦ ۲۰۰۵ء رپورٹ پروفیسر ریاض الدین ربانی
- ...... تربیتی نشست ۳۰، اگست ۲۰۰۵ء رپورٹ پروفیسر تسنیم کوثر، پروفیسر نصرت جہاں
- ...... اعلان کردہ کمیٹیوں کی تفصیل
- ...... اساتذہ کرام کے نام تفصیلی خط پروگرام و عزائم پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

گوشۂ : عربی

- ...... محمد ﷺ عند علماء الغربیین والمستشرقین وسجایاہ اللطیفة الأستاذ الدکتور صلاح الدین ثانی ۴٦۵
- ...... تنظیم الأزھانی اخلاق سیّد الأبرار مفتی آصف نوید (شاہ کوتی) ۴۹۵

گوشۂ : سندھی ۵۰۴

- ...... دورِ نبوی ﷺ م عورتن جي معاشرتی زندگی پروفیسر عبدالقادر چاچڑ ۵۰۵
- ...... آنحضرت ﷺ جي عطا کردہ دستور حیات پروفیسر ڈاکٹر محمد ادریس سومرو ۵۲۳
- ...... تحریک علمي پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحٰق بھیو ۵۳۴

گوشۂ : انگلش

(1) Advice to Husbands, From a Husband **1**
Muhammed Iqbal
(2) Woman in Islam - Comparative Study **5**
Jamshed Iqbal
(3) What Quran & Sunnah Says About Universal Talk Between The Religions Who Have Their Heavenly Scriptures **15**
Prof. Muhammed Bilal
(4) Hazrat Muhammed azay Great Defender Human Right
Prof. A. K. Shams **23**

ہفت روزہ فرائیڈے اسپیشل کراچی کا تبصرہ

ششماہی علوم اسلامیہ انٹرنیشنل (سیرت النبی نمبر) (اردو، عربی، سندھی، انگریزی)

یہ ضخیم مجلّہ ششماہی علوم اسلامیہ انٹرنیشنل چار لسانی مجلّہ ہے جس میں اردو، عربی، سندھی اور انگریزی میں مضامین شائع ہوتے ہیں۔ یہ اس مجلّے کا تیسرا شمارہ ہے جو سیرت النبی ﷺ کے لئے مختص کیا گیا ہے۔ اردو میں سیرت اور متعلقات سیرت پر پندرہ مضامین اردو کے حصے میں شامل اشاعت ہیں۔ اس کے بعد گوشہ تعارف وتبصرۂ کتب، گوشہ علمی و تعلیمی خبریں، گوشہ علوم اسلامیہ انٹرنیشنل، گوشہ اساتذہ علوم اسلامیہ کالجز کراچی میں مختلف علمی سرگرمیوں کی تفصیلات ہیں۔ گوشہ عربی میں عربی زبان میں دو مضامین ہیں۔ گوشہ سندھی میں تین مضامین ہیں، گوشہ انگلش میں پانچ مضامین ہیں۔ مجلّہ بڑی محنت سے تیار کیا گیا ہے۔ اس مجلّے کا پہلا شمارہ بھی سیرت النبی ﷺ تھا اس میں بھی بہت سے مفید اور معلومات افزاء مقالات اور مضامین شائع ہوئے تھے۔ قیمت نہایت مناسب ہے۔

گوشہ انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ

رپورٹ: پروفیسر عبدالحفیظ پروفیسر مفتی محمد عمار پروفیسر ثناء الله
محمود پروفیسر مشتاق کلوٹا

اساتذہ کرام کو علامہ عثمانی مقالات تحریر کرنے کی دعوت نیز خط برائے اطلاع و یاد دھانی

مؤرخہ 07-02-2006 کو تمام کالجز میں یاد دہانی کا خط بھیجا گیا۔ دوسرا درج ذیل خط 07-03-2006 کو تمام کالجز کو بھیجا گیا۔ تیسرا 27-03-06 کو بھیجا جائے گا

موضوع: شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ” سیمینار میں شرکت کی دعوت
صوبائی سیرت ﷺ کانفرنس کے لئے مقالہ لکھنے کی دعوت اور تاریخ میں توسیع

گرامی قدر صدر شعبہ و دیگر اساتذہ اسلامیات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب والا جیسا کہ آپ کے علم میں ہے ”انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کالجز کراچی سندھ“ جو علوم اسلامیہ سے وابستہ اساتذہ کرام کی واحد نمائندہ رجسٹرڈ تنظیم ہے ۱۹۶۴ء میں اس کی بنیاد رکھی گئی ۱۹۸۵ء میں باقاعدہ رجسٹرڈ ہوئی اس کے بعد سے اس کے باقاعدہ انتخابات ہو رہے ہیں۔ 04-05 اور 2006ء کے انتخابات میں نئے عہدیداران منتخب ہوئے۔ جنہوں نے سیاسی و ذاتی مفادات کی روش کے بجائے آئین کے مطابق سیمینارز، کانفرنس اور تصنیفی کام کا آغاز کیا ڈیڑھ سال کی چند اہم خدمات یہ ہیں:

۱۔ ۱۴/ اکتوبر 2004ء کو کالج اساتذہ کے لئے تربیتی نشست کا انعقاد کیا گیا۔

۲۔ ۱۵/ جنوری 2005ء کو سیمینار بعنوان ”اصول تحقیق، تصنیف، تالیف، کالم نگاری اہداف و طریقہ کار“ منعقد ہوا۔

۳۔ ۴/ مئی ۲۰۰۵ء کو صوبائی سیرت النبی ﷺ کانفرنس بمقام جناح یونیورسٹی برائے خواتین منعقد کی گئی۔

۴۔ سیرت کانفرنس کے موقع پر وائس چانسلرز، اساتذہ کرام و دیگر کو تین قسم کے ۳۶/ایوارڈ دیئے گئے۔

(الف) یادگاری ایوارڈ، (ب) حسن کارکردگی ایوارڈ، ج: سیرت النبی ﷺ ایوارڈ۔

۵۔ کانفرنس میں تحقیقی مجلہ ”ششماہی علوم اسلامیہ انٹرنیشنل“ اردو، عربی، انگریزی، سندھی (۴۲۸ صفحات) کا مذہبی رواداری کے تناظر میں سیرت النبی ﷺ نمبر کا اجراء عمل میں آیا۔

۶۔ انجمن کی ویب سائٹ کا افتتاح ہوا۔ جس میں علوم اسلامیہ سے وابستہ پروفیسر خواتین و حضرات کے نام اور کراچی میں موجود کالجز کے نام انجمن کی تاریخ کے علاوہ مذکورہ رسالہ بھی جاری کیا گیا ہے، تاکہ ویب سائٹ پر ساری دنیا میں مطالعہ کیا جاسکے، اس پر لوگوں کے مذہبی سوالات کے جوابات بھی دیئے جائیں گے۔

اہم شخصیات نے اس کانفرنس میں شرکت کی آپ نے اس کی روئیداد ملک کے تمام اخبارات میں ملاحظہ کرنے کے ساتھ P.T.V، جیو ٹیوی، QTV، آج ٹیوی اور انڈس پر بھی ملاحظہ کی گئی۔

۷۔ ۳۰/اگست ۲۰۰۵ء کو فکری بیداری کے فروغ کے لئے تربیتی نشست بعنوان ”آزادی کی قدروقیمت اور اساتذہ کے فرائض“ سرسید کالج میں منعقد کی گئی۔

۸۔ انجمن 2005ء اور 2006ء کے لئے بھی متعدد پروگراموں کے انعقاد کا اعلان کرچکی ہے جس میں آپ کو باقاعدہ شرکت کی دعوت دی جارہی ہے۔

۹۔ انجمن کے منتخب عہدیداران جملہ امور ترجیحی طور سے مشاورت کے ذریعہ انجام دینا چاہتے ہیں، جس کے لئے مجلس عاملہ/مجلس مشاورت کی تشکیل عمل میں آئی ہے۔ جیسا کہ لیٹر پیڈ پر ناموں سے واضح ہے۔

۱۰۔ مستقبل کے پروگراموں کے حوالے سے مشورہ ہوا ہے کہ مارچ ۲۰۰۶ء میں مفت کمپیوٹر ٹریننگ کا پروگرام منعقد کیا جائے جو خواتین و حضرات دلچسپی رکھتے ہیں وہ چیف آرگنائزر مفتی محمد عمار صاحب اسلامیہ سائنس کالج سے رابطہ کرکے اپنا نام و نمبر لکھوادیں رابطہ نمبر 03002445155 تاکہ جلد سے جلد ورکشاپ کا انعقاد ہوسکے۔

۱۱۔ آئینی ترامیم پر تمام اساتذہ سے اسسمنٹ کے دوران آراء طلب کی گئی تھیں بعض اساتذہ نے غیر ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے ابھی تک اپنی تحریری رائے نہیں دی ہے۔ اس خط کے ذریعہ تیسری دفعہ درخواست ہے فوری طور سے اپنی آراء جمع کرادیں تاکہ قانونی پروسیجر مکمل کیا جاسکے۔ ورنہ وصول شدہ آراء کو اکثریتی وحتمی رائے سمجھا جائے گا۔

۱۲۔ نصابی وغیر نصابی امور کے سلسلہ میں جن اساتذہ کا مختلف کمیٹیوں کے لئے تقرر کیا گیا تھا ان سے درخواست ہے کمیٹی کے دیگر ممبران کی معاونت سے یا ذاتی تجاویز براہ کرم ۳۱ مارچ ۲۰۰۶ء تک دستی صدر یا جنرل سیکریٹری کے پاس یا رجسٹرڈ ہیڈ آفس کے پتہ ارسال فرمادیں تاکہ تجاویز کو متعلقہ اتھارٹیز تک جلد سے جلد ارسال کیا جاسکے، اور عمل درآمد کروایا جاسکے، یاد رکھیے اساتذہ کے اجتماعی مفاد ومسائل کے حل کے لئے آپ کی بھی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ تجاویز تحریری شکل میں جلد سے جلد عنایت کردیں۔ اس سلسلہ میں اس خط کو حتمی درخواست سمجھا جائے۔

۱۳۔ یکم اپریل بروز ہفتہ انجمن اور گرینچ یونیورسٹی کے اشتراک سے گرینچ یونیورسٹی ڈیفنس میں سیرت کانفرنس بعنوان ''تبلیغ دین میں تاجروں کا کردار'' کا انعقاد کیا جارہا ہے

۱۴۔ انجمن کا سالانہ پروگرام حسب سابق صوبائی سیرت النبی ﷺ کانفرنس کی صورت میں منعقد کیا جارہا ہے، جس کا عنوان ہے۔

''غیر مسلموں کے حقوق اور ان سے حسن سلوک سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں''

اس عنوان کی روشنی میں کسی بھی خاص پہلو پر مقالہ لکھا جاسکتا ہے، مثلاً آئین پاکستان میں غیر مسلموں کو آزادی، پرنٹ/ الیکٹرونکس میڈیا میں غیر مسلموں کا حصہ/ یا آزادی۔ معاشی و معاشرتی سلوک۔ پاکستان میں غیر مسلموں میں تبلیغی حکمت عملی۔ پاکستان میں غیر مسلموں کے مسائل اور حل کے لئے تجاویز۔ غیر مسلموں سے تعلقات سیرت طیبہ کی روشنی میں، اقلیت کا تاریخی وقانونی مفہوم مذہبی وسیاسی تناظر میں، قدیم مذاہب وکتب سماویہ میں اقلیت کا تصور اور ان سے سلوک، ذمیوں کے لئے اسلامی قوانین اور ان کا ارتقا، غیر مسلموں کے حقوق وفرائض اسلامی

تعلیمات کی روشنی میں، ذمیوں کے قوانین اور فقہاء اربعہ، مسلمانوں کا غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک، تاریخی تناظر میں غیر مسلموں سے عہد نبوی ﷺ و خلافت راشدہ میں معاہدات، اموی، عباسی اور ترک مسلم حکمرانوں کا غیر مسلموں سے سلوک مسلم ریاستوں میں غیر مسلموں کے مسائل اور ان کا حل غیر مسلموں کے حقوق و فرائض پاکستان میں عائلی قوانین اور غیر مسلموں کے آئینی حقوق۔ عہد حاضر کی مسلم ریاستوں میں غیر مسلموں سے سلوک/ سیاسی/ مذہبی سلوک/ معاشی سلوک/ قانونی سلوک، قیام پاکستان میں غیر مسلموں کا حصہ، استحکام پاکستان میں غیر مسلموں کا حصہ، پاکستان میں غیر مسلم میڈیا کی آزادی اور معاشرہ پر اس کے اثرات غیر مسلموں کی غلط فہمیاں اور ان کا ازالہ، مسلم ریاست میں غیر مسلموں کے لئے حرام اشیاء کا استعمال اور ان کی خرید و فروخت، غیر مسلموں کے عبادت خانے اور مذہبی آزادی، اہانت رسول اور غیر مسلم حقائق و واقعات۔ اہانت کے اثبات کا طریقہ کار، اہانت ملکی و غیر ملکی قوانین۔ اہانت پر ردعمل کا شرعی طریقہ، غیر مسلم این جی اوز اور ان کی خدمات کا جائزہ، غیر مسلم پر جزیہ ٹیکس کا نفاذ، مذکورہ میں سے کچھ مواد کتب میں محفوظ ہے۔

مقالہ لکھنے میں دلچسپی رکھنے والے اساتذہ کرام سے درخواست ہے ۳۱/مارچ تک صدر یا جنرل سیکریٹری کے پاس اپنا نام اور مقالہ کا عنوان درج کروا دیں مقالہ A×4 سائز کے دس تا پندرہ صفحات پر مشتمل ہو، مقالہ کے آخر میں نمبروار مکمل حواشی اصول تحقیق کے مطابق (یعنی کتاب، مصنف، مطبع، جلد، صفحہ اور سنہ) تحریر کئے جائیں مزید رہنمائی کے لئے انجمن کی ویب سائٹ پر مجلّہ کا مطالعہ فرمائیں۔ پیش کردہ مقالات حسب سابق علوم اسلامیہ انٹرنیشنل میں سیرت ﷺ نمبر کی حیثیت سے شامل اشاعت ہوں گے۔

نوٹ: ۱۔ دینی مدارس اور تمام کالجز کے اساتذہ مقالات تحریر کر سکتے ہیں۔

۲۔ اندرون سندھ کے اسکالرز بھی مقالات تحریر کر سکتے ہیں مہمانوں کے لئے فقط قیام و طعام کا انتظام کیا جائے گا۔

۳۔ مقالات اردو، عربی، سندھی اور انگریزی میں تحریر کئے جا سکتے ہیں۔

۱۵۔ ششماہی علوم اسلامیہ انٹرنیشنل (اردو، عربی، سندھی، انگریزی) کا دوسرا شمارہ ”تعلیم و

تحقیق نمبر“ (صفحات ۲۶۰) شائع ہو چکا ہے جس میں ۱۵؍جنوری ۲۰۰۵ء کو منعقدہ سیمینار میں پیش کردہ مقالات شامل ہیں۔ قیمت ایک سو روپے ہے۔ انجمن کی ویب سائٹ پر مجلّہ کا مفت مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۶۔ علوم اسلامیہ انٹرنیشنل کا تیسرا شمارہ سیرت النبی ﷺ نمبر زیر اشاعت ہے اس شمارہ میں مئی ۲۰۰۵ء کی صوبائی سیرت النبی ﷺ کانفرنس میں پیش کردہ مقالات شامل اشاعت ہیں۔

۱۷۔ ہم نے ۴؍مئی ۲۰۰۵ء کی صوبائی سیرت النبی ﷺ کانفرنس کے موقع پر اپنے مطبوعہ سووینئر میں ۲۰۰۶ء میں عالمی قیام امن کے لئے قومی کانفرنس بعنوان:

”عالمی مذاہب کے درمیان مکالمہ

باہمی خدشات، امکانات اور تصادم،

اسوۂ انبیاء اور کتب مقدسہ کے تناظر میں“

منعقد کرنے کا اعلان کیا تھا ہمارے اس پروگرام کو صوبائی اور وفاقی سطح پر سراہا گیا ہے جس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے روزنامہ جنگ کراچی ۸؍اکتوبر ۲۰۰۵ء کے وفاقی وزارت مذہبی امور کے اشتہار کے مطابق ربیع الاول ۲۰۰۶ء کی قومی وصوبائی سیرت کانفرنسوں کے لئے حکومت نے اسی موضوع کا انتخاب کیا ہے۔ ہمیں جیسے ہی وسائل میسر آئے انشاء اللہ جلد کانفرنس کی تاریخ کا اعلان کردیں گے۔

۱۸۔ ابھی تک اسلامیات کے صرف ایک سو اساتذہ انجمن کے ممبر ہیں جبکہ گورنمنٹ و پرائیوٹ کالجز و ہائر سیکنڈری اسکولز میں اساتذہ کی تعداد دو سو سے زائد ہے لہٰذا ایسے خواتین و حضرات جو ابھی تک تنظیم کے ممبر نہیں بنے ہیں ۱۰۰ روپے ادا کر کے فوری طور سے ممبر شپ حاصل کرلیں۔

۱۹۔ اساتذہ کرام اپنے یا اپنے متعلقین کیلئے رشتوں کے سلسلہ میں ہمارا ”میرج بیورو فارم“ فل کر کے ویب سائٹ پر رشتہ کا اشتہار جاری کرواسکتے ہیں یہ فارم صدر جنرل سیکریٹری یا میرج بیورو کمیٹی کے ممبران سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۲۰۔ ایم فل/ پی ایچ ڈی کے ریسرچ اسکالرز یا داخلہ کے خواہش مندوں کیلئے ”تربیتی نشست“

کا اہتمام کیا جارہا ہے جو خواتین و حضرات اس میں شرکت کے خواہاں ہیں ان سے درخواست ہے فوری طور سے صدر انجمن کے رابطہ نمبر پر اپنے نام کا اندراج کرادیں تاکہ پروگرام کی تفصیلات سے انھیں آگاہ کیا جاسکے۔

۲۱۔ شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی حیات و خدمات

پر ۲۲؍ مارچ ۲۰۰۶ء بوقت صبح نو بجے تا دو بجے بمقام اسلامیہ سائنس کالج انجمن اور اسلامیہ سائنس/ آرٹس کالجز کے تعاون سے سیمینار منعقد کیا جارہا ہے۔ وزیر اعلیٰ سندھ و دیگر اہم شخصیات کی شرکت متوقع ہے۔

تمام کالج اساتذہ بالخصوص اسلامیات کے اساتذہ کو شرکت کی دعوت دی جاتی ہے کچھ ذی علم شخصیات کو اردو، عربی، سندھی، انگریزی میں مقالات لکھنے کی دعوت دی جاچکی ہے جنھیں سماعت فرما کر یقیناً آپ اپنے علم میں اضافہ فرمائیں گے۔

۲۲۔ جو اساتذہ کرام مندرجہ بالا پروگراموں کے حوالہ سے ہمارے ساتھ تعاون کرنا چاہیں یا تجاویز دینا چاہیں ان سے درخواست ہے براہ کرم جلد سے جلد تحریری شکل میں ارسال فرمادیں۔

ہم ایسے تمام اساتذہ کے ممنون ہوں گے جو معقول تجاویز ارسال کریں گے یا ہمارے پروگراموں میں تعاون فرمائیں گے یاد رکھئے اجتماعی کام اجتماعی تعاون سے ہی ممکن ہوتے ہیں اور کامیابی سے ہم کنار ہوتے ہیں۔ واضح رہے 06-02-07 کے خط میں بھی مندرجہ بالا امور کی جانب توجہ دلائی گئی تھی۔

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی
صدر انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کالجز کراچی سندھ (رجسٹرڈ)

موضوع: ۲۲ مارچ بمطابق ۲۱ صفر کو علامہ عثمانیؒ پر خصوصی صفحہ شائع کرنے کی درخواست

جناب ایڈیٹر صاحب..........

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب والا جیسا کہ آپ کے علم میں ہے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے قیام واستحکام پاکستان کے لیئے قائداعظم کے شانہ بشانہ خصوصی خدمات انجام دیں اور اتحاد ملت اسلامیہ کی علامت بنے رہے۔

۲۲ مارچ کو علامہؒ کی وفات کی مناسبت سے اسلامیہ سائنس آرٹس کالجز میں جہاں علامہؒ مدفون ہیں۔ تین نشستوں پر ایک سیمینار منعقد کیا جارہا ہے۔ جسمیں علامہ کے عقیدت مند علماء، پروفیسرز ومقتدر شخصیات اردو، عربی، سندھی اور انگریزی میں تحقیقی مقالات پیش کریں گے۔ علامہ کے عقیدت مندوں کی خواہش ہے اس موقع پر آپ کا اخبار حسب سابق ۲۲ مارچ کو علامہ پر خصوصی صفحہ شائع کرے۔

اس سلسلہ میں کچھ مضامین بھی پیش خدمت ہیں۔

یاد رکھیئے اگر ہم اپنے محسنوں کو یاد نہیں رکھیں گے تو آنے والی نسل نہ ہمیں معاف کرے گی اور نہ یاد رکھے گی۔

ہم امید کرتے ہیں آپ اس مسئلے پر خصوصی توجہ فرمائیں گے۔

بمقام اسلامیہ سائنس کالج، گرومندر کراچی پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی،
بتاریخ: ۲۲ مارچ ۲۰۰۶ء مطابق ۲۱ صفر المظفر ۱۴۲۷ھ/ صدر انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کالجز کراچی سندھ
بوقت: صبح ۱۰ بجے جنرل سیکریٹری پروفیسر عبدالحفیظ

0300-2919228,021-260921

چیف ایڈیٹر کے نام وزیر اعظم شوکت عزیز کا خط اور وزیر اعلیٰ کو ہدایت

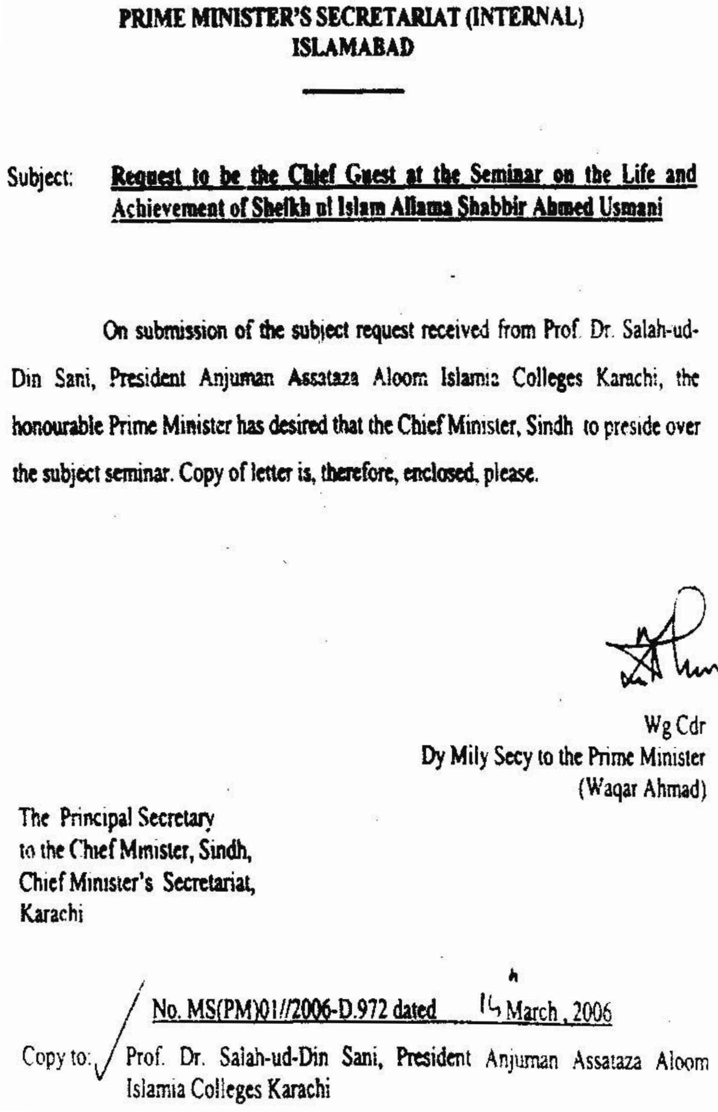

PRIME MINISTER'S SECRETARIAT (INTERNAL)
ISLAMABAD

Subject: **Request to be the Chief Guest at the Seminar on the Life and Achievement of Sheikh ul Islam Allama Shabbir Ahmed Usmani**

On submission of the subject request received from Prof. Dr. Salah-ud-Din Sani, President Anjuman Assataza Aloom Islamia Colleges Karachi, the honourable Prime Minister has desired that the Chief Minister, Sindh to preside over the subject seminar. Copy of letter is, therefore, enclosed, please.

Wg Cdr
Dy Mily Secy to the Prime Minister
(Waqar Ahmad)

The Principal Secretary
to the Chief Minister, Sindh,
Chief Minister's Secretariat,
Karachi

No. MS(PM)01//2006-D.972 dated 14th March, 2006

Copy to: Prof. Dr. Salah-ud-Din Sani, President Anjuman Assataza Aloom Islamia Colleges Karachi

چیف ایڈیٹر کے نام گورنر سندھ جناب ڈاکٹر عشرت العباد کا خط

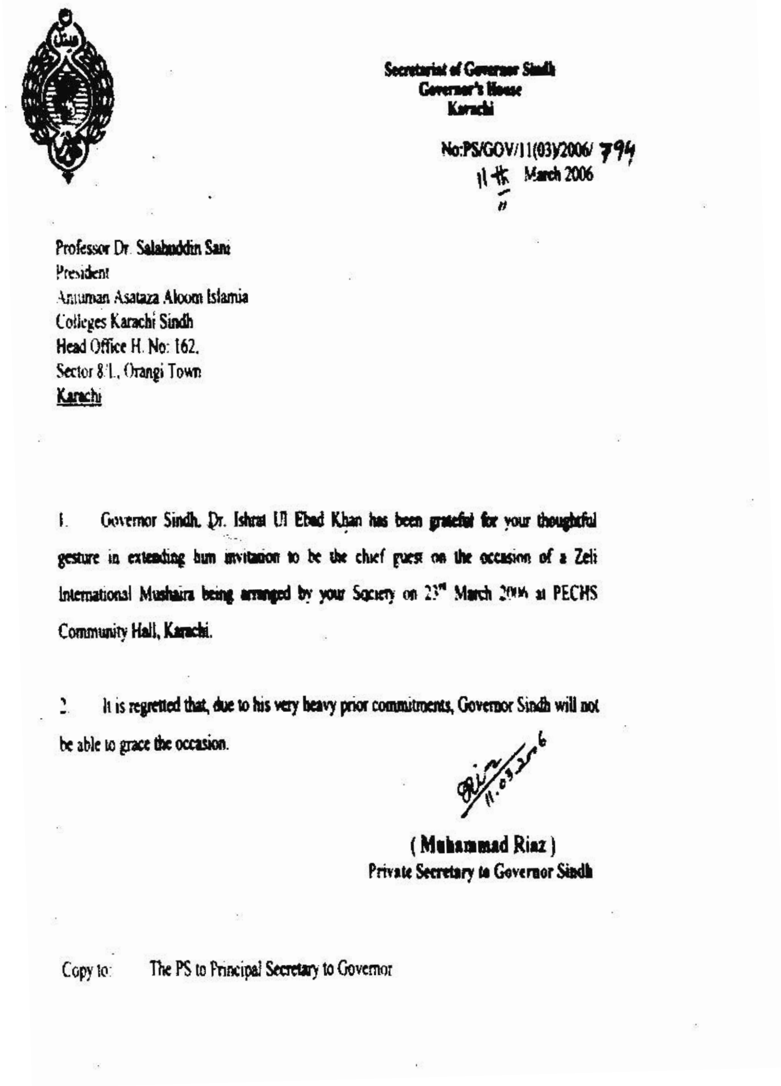

Secretariat of Governor Sindh
Governor's House
Karachi

No:PS/GOV/11(03)/2006/ 794
11th March 2006

Professor Dr. Salahuddin Sani
President
Anjuman Asataza Aloom Islamia
Colleges Karachi Sindh
Head Office H. No: 162,
Sector 8/L, Orangi Town
Karachi

1. Governor Sindh, Dr. Ishrat Ul Ebad Khan has been grateful for your thoughtful gesture in extending him invitation to be the chief guest on the occasion of a Zeli International Mushaira being arranged by your Society on 23rd March 2006 at PECHS Community Hall, Karachi.

2. It is regretted that, due to his very heavy prior commitments, Governor Sindh will not be able to grace the occasion.

11.03.2006

(Muhammad Riaz)
Private Secretary to Governor Sindh

Copy to: The PS to Principal Secretary to Governor

رپورٹ سیمینار علامہ عثمانیؒ

جب تک پاکستان کا پرچم لہراتا رہے گا علامہ عثمانی کا نام زندہ و پائندہ رہے گا

رکن قومی اسمبلی عابد علی امنگ

علامہ عثمانی سید سلیمان ندوی کے مزارات کی بے حرمتی کرنے والوں کے خلاف کاروائی کی جائے گی نائب ٹاؤن ناظم جمشید ٹاؤن عارف آجاکیا

علامہ عثمانی نے دو قومی نظریہ کو فروغ دیا اور سرحد کا ریفرنڈم اور قرارداد مقاصد کو پاس کروایا

مولانا اسعد تھانوی

مسلم لیگ کے دور حکومت میں مسلم لیگی عالم دین کے مزار کی بے حرمتی حکومت کے منہ پر طمانچہ ہے مولانا تنویر الحق تھانوی

علامہ عثمانی نے قیام واستحکام پاکستان میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ڈاکٹر صلاح الدین ثانوی ۔صدر انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ

سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے رکن قومی اسمبلی عابد علی امنگ نے کہا کہ جب تک پاسکتان کا پرچم لہراتا رہے گا جب تک پاسپورٹ پر پاکستانی پرچم رہے گا علامہ عثمانی زندہ رہیں گے۔ موصوف متحدہ قومی موومنٹ کی جانب سے سیمینار میں کلیدی خطاب کرتے ہوئے الطاف حسین کی جانب سے سیمینار کے انعقاد پر انجمن اساتذہ کے عہدیداران بالخصوص ڈاکٹر صلاح الدین ثانی کو مبارک باد پیش کی۔

علامہ عثمانی کی وفابت کی مناسبت سے مورخہ ۲۲ مارچ ۲۰۰۶ء کو بمقام اسلامیہ سائنس کالج بعنوان ''محسن پاکستان شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، حیات و خدمات'' پر منعقد ہوا پہلی نشست کا آغاز صبح دس بجے ہوا جس کے مہمان خصوصی مولانا احترام الحق تھانوی اور صدر جلسہ مولانا اسعد تھانوی صاحب تھے۔ پہلی نشست میں اسلامیہ سائنس و آرٹس کے طلباء و طالبات کے درمیان علامہ عثمانی پر کوئز مقابلہ منعقد ہوا جو برابر رہا۔ تقریری مقابلہ میں طلبہ و طالبات نے علامہ پر

اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور قومی وملی نغمے پیش کیے۔

پہلی نشست کے اختتام پر پرنسپل اسلامیہ کالج محمد یوسف کی معیت میں علماء ومہمانان گرامی نے علامہ عثمانی اور علامہ سید سلیمان ندوی کی مزارات پر فاتحہ خوانی کی اور مزارات توڑنے جانے اور بے حرمتی کے اوقعہ اور حکومت کی بے پرواہی اور متوجہ کرنے کے باوجود بے حسی کے رویہ پر پر سخت وغم وغصہ کا اظہار کیا گیا۔

اس موقع پر انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کے صدر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی نے حاضرین کو آگاہ کیا کہ مزارات کی بے حرمتی کے واقعہ پر اسلامیہ کالجز کے پرنسپلز واساتذہ کرام کی کوششوں سے ایف آئی آر تو کٹ گئی ہے لیکن نہ تو گستاخ کے خلاف کاروائی ہوئی نہ ہی مزارات کی تعمیر ہوئی۔

انجمن کے صدر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی نے بتایا کہ انہوں نے مسلم کے صدر چوہدری شجاعت حسین ، جناب اعجاز الحق وفاقی وزیر مذہبی امور، وزیر اعلی سندھ اور سٹی ناظم کراچی مصطفیٰ کمال کو نہ صرف صورتحال سے آگاہ کیا بلکہ سیمینار میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ لیکن کسی نے ایکشن لینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ وزیر اعظم شوکت عزیز نے اپنی جانب سے سیمینار میں شرکت کے لیے وزیر اعلیٰ سندھ کو حکم دیا تھا لیکن وزیر اعلیٰ نے کوئی تحریری جواب دینے کی زحمت گوارا نہیں کی اور نہ شرکت نہ کرنے سے معذرت کی۔

دوسری نشست کے آغاز سے قبل علامہ عثمانی کی نیابت کرتے ہوئے مولانا اسعد تھانوی اور مولانا تنویر الحق تھانوی نے پرچم کشائی کی۔ دوسری نشست کے مہمان خصوصی جمشید ٹاؤن کے نائب ناظم عارف اجکیا صاحب اور صدر جلسہ پروفیسر اے کے شمس تھے

علامہ عثمانی پر تحقیقات کرنے والے جن محققین کو یادگاری شیلڈز پیش کی گئی ان میں مفتی تقی عثمانی (سابق جج وفاقی شرعی عدالت) فتح الملہم کی تکمیل پر مولانا ولی رازی (سابق صوبائی وزیر مذہبی امور) کو علامہ پر پی ایچ ڈی کرنے پر مولانا عبد القیوم حقانی (مہتمم جامعہ ابی ہریرہ و ایڈیٹر القاسم) کو علامہ پر خصوصی نمبر شائع کرنے پر، پروفیسر سید شعیب اختر کو علامہ پر پی ایچ ڈی کی تکمیل پر پیش کیا گیا انجمن کی جانب سے ڈاکٹر صلاح الدین ثانی نے پروفیسر محمد یوسف پرنسپل اسلامیہ سائنس کالج اور پروفیسر عبد الستار پرنسپل اسلامیہ سائنس کامرس کالج کو یادگاری شیلڈز پیش

کیس اور طلباء وطالبات کو اسناد دی اور مکتبہ یادگار شیخ الاسلام کی کتب انعامات میں اور مہمانوں و اساتذہ کرام کو مجلہ علوم اسلامیہ کے شمارے دیئے گئے۔

مولانا تنویر الحق تھانوی نے فرمایا علامہ نے ڈنکہ کی چوٹ پر مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور قائداعظم کے شانہ بشانہ دو قومی نظریہ کو مقبول بنایا اور آخری سانس پر قیام پاکستان پر فخر کرتے رہے۔

مولانا اسعد تھانوی نے کہا کہ علامہ نے سرحد کے ریفرنڈم میں مسلم لیگ کو کامیاب کرایا اور قرارداد مقاصد کو اسمبلی سے منظور کروایا۔ پروفیسر اے کے شمس نے کہا کہ علامہ نے سیاست میں ہمارے لیے رول ماڈل کی حیثیت رکھتے تھے۔ پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانوی نے کہا کہ علامہ عثمانی نے قیام واستحکام پاکستان میں مرکزی کردار ادا کیا پروفیسر بدرالدین نے علامہ کی تفسیری خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اس کی خوبیاں بیان کیں۔

پروفیسر ڈاکٹر فرحت عظیم نے علامہ کی سیاست خدمات کو اجاگر کیا۔ ڈاکٹر انصار الدین مدنی نے علامہ کی حیات کے درخشاں پہلوؤں کی وضاحت کی۔ پروفیسر نسرین وسیم نے علامہ کی احادیث کے حوالے سے خدمات پر روشنی ڈالی۔ بشری بیگ نے علامہ کی ادبی وعلمی خدمات کے نمونے پیش کی ہے۔ پروفیسر سید شعیب اختر نے ملی اور علمی خدمات کو اجاگر کیا۔ ڈاکٹر اشرف سموں نے تصنیفی خدمات کا تعارف کروایا۔ پروفیسر محمد مشتاق کلوٹا نے قرارداد مقاصد پر خیالات کا اظہار کیا۔ علامہ سعید احمد صدیقی نے سوانح حیات کو نمایاں کیا جبکہ پروفیسر محمد بلال نے علمی وتدریسی خدمات کو بیان کیا۔ سیمینار صبح دس بجے شروع ہو کر تین بجے اختتام پذیر ہوا۔ سیمینار کے اختتام پر درج ذیل مطالبات کیے گئے۔

۱۔ علامہ کے مزار کی دوبارہ تعمیر کی جائے اور سرکاری طور پر گارڈ کا تقرر کیا جائے۔

۲۔ وفاقی اردو یونیورسٹی میں علامہ عثمانی چیئر قائم کی جائے۔

۳۔ علامہ سید سلیمان ندوی پر سیمینار کے انعقاد کا اعلان کیا گیا جس کی تاریخ کا اعلان بعد میں کیا جائے گا

۴۔ ربیع الاول کی آمد کی مناسبت سے حکومت سندھ سے مطالبہ کیا گیا کہ قومی سیرت کانفرنس اسلام آباد کی طرز پر صوبائی سیرت النبی ﷺ کانفرنس منعقد کی جائے۔

اختتام پر مولانا اسعد تھانوی نے دعا کروائی اور مہمانوں کی کھانے کے ذریعے تواضع کی گئی۔

اہم اخبارات کی خبریں و تبصرے

(روزنامہ **جنگ** کراچی ہفتہ ۱۸ اپریل ۲۰۰۶ء نوجوانوں کا صفحہ)

انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کے تحت سیمینار کا انعقاد

گزشتہ دنوں انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کالجز کراچی کے تحت اسلامیہ سائنس کالج میں محسن پاکستان شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی” کی حیات و خدمات پر سیمینار کا انعقاد ہوا۔ سیمینار دو نشستوں پر مشتمل تھا۔ تقریب میں نظامت فرائض پروفیسر مفتی عمار اور پروفیسر ثناء اللہ نے انجام دیئے پہلی نشست کے مہمان خصوصی مولانا احترام الحق تھانوی اور صدر جلسہ مولانا اسعد تھانوی تھے۔ اس نشست میں طلباء و طالبات کے درمیان ذہنی آزمائش اور تقریری مقابلہ ہوا، بعد ازاں قومی و ملی نغمہ پیش کیے گئے۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مولانا تنویر الحق تھانوی نے کہا کہ علامہ نے ڈنکے کی چوٹ پر مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور قائداعظم کے شانہ بشانہ دو قومی نظریہ مقبول بنایا۔ مولانا اسعد علی تھانوی نے کہا کہ مولانا نے سرحد کے ریفرنڈم میں مسلم لیگ کو کامیاب کرایا اور قرارداد مقاصد کو اسمبلی میں منظور کروایا۔

دوسری نشست کے مہمان خصوصی ناظم جمشید ٹاؤن عارف آجا کیا اور صدر جلسہ پروفیسر اے کے شمس تھے، دریں اثناء علامہ شبیر احمد عثمانی پر تحقیقات کرنے والے جن محققین کو یادگاری شیلڈ پیش کی گئیں، ان میں مفتی تقی عثمانی، مولانا ولی رازی، مولانا عبدالقیوم حقانی، پروفیسر سید شعیب اختر

شامل ہیں

سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے رکب اسمبلی عابد علی امنگ نے کہا کہ جب تک پاکستان کا پرچم لہراتا رہے گا اور جب تک پاکستان کے پاسپورٹ پر پاکستانی پرچم رہیگا، علامہ عثمانی زندہ رہیں گے۔ علامہ سعید احمد صدیقی نے کہا کہ علامہ شبیر احمد عثمانی قائداعظم کے دست راست تھے اور سلہٹ کے ریفرنڈم کی کامیابی میں ان کا بنیادی کردار تھا لیکن آپ نے پاکستان کے خزانے سے اپنی ذات کیلئے کچھ نہیں لیا صرف دو کمروں میں جو مستعار لئے تھے، اپنی زندگی گزاری، کاش ہمارے سیاستداں انکی پیروی کرتے تو آج قومی خزانہ غریبوں کیلئے بھرا ہوتا۔ پروفیسر نسرین وسیم نے کہا کہ آپ ایک بہت بڑے محدث، جلیل القدر مفسر، عظیم المرتبہ متکلم، بہترین مقرر اور بلند پایہ سیاست داں تھے۔ شبیر احمد ایک اصول حیات، ایک زاویہ فکر اور ایک پیام زندگی کا نام تھا۔ پروفیسر اے کے شمس نے کہا کہ علامہ سیاست میں ہمارے لئے رول ماڈل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سیمینار سے سید پروفیسر شعیب اختر، ڈاکٹر صلاح الدین ثانی، پروفیسر محمد مشتاق کلوٹا، پروفیسر بدرالدین، پروفیسر ڈاکٹر فرحت عظیم، ڈاکٹر انصار الدین مدنی، بشریٰ بیگ، ڈاکٹر اشرف سموں، اور پروفیسر محمد بلال نے بھی خطاب کیا۔

ہفت روزہ اخبار المدارس 6 اپریل 2006ء

قوم نے تحریک پاکستان میں شریک علماء کو بھلا دیا شیخ الاسلام سیمینار سے مقررین کا خطاب

اللہ تعالیٰ نے علامہ عثمانی کو بے پناہ اجتہادی قوتوں سے نوازا تھا،

مولانا اسعد تھانوی، اور دیگر کا سیمینار سے خطاب

کراچی (نمائندہ خصوصی) انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کالجز، گورنمنٹ اسلامیہ سائنس کالج اور گورنمنٹ اسلامیہ آرٹس اینڈ کامرس کالج کے زیر اہتمام بدھ 22 مارچ کو ”محسن پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی حیات و خدمات“ کے عنوان سے سیمینار کا انعقاد کیا گیا جس سے مولانا اسعد تھانوی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کا قیام علماء کرام کی کوششوں اور

شرکت کے نتیجے میں ممکن بنا دیا۔ انہوں نے کہا کہ علامہ شبیر احمد عثمانی کی جدو جہد نے تحریک پاکستان کو ایک نیا جذبہ دیا اور مسلمانوں میں آزادی کی روح پھونکی لیکن آج پاکستان کی بدقسمتی ہے کہ ہم نے اپنے اسلاف اور تحریک پاکستان میں شریک علماء کرام کو بھلا دیا ہے۔ مولانا تنویر الحق تھانوی نے کہا کہ ہمارے اسلاف نے سخت محنت کے بعد ہمیں ایک آزاد سرزمین دی لیکن ہم اس کی قدر نہ کرسکے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے علامہ عثمانی کو بے پناہ اجتہادی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ متحدہ قومی موومنٹ کے رکن قومی اسمبلی عابد علی امنگ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ علامہ شبیر احمد عثمانی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے پہلی بار پاکستان کا پرچم لہرایا اور جب تک یہ پرچم لہراتا رہے گا ان کا نام زندہ وجاوید رہے گا۔ اس موقع پر انہوں نے الطاف حسین کی جانب سے منتظمین سیمینار کو مبارک باد بھی پیش کی، سیمینار سے ٹاؤن ناظم جمشید ٹاؤن عارف آجا کیا، سابق رکن قومی اسمبلی پروفیسر اے کے شمس، پرنسپل اسلامیہ سائنس کالج یوسف علی اور صدر انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کالجز پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی نے بھی خطاب کیا۔

مولانا عبدالقیوم حقانی کے لئے ایوارڈ پر معروف مذہبی مجلّہ ماہنامہ القاسم جون ۲۰۰۶ء کا تبصرہ

مولانا جامعہ ابوہریرہ، اور القاسم اکیڈمی نوشہرہ کے ایک چھوٹے سے دیہات خالق آباد میں مصروف کار ہیں۔ دیہاتی ماحول، وسائل کی قلت اور مسائل، لازمہ حیات ہیں، مگر بایں ہمہ جب فیاض ازل خالق ارض وسما کی توفیق رفیق ہو تو مسائل بھی وسائل بن جاتے ہیں۔ پٹھانوں اور پھر خالص دیہاتی ماحول میں علمی وادبی کام، بلند اشاعتی معیار، محض فضل غفار ہے جس پر ادارہ کے خدام بارگاہ بے نیاز میں، نہایت نیازمندی کے ساتھ سربسجود ہیں۔ علامہ عثمانی نمبر کیا چھپا کہ ملک وبیرون ملک سے پذیرائی وتبریک کے پیغامات ملے۔ پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ ختم ہوگیا۔ اب دوسرے ایڈیشن کی تیاری شروع ہے۔ اس اثناء میں ''انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ'' کے صدر، پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی کے دو مکتوب گرامی موصول ہوئے۔ پہلا کراچی میں علامہ عثمانی سیمینار میں حاضری اور ایوارڈ کی وصولی کا دعوت نامہ اور دوسرا ایوارڈ کے سلسلے میں تفصیلی گفتگو کا۔

مولانا عبدالقیوم حقانی پہلے سے طے شدہ سفر کے پیش نظر تقریب میں شریک نہ ہو سکے تو مولانا سعید احمد صدیقی صاحب نے ثانی صاحب کی طرف سے وزیر اعلیٰ سندھ ڈاکٹر جناب ارباب رحیم صاحب کی طرف سے ایوارڈ وصول کیا۔ دنیوی ایوارڈ ایک اعزاز و استناد تو ہوتا ہے، مگر اصل چیز تو بارگاہ الوہیت میں قبولیت ہے۔ ستار العیوب آخرت میں ذنوب پر پردہ فرمادے اور گناہ معاف فرمادے۔ بس تمام مساعی کا یہی ہدف ہونا چاہئے .... (ادارہ)

دعوت نامہ

گرامی قدر جناب مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! جناب والا جیسا کہ آپ کے علم میں ہے، ہماری انجمن اور گورنمنٹ اسلامیہ سائنس کالج/گورنمنٹ اسلامیہ آرٹس کامرس کالج کے زیر اہتمام مورخہ ۲۲ مارچ ۲۰۰۶ بروز بدھ بوقت صبح ۱۰ بجے دن بمقام گورنمنٹ اسلامیہ سائنس کالج گرومندر کراچی سیمینار بعنوان محسن پاکستان شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ منعقد ہو رہا ہے۔ جس کے افتتاح کی وزیر اعلیٰ سندھ ارباب رحیم صاحب سے درخواست کی گئی ہے۔ دیگر مقتدر شخصیات کی شرکت متوقع ہے۔ اس کانفرنس میں آپ کو "علامہ عثمانی ؒ یادگاری ایوارڈ دینا" قرار پایا ہے.......... لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ آپ خود تشریف لاکر اپنا ایوارڈ وصول فرمائیں یا اپنے نمائندے کو بھیج دیجئے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ وقت نکال کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

ممبر رابطہ کمیٹی وصدر انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کالجز کراچی ۰۶۔۰۳۔۱۷

مکتوب ثانی: گرامی قدر جناب مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے مزاج عالی بخیریت ہوں گے۔ ماشاء اللہ آپ بڑی علمی و تصنیفی خدمات انجام دے رہے ہیں، جسے خراج تحسین پیش کرنا ہمارے اکابر کی ذمہ داری تھی۔ ہماری تنظیم جو کراچی کے ڈھائی سو سے زائد کالجز میں علوم اسلامیہ سے وابستہ اساتذہ کی نمائندہ رجسٹرڈ تنظیم ہے، میں اس کا صدر ہوں، اس کی جانب سے آپ کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے ایک چھوٹا سا ایوارڈ پیش خدمت ہے۔ جس کا مقصد اعتراف خدمت ہے۔ چند ماہ قبل ہم نے علامہ عثمانی ؒ پر

سیمینار کے انعقاد کا اعلان کیا تھا۔ جہاں دیگر شخصیات (علامہ تقی عثمانی صاحب وغیرہ) کو علامہ عثمانی پر پی ایچ ڈی مقالے لکھنے اور ان کی خدمات کو آگے بڑھانے پر ایوارڈ دینے کا فیصلہ ہوا تھا، وہیں آپ کے علامہ عثمانی نمبر کی اشاعت پر آپ کو بھی یہ ایوارڈ دیا جا رہا ہے، ہمارا مزاج بن گیا ہے، محسنوں کو بھول جانا، چاپلوسوں اور ابن الوقتوں کو یاد رکھنا، آپ نے نمبر شائع کر کے عہد حاضر کے علماء و طلباء پر احسان فرمایا ہے

مکتوب ثالث: انجمن کی جانب سے علامہ عثمانی پر خصوصی نمبر کی اشاعت اور آپ کی عظیم علمی خدمات کے اعتراف میں یادگاری ایوارڈ پیش کیا گیا ہے۔ آپ نے اسے قبول فرما کر عزت افزائی کی جس پر میں اپنی، اپنے عہدیداران و ممبران اور ۲۵۰ کالجز کے علوم اسلامیہ سے وابستہ اساتذہ کرام کی جانب سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

انجمن کیلئے انتہائی اعزاز کی بات ہے کہ اس نے علامہ عثمانیؒ پر سیمینار منعقد کیا جس میں اردو عربی سندھی اور انگریزی میں تحقیقی مقالات پیش کئے گئے۔

نوٹ صوبہ سندھ کے سرکاری آرڈر کے مطابق تعلیم سے وابستہ تمام تنظیموں پر پابندی ہے اس لیے ۲۰۰۶ سے انتخابات نہیں کرائے جا سکے

اساتذہ کرام بالخصوص

عہدیداران، اراکین و ممبران سے خصوصی درخواست

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے ہماری خواہش ہے انجمن کے آئین کے مطابق زیادہ سے زیادہ سیمینارز، کانفرنسیں اور ورکشاپ منعقد کریں لیکن محدود وسائل کے سبب اس پر عمل کرنا دشوار ہوتا ہے۔

بعض اساتذہ کی رائے تھی کہ یہ اخراجات اساتذہ کرام اپنی تنخواہوں سے ادا کریں۔

لہٰذا ہم تمام اساتذہ سے درخواست کرتے ہیں وہ دام درم سخنے صوبائی و قومی سیرت کانفرنس کے لیے فوری تعاون سے آگاہ فرمائیں تاکہ پروگرام کی تفصیلات کا جلد سے جلد اعلان کیا جا سکے۔

میں ان اساتذہ کا انتہائی شکر گذار ہوں جنہوں نے اب تک تعاون فرمایا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

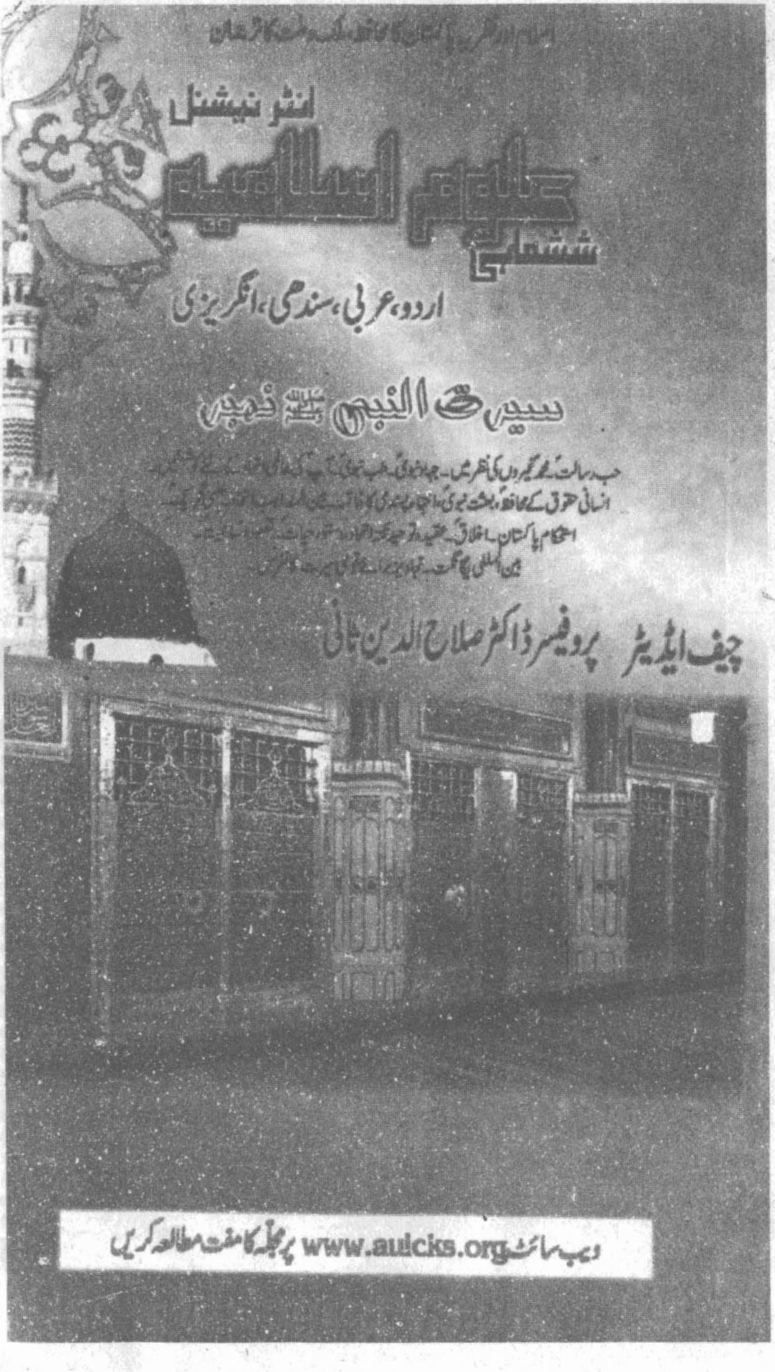

انٹرنیشنل

علوم اسلامیہ

ششماہی

اردو، عربی، سندھی، انگریزی

سیرت النبی ﷺ نمبر

چیف ایڈیٹر پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

ویب سائٹ www.aulcks.org پر مجلہ کا مفت مطالعہ کریں

گوشه عربی

شيخ الاسلام امام المفسرين الشيخ شبير احمد العثماني

حياته ومساعيه الدينية

☆الاستاذ ثناء الله محمود

كان من العلماء الباهرين والفضلاء المشهورين في العلم والكمال وانه كان من رجال الذين اتوا من علمهم وسعيهم موقفا لا يكادان ياتي احد بمثله بانه كان في وقت واحد محدثا ومفسرا ، ومدرسا ومحققا صاحب اسرار الدين ، واديبا كاملا داعيا الى الله خطيبا مسكتا بليغا وحاذقا بامور الدين ، والسياسة الملكية والاجتماعية.

كان في العلم تلميذا ذكيا رشيدا للعلام والفهام صاحب المعقول والمنقول شيخ الهند (بل يكون احسنا ان يقال شيخ العرب والعجم في زمانه) مولانا محمود حسن الديوبندي قدس سره.

وكان استاذا عليما حاذقا لاكابر المسلمين منهم المفتي كفايت الله الدهلوي المفتي الاعظم في الهند ، سيد الاحرار عبيد الله السندي الحفاظ ، المحدث الكبير ، شارح صحيح البخاري السيد انور الشاه الكشميري رحمهم الله تعالى اجمعين.

نعم انه هو ، اظن انكم قد فهمتم وعلمتم انه شيخ الاسلام مولانا شبير احمد العثماني قدس سره كان نبيرا في النسب للشاه ولي الله رحمه

☆الكلية الاسلامية الفنون والاقتصاد كراتشي

الله، ونبیرا فی العلم الامام محمد قاسم النانوتوی و نبیرا فی السیاسة لشیخ الهند محمود الحسن الدیوبندی رحمهم الله تعالیٰ

نبذة ما کتبه شیخ الاحناف، العلامة الحبر المحقق والناقد صاحب التصانیف الکثیرة والمآثر الشهیرة محمد زاهد الکوثری رحمه الله رحمة واسعة (آمین)

انه کتب

"الی حضرة العلامة المحدث الناقد الفقیه البارع العالم الربانی فخر المذهب النعمانی مولانا الشیخ شبیر احمد العثمانی اطال الله بقاءه فی صحة و عافیة وو فقه لکل خیر و نفع بعلومه المسلمین .

السلام علیکم و رحمة الله وبرکاته ،وبعد ، فقد کان من حسن حظیان اتعرف الی الاستاذین الجلیلین المنتدبین من قبل المجلس العلمی الموقر بطبع خاصة بمصر القاهرة فانشرح صدری جدا مما علمت من حضراتهما من احوال اخواننا فی الهند فی سبیل احیاء معالم العلم بما یرضی الله ورسوله .

وکنا نعلم شیئا من ذلک قبل و لکن اینما کنا نعلمه مما استفدنا من حضراتهما فی هذا الصدر وبالامس شرفا منزلی وقدما الی(فتح الملهم فی شرح صحیح مسلم)من مؤلفاتکم الزاجرة فعظم سروری و ابتهاجی بذلک جدا و کلما درسته ازددت اعجابا بالکتاب ، فانتم یا مولانا فخر الحنفیه فی هذا العصر حقا .

ابدیتم بشرح صحیح مسلم هذا عن علم غزیر و فضل فیاض فی هدو

ء تامة وسكينة كاملة فى كل اخذ ورد كما هو شأن ارباب القلوب من السلف الصالح، فأشكركم باسم العلم على علمكم النافع هذا كما الشكر كم عظيم شكر على هديتكم القيمة هذه.

وادعو الله سبحانه ان يؤفقكم لامثال امثاله من التأليف النافعة فى خير وعافية ، فالواجب على هذا العاجز ان يرتع فى حياته ويعكف على دراسته بقدر ما يسمح له صحته ليكون ذلك ذخرا لآخرتى وتنويرا لقلبى، ونظرة عجلى في الكتاب اظهرت لى عن كنز ثمين وكم كان سرورى عظيما من تلك المقدمة النفيسة فى مصطلح الحديث وفى شرح مقدمة صحيح مسلم فانها مما لم اره مسطرا فى موضع واحد بهذا وهذا التحقيق وطريقتكم البديعة فى شرح الكتاب مما يخضع لبالغ اسقامة كبار اهل العلم سلفا وخلفا فماذا يكون قول مثلى من المتطفلين على العلم سوى الاكبار والاجلال ،

اطال الله بقاءكم فى عافية كاملة وصحت تامة ونفع بعلومكم المسلمين، فى الختام ارجو من مولانا الدعاء لى بحسن الخاتمة.

ايها القارى: هذا تثمين وتحية من العالم الكبير الشهير فى العالم الاسلامى لشيخ الاسلام انه بارك جهوده مباركة واعترف بشانه فى العلم والتحقيق وانه كان حقيقا للثناء والتثمين فى تفريغه لاوقات فى تحقيق العلم وتدريس الكتب ، وتاليف الكتب من الحديث والتفسير والفقه والكلام بالرغم انه كان قائدا سياسيا فى الحركة السياسية لحرية الباكستان .

فحق علينا ان نذكر نبذة من ثقاهة علمه وحذاقة فهمه ونبذة من

السياسة. فكم من علماء الهند والعرب اعترفوا حقه واثنوا عليه على موقف من العلمية والتحريكية وعلى سائر شئون المدرسة والمنظمة السياسية.

فحسبكم باعتراف الشيخ محمد زاهد لكوثرى كما قراتم سابقاء و من اهم الثناء لتثمين الذى قال له حكيم الامة الشاه محمد اشرف على التهانوى حين حضر لعيادته فى مرضه الوفات فقال حكيم الامة قدوقفت مكتبى كلها سوى كتبين احدهما التفسير العثمانى والثانى الكتاب المسمى بجمع الفوائد . فمن قول حكيم الامة يقاس على قدر تفسيره فى عين حكيم الامة عليه الرحمة.

وقدا ثناه على تفسيره سيد الاحرار عبيد الله السندى عليه الرحمة مارای اولا فوائد التفسير حين قيامه فى المكة المكرمة فقال "اظن انه عمل فيه روح شيخ الهند والاجود تفسير مثله خارجة عن فهمى وخاطرى "

وقال امام العصر فى زمانه (فقها و حديثا) العلامة محمد انور شاه الكشميرى " قد احسن العلامة العثمانى الى المجتمع الاسلامى حيث صنف التفسير العثمانى "

قد اصاب العلامة الكشميرى واجاد فيما قال فى جملة واحدة ، ولايمكن ان حسن الثناء فى جملة بمثله.

"واجاد شيخ الاسلام سيد حسين احمد المدنى حيث قال "

قد جعل الله تعالى بفضله وكرمه للعلامة شبير احمد العثمانى شمسا مضيأ لمجتمع الاسلامى ، فذكاءه و خطابة عديم المثل ، وكتابة عديم المثل ، وحفظه عديم المثل ، و تبحره المتعجب وكل هذه الاوصاف

ليس يمكن ان يدخل احد فيه، و قد عطف الله تعالیٰ نظر العثمانی و همته الی تكميل الفوائد و ازالة المغلقات و بهٰذا اقام حجة بالغة عديم النظير خصوصاً لاهل الهند و عموما لعالم الاسلامی كلها .

واقول متيقنا ان شيخ الاسلام العثمانی اغنی المسلمين من التفاسير الضخمة بتصنيف التفسير العثمانی والقی البحر فی القرب الصغير .

وقد اعطی الله سبحانه و تعالیٰ شيخ الاسلام شبير احمد العثمانی ملكة باهرة و ذوقا مستمرا فی الحديث النبوی الشريف حيث درس فی دارالعلوم الديوبند والف فی شرح الصحيح الامام المسلم شرحا وافيا، و لهٰذا قال العلامه الكشميری ان مولانا شبير احمد عثمانی محدث زمانه و مفسر و متكلم لا شک فيه ولا اعلم احدا من خدم الصحيح الامام المسلم احسن منه.

وقد مر آنفا ان الشيخ محمد زاهد الكوثری حسن فی مقدمة شرح المسلم واعترف انه محقق و محدث و مفسر و فقه و متكلم فی زمانه .

الحاصل ان شيخ الاسلام شبير احمد العثمانیؒ لا يحتاج فی ثبوت علمه و فضله لاقوال غيره فحسبكم تاليفاته و خطباته يظهر بها انه كان هكذا والدعوٰی ثابت و مضيئی مثل ضوء القمر حين يكون بدرا كاملا .

فنكتب اخيرا تاركا ذكر خطاباته وسياسته وحذاقته فی الفقه والكلام اسماء الكتب التی حررها و صنفها الشيخ شبير احمد العثمانی و من اهم خطباته.

(۱) الاسلام(مكتوب فی ۱۹۱۱ء)(۲)العقل والنقل مكتوب فی ۱۹۱۶ء

(۳) اعجاز القران (۴) الشبهات مکتوب فی ۱۹۲۴ء

(۵) معارف القرآن مکتوب فی ۱۳۱۳ (۶) الدار الآخرة ۱۹۱۲ء

(۷) هدیه سنیه (۱۹۱۸) (۸) المکررات لماذا جیء القرآن (الاردية ۱۳۲۸)

(۹) التحقیق فی خطبة الجمعة (۱۰) تراقب فی دارالتمثیل (سینما)

(۱۱) لطائف الحدیث (۱۲) الحجاب الشرعی

(۱۳) سجود الشمس ۱۳۳۳ (۱۴) خوارق العادة (المعجزات ۱۹۲۷ء)

(۱۵) الروح فی القرآن (۱۶) التشریح لوقعة الدیوبند ۱۳۳۳ .

وخطباته المشهورة

(۱) الخطبة فی ترک الموالات .

(۲) الخطبة فی الموءتمر مسلم لیغ المنعقدة فی میرت ۱۹۴۰

(۳) الموتمر جمعية العلماء الاسلام ۱۹۴۶ (المنعقدة فی لاهور)

(۴) الخطبة فی داکه ، ۱۹۴۹ء

(۵) الخطبه قرار المقاصد (قرار داد مقاصد) ۱۹۴۹ء

(۶) مراسلات السیاسیة ۱۹۴۰ ء .

(۷) مکالمة الصدرین ۱۹۴۵ .

(۸) الخطاب مؤتمر کل هند (المنعقدة فی کلکته ۹

وتلک الخطبات جزء اهم فی تاریخ الباکستان ، وهدایة لطالبی السیاسة فی کل الاوقات من شاء فلیراجع الیها .

واخیرا ندعوا الله سبحانه وتعالیٰ ان یجزیة جزاء خیرا حسنا و یرفع درجته ویجعله فی زمرة الاولین والصدیقین والشهداء والصالحین وان تنفعنا بعلمه وتعلیماته وکل المسلمین الی یوم الدین (آمین.)

الكلام القليل فى شان كتاب "فتح الملهم بشرح صحيح المسلم"

الاستاذ المفتى محمد عمار خان

الحمد لله رب العلمين. والصلوة والسلام على رسوله الكريم، وعلى آله واصحابه اجمعين وعلى كل من تبعهم باحسان الى يوم الدين.

امابعد:

فان كتاب "فتح الملهم بشرح من صحيح الامام المسلم" من اجل مؤلفات العلامه، المحقق، المحدث، الفقيه، المتكلم، شيخ الاسلام والمسلمين ‘فضل الله‘ المدعو به ‘شبير احمد عثمانى ‘ابن الاديب الاريب، خاقانى الهند، مولانا فضل الرحمن عثمانى. ينتهى نسبه الى سيدنا عثمان بن عفان رضى الله عنه. بدا الشيخ فى تأليفه العظيم بعام ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۴م، قبل ان تظهر فى الهند حركة قوية لباكستان. ولكن بعد الحرب العالمية الاولىٰ، لما برز قرار استقلال باكستان، شرع الشيخ فى تائيده بكل صراحة وقوة فلم يستطع ان يبقى منعزلا عنه ولم يزل صوته يعلو يوما فيوما حتى استقلت باكستان عام ۱۹۴۷م.

فباشتغال فيه ليلا ونهاراً. لم يجد بعد ذلك فرصة للعود الى اتمام هذا الشرح العظيم.

وكم حسرات فى بطون المقابر

لما وصل شرحه الى "كتاب الرضاع‘ فاذا اخترمنه المنيتر دون بلوغ الامنية. ولو كمل هذا الكتاب لكان له شان. ولكن الى اين يذهب

ماكل مايتمنى المرء يدركه
تجرى الرياح بما لا تشتهى السفن

انتقل العلامة العثمانى الى رحمة الله بيوم الثلاثاء، ۲۱، صفر ۱۳۶۹ھ الموافق ۱۳ ديسمبر ۱۹۴۹. ودفن فى احاطة كلية الاسلاميه الحكومية، كراتشى

(گورنمنٹ اسلامیہ کالج ، کراتشی)

ثم اخذ يكمل هذا الشرح باسم تكمة فتح الملهم الشيخ ، المحدث ، الفقيه، المفتي محمد تقي عثماني اداماللّٰه اقباله ابن العلامة ، المحدث ، الفقيه ، المفتي الكبير الشيخ محمد شفيع رحمه اللّٰه من كتاب الرضاع الى النهاية.

الان اريد ان اقدم بضع قطعات من قطعات كثيرة في شان هذا الشرح العظيم ومؤلفه الفضيل.

كتب العلامه شيخ الاسلام ، نابغة الزمان ، الامام محمد زاهد الكوثرى رحمه اللّٰه في رسالته الى شيخ الاسلام علامه شبير احمد عثماني رحمه الله

" ابد يتم بشرح صحيح مسلم هذا عن علم غزير ، و فضل فياض،في هدوء تام ، وسكينة كاملة في كل اخذ ورد ، كما هو شان ارباب القلوب من السلف الصالح، فاشكركم لاسم العلم على عملكم النافع هذا ونظرة عجلى على الكتاب اظهرت لي عن كنز ثمين ، و كم كان سروري عظيما من تلك المقدمة النفيسة في مصطلح الحديث و في شرح مقدمة صحيح مسلم فانها مما لم اره مسطرا في موضع واحد بهذا الجمع و هذا الحقيق ، وطريقتكم البديعة ى شرح الكتاب ممايخضع لبالغ استقامته كبار اهل العلم سلفا و خلفا فماذا يكون قول مثلى من المتطفين على العلم سوى الاكبار والاجلال ا......"

وفي حجلته الاسلام يقول الشيخ زاهد الكوثرى رحمه اللّٰه عن فتح الملهم بعد ذكر شروح كثيرة لمسلم،

"......ومنا نحن اولاء قد ظفرنا بضالتنا المنشورة ببروز "فتح الملهم في شرح صحيح مسلم " بثوبه القشيب ، وحلته المستملحة ، في عداد المطبوعات الهندية، وقد صدر الى الآن مجلدان ضخمان منه،عدد صفحات كل مجلدمنهاخمسمائة صفحة، و عدد اسطر كل صفحة خمسة وثلاثون سطرا وقد اغتبطنا جدالاغتباط بهذا الشرح الصفم الضخم ، صورة ومعنى ، حيث وجدناه قد شفى و كفى من كل

ناحية، وقد ملأ بالمعنى الصحيح ذلك الفراغ الذى كنا أشرنا اليه، فيجد الباحث مقدمة كبيرة فى اوله، تجمع شتات علم اصول الحديث بتحقيق باهو يصل آراء المحدثين النقلة فى هذا الصدد بما قرره علماء اصول الفقه على اختلاف المذاهب، غير مقتصر على فريق دون فريق، فهذا المقدمة البديعة تكفى المطالع مؤنة البحث فى مصادر لا نهاية لها، وبعد المقدمة البالغة ثلاثمائة صفحة يلقى الباحث شرح مقدمة صحيح مسلم شرحا ينشرح له صدر الفاحص، حيث لم يدع الجهبذ موضع اشكال منها اصلا، بل ابان ما لها وما عليها بكل انصاف ثم شرح الاحاديث فى الابواب بغاية من الاتزان فلم يترك بحثا فقهيا من غير تمحيصه، بل سردادلة المذاهب فى المسائل، وقارن بينهما، وقوى القوى، ووهن الواهى بكل نصفة، وكذلك لم يهمل الشارح المفضال امرا يتعلق بالحديث فى الابواب كلها، بل وفاه حقه من التحقيق والتوقيح، فاستوفى ضبط الاسماء، وشرح الغريب، والكلام على الرجال، وتحقيق مواضع اورد عليها بعض ائمة هذا الشان وجوها من النقد من حيث الصناعة، غير مستسيغ اتخاذ قول من قال: "كل من اخرج له الشيخان فقد قفز القنطرة" ذريعة للتقليد الاعمى، وكم رد فى شرحه هذا على صنوف اهل الزيغ، وله نزاهة بالغة فى ردوده على المخالفين من اهل الفقه والحديث، وكم اثار من ثنايا الاحاديث المشروحة فوائد شاردة وحقائق عالية، ولا عجب ان يكون هذا الشرح كما وصفناه، وفوق ما وصفنا عند المطالع المنصف......"

وقال امام العصر العلامة انور شاه كشميرى رحمه الله فيما كتبه بالفارسية. هنا يقدم ترجمته،

"من مزايا هذا الكتاب العظيم (يعنى فتح الملهم)

ا. شرح مشكلات الحديث مما يتعلق بذات الله سبحانه وتعالى، وصفاته وافعاله والحقائق الاخرى الغامضة.

٢. نقل عمدة اقوال العلماء و نخبتها فى كل باب

٣. تفهيم الغوامض وتسهيلها بالامثلة والنظائر ، بحيث يتقرب الى الفهم

٤. نقل مذاهب الائمه من كتبهم المعتمدة .

٥. خدمة مذهب الحنفية فى المسائل المختلف فيها بكل حيطة و نصفة

٦. نقل نكات اسلوب والاحسان ، واسرار الشرع من كتاب 'الفتوحات المكية' للشيخ الاكبر ، و كتاب "حجة الله البالغة' للامام ولى الله الدهلوى قدس الله روحهما .

٧. دفع شبهات المتنورين بتقليد أوربا والمتشرقين.

٨. جمع الاحاديث من المصادر والكتب المختلفة تحت باب واحد

٩. الجمع بين الاحاديث المتعارضة والتوفيق بينهما .

١٠. الرجوع الى المصادر الاصلية فى كل ما نقل ، و غير ذلک من المزايا

وقال العلامة ، المحقق ، المحدث ، الفقيه الشيخ عبد الفتاح ابو غدة الحلبى رحمه الله

"اما كتاب مسلم فكانت العناية به دون العناية بكتاب البخارى ، وهو من حيث الصيغة الحديثة فى سياقة احاديثه ، اعذب موردا واروى مشربا . وقد خدمه بالشرح والعناية علماء كبار ، وفحول ابرار ، كان من آخرهم محقق العصر ومجمع الفضائل ، مولانا الامام الهمام شبير احمد العثمانى رحمه الله تعالىٰ . فكان كتابه الذى شرح به "صحيح مسلم " كما سماه " فتح الملهم بشرح صحيح مسلم " وانتهى به شرحا الى كتاب الرضاع ، ثم اخترمنه المنية قبل بلوغ الامنية .

فذلک سعی قصیر بتعارف الكتاب العظيم المسمى " فتح الملهم " . فعلم ذلک مكانة المولف الشيخ العلامة شبر احمد عثمانى رحمه الله . ندعو الله تبارک تعالىٰ ان يتم نفعه ويجعله للمؤلف الفضيل اجرا و ذخرا فى الدنيا والآخرة

حضرت مولانا شبيراحمد عثماني جي زندگيءَ جو احوال

پروفيسر زرينه قاضي

الحمد لله و ڪفيٰ و سلام عليٰ عباده الذين اصطفيٰ

شيخ الاسلام حضرت علامه شبير احمد عثماني صاحب قدس سره انهن بزرگ هستين مان آهن جن جي نظير هر دور ۾ آڱرين تي ڳڻڻ جيتري هوندي آهي. انهن جا علمي تحقيقي ڪارناما ۽ انهن جي عملي جدوجهد پوري امت مسلمه جي لاءِ بالعموم ۽ بر صغير جي مسلمانن جي لاءِ بالخصوص اسان جي تاريخ جو هڪ اهم سرمايو آهي. الله تعاليٰ انهن کي هڪ ئي وقت ۾ وسيع ۽ عميق علم، شگفته ۽ سيال قلم، دلنشين خطابت ۽ امت مسلمه جي اجتماعي مسئلن ۾ معتدل ۽ مدبرانه فڪر ۽ سوچ سان نوازيو هيو. انهن جون اهي سڀئي خوبيون دين جي صحيح خدمت ۽ امت مسلمه جي فلاح ۽ بهبود لاءِ استعمال ٿيون جو اڄ اسان جا ڪنڌ انهن جي احسانن سان جهڪيل آهن.

پيدائش ۽ نالو مبارڪ:

مولانا شبير احمد عثماني صاحب جن جي پيدائش ١٠ محرم ١٣٠٥ھ بمطابق **1889**ع تي بنجور ۾ ٿي. جتي هنن جا والد بزرگوار ڊپٽي انسپيڪٽر آف ايجوڪيشن جي عهدي تي فائز هئا. علامه جن جي والد

محترم هنن جو نالو فضل الله رکيو هن جو ثبوت مولانا صاحب فوائد قرآن جي آخر ۾ لکن ٿا ته:

"العبد الفقير فضل الله المدعوا به شبير احمد ابن مولانا فضل الرحمٰن العثمانی قد
کان ابی سمّانی فضل الله و کان ینشد
ذالک فضل الله یؤتیه من یشاء
و لو کره الاعداء من کل حاسد."

(عبد فقير فضل الله المدعو به شبير احمد ابن مولانا فضل الرحمٰن عثماني ۽ منهنجي والد منهنجو نالو فضل الله رکيو هيو ۽ هي شعر پڙهندا هيا: هي الله جو فضل آهي جو جنهن کي چاهي عطا ڪري اگرچه دشمنن حاسدن کي ناگوار گذري.)

۽ اهڙي طرح فتح الملهم جي ٽائيٽل تي لکن ٿا:

"فتح الملهم للعبد الفقير الخطاطی الجانی فضل الله المدعوا
به شبیر احمد الدیوبندی العثمانی"

(ترجمو: فتح الملهم عبد فقير خطاڪار گنهگار فضل الله المدعوا به شبير احمد عثمان ديوبندي جي تحرير ڪيل شرح آهي)

انهن عبارتن مان اها ڳالهه واضح ٿي وڃي ٿي ته انهن جو اصل نالو فضل الله هيو جيڪو انهن جي والد بزرگوار رکيو هيو. شبفير احمد ان ڪري سڏيا ويندا هئا جو هو ١٠ محرم الحرام تي پيدا ٿيا هئا.

حضرت امام حسين رضي الله تعاليٰ عنه جن جي يوم شهادت جي باعث انهن جي لقب يعني شبير سان مشهور ٿي ويا.

مٿين عبارتن مان معلوم ٿي ويو ته انهن جي والد جو نالو فضل الرحمٰن ۽ سلسله نسب عثماني ۽ وطن جو ديوبند هجڻ به ثابت ٿي ويو.

والد محترم: مناسب سمجهيم ته هتي علامه جن جي والد محترم جو به ذڪر ڪندي هلان جيڪي پنهنجي وقت ۾ هڪ ممتاز حيثيت رکندا هئا. انهن جي ابتدائي تعليم ديوبند ۾ ٿي جيڪو انهن جو اباڻو وطن هيو. اعليٰ تعليم دهلي ڪاليج مان حاصل ڪيائون جتان علم جي آسمان تي آفتاب ۽ ماهتاب بڻجي ڪري چمڪيا.

فارسي ادب ۾ خصوصيت ۽ مهارت رکندا هئا بلڪ زبردست شاعر هئا، تاريخ گوئي ۾ به مهارت هين. حضرت استاد مولانا سيد اصغر حسين صاحب سابق استاذ ابو دائود و معلم اعليٰ دار العلوم ديوبند جن پنهنجي ڪتاب "حيات شيخ الهند" ۾ هنن کي خاقانئ هند جي نالي سان ياد ڪيو آهي.

خانداني شرافت ۽ علمي لياقت جي باعث حڪومت هند هنن کي ڊپٽي انسپيڪٽر آف ايجوڪيشن جي عهدي سان نوازيو. ملازمت کان ريٽائر ٿي ڪري حضرت مولانا محمد قاسم عليه الرحمه دار العلوم جن جي تحريڪ ۾ معاون جي حيثيت سان اڳتي وڌيا ۽ مدرسه عاليه جي

تعمير ۾ انهن سان گڏ و گڏ رهيا. ١٢٨٣ھ کان ١٣٢٥ھ تائين ٻائيتاليهه سال دار العلوم ۾ مخلصانه خدمتون انجام ڏيندا رهيا. عمر جي آخري لمحن تائين مدرسي جا رڪن رهيا. ٣ جمادي الاولي ١٣٢٥ھ مطابق ٥ جون ١٩٠٧ع تي ڇنڇر جي ڏهاڙي ظهر جي وقت هن فاني دنيا مان لاڏاڻو ڪيائون. انا لله و انا اليه راجعون.

خاندان:

علامه شبير احمد جن جو سلسله نسب حضرت عثمان غني ٽئين خليفي رضي الله عنه جن سان ملي ٿو. ديوبند جي آبادي ۾ سادات ۽ صديقي ۽ عثماني خاندان صحيح النسب تمام گهٽي تعداد ۾ موجود آهن.

شجره نسب: ان ڳالهه ۾ ته ڪوئي شڪ نه آهي ته مولانا شبير احمد عثماني صاحب جن جو سلسله نسب حضرت عثمان غني رضي الله جن سان ملي ٿو. هتي انهن جو اهو شجره پيش ڪجي ٿو جيڪو مولانا مفتي تقي عثماني صاحب جن کي انهن جي نندي ڀاءُ مولوي سعيد احمد صاحب جن لکي ڏنو جيڪي اڄ ڪلهه دار العلوم ديوبند جي دفتر ۾ ملازم آهن.

شجره:

شيخ الاسلام علامه شبير احمد عثماني بن مولانا فضل الرحمٰن بن مراد بخش بن غلام محمد بن غلام نبي بن لطف الله بن محمد عاشق بن شيخ فريد عثماني بن ابو محمد بن محمد حافظ بن شيخ مولانا محمد بن خواجه عبدالملڪ بن عبدالعزيز بن عبدالحڪيم بن سعيد بن شيخ احمد بن خواجه فضل الله بن خواجه ابو الوفاء بن عبيد الله بن حسين بن عبدالرزاق بن عبدالحڪيم بن حسن بن عبدالله عرف ضياء الدين بن يعقوب عرف معز الدين بن عيسيٰ بن اسماعيل بن محمد بن ابابڪر بن عني بن عثمان بن عبدالله خرماني ابن عبدالرحمٰن گازروني بن عبدالعزيز ثالث بن خالد بن وليد بن عبدالعزيز ثاني شهاب الدين المعروف عبدالرحمٰن اڪبر بن عبدالله ثاني بن عبدالعزيز بن عبدالله الڪبير بن عمر بن امير المومنين حضرت عثمان رضي الله تعاليٰ عنه.

مٿين شجره مان معلوم ٿيو ته علامه عثماني حضرت عثمان غني رضي الله عنه جن جي ٣٣هين پيڙهي مان هئا. علامه جن ان ڳالهه تي تمام گهڻو فخر ۽ خوشي محسوس ڪندا هئا.

علمي دور

١٣١١ھ (١٨٩٣ع) کان ١٣٢٥ھ (١٩٠٨ع) تائين

بسم الله:

مولانا عثماني صاحب جن جو استاذ جن انهن جي بسم الله ڪرائي اهي حافظ محمد عظيم صاحب ديوبندي هئا.

دارالعلوم ۾ داخلہ:

پاڻ قاعده وغيره کا فارغ ٿيا تہ شوال ١٣١٢ھ ۾ دارالعلوم ديوبند ۾ داخلہ ورتائون. قرآن ڪريم ۽ اردو جي ڪتابن مان فارغ ٿي پاڻ فارسي جي ابتداء دارالعلوم جي فارسي جي استاذ منشي منظور احمد صاحب جن کان حاصل ڪئي ۽ ان کان پوءِ استاذ محترم مولانا محمد شفيع صاحب ديوبندي مفتي پاڪستان جي جن جي والد محترم مولانا محمد ياسين صاحب صدر مدرسہ شعبہ فارسي دار العلوم جن کان فارسي جون وڏيون ڪتابون پڙهيائون. فارسي سان گڏ و گڏ ساڳئي سال عربي بہ شروع ڪري ڇڏي هيائون.

اسان کي خبر پوي ٿي تہ پاڻ فارسي، حساب، علم التجويد و قرات، صرف و نحو، منطق، فلسفہ، علم معاني و بيان، ادب، فقہ، اصول فقہ، مناظره، هيئت، حديث ۽ علم التفسير جا علم ۽ فن دارالعلوم ديوبند مان حاصل ڪيائون ۽ ١٣٢٥ھ بمطابق ١٩٠٨ع درجہ فضيلت پهرئين نمبر (فرسٽ ڊويزن) ۾ پاس ڪيائون. نہ صرف اهو تہ پاڻ دوري ۾ فرسٽ پوزيشن حاصل ڪيائون پر ساڳئي سال دوره حديث ۾ 99% مارڪون کڻي پنهنجي ساٿين کان پهريون نڪري ويا.

پاڻ پنهجي دور جي ذهين ترين شاگردن ۾ شامل هيا. منطق جهڙي مشڪل ءِ آخري ڪتاب يعني حجت الله ۾ ۽ قاضي خان ۾ سڀ کان وڌيڪ نمبر ڪٽي اهو ظاهر ڪيائون ته انهن جي علوم عقليه ۾ پرواز بلند هئي. پاڻ طالب علميءَ جي زماني ۾ ئي پنهنجي هم سبقن کي ۽ هينئن طالبن کي قابل استادن جيان پڙهائيندا هئا.

علامه جا استاد:

علامه جي استادن ۾ جيڪي نالا شروع کان آخر تائين آهن انهن جا نالا هيٺ ڏجن ٿا:

حافظ محمد عظيم صاحب ديوبندي جن شروعاتي قاعدو پڙهايو.

۲_ حافظ نامدار صاحب جن کان قرآن پاڪ پڙهيائون.

۳_ منشي منظور احمد صاحب فارسي ۽ حساب انهن کان سکيائون.

حساب ۾ تمام گهڻي مهارت حاصل هين. مطبع قاسمي ۾ آهي ته هڪ شخص انهن کان ڪنهن مرڻ واري جي جائداد ۽ سامان جي فرآئض (حصن) جي باري ۾ سوامل ڪيو ته پاڻ ويني ويٺي ان کي اتي ئي سڄي ورهاست ٻڌايائون.

مولانا محمد ياسين صاحب ديوبندي فارسي جون اعلي

ڪتابون پڙهايون. عربي علم ۽ فن جو جڳستائين تعلق آهي ته ان سلسلي ۾ ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۱ع ۾ جيڪي اساتذه ڪرام دارالعلوم ۾ بحيثيت پروفيسر فرائض انجام ڏيندا هيا انهن پڙهايو. انهن جا نالا ترتيب وار هي آهن:

۱۔ شيخ الهند مولانا محمود حسن صاحب ديوبندي. (ترمذي شريف، بخاري شريف، بيضاوي، هدايه آخرين)

۲۔ مولانا محمد ياسين شيڪوتي (ڪافيه، تصريح، شرح..........، سبعه شداد)

۳۔ مفتي عزيز الرحمٰن صاحب ديوبندي. (در مختار، دارمي، سنن نسائي)

۴۔ حڪيم محمد حسن، شيخ الهند جا ننڍا برادر. (جلالين شريف، مسلم)

۵۔ مولانا غلام رسول صاحب. (شرح جامي، مختصر المعاني، مطول، منقد، ....، عروض، ادب)

۶۔ مولانا مرتضيٰ حسن صاحب چانڊپوري. (ڪنز الدقائق، شرح وقايه)

۷۔ مولانا محمد .... خان صاحب. (ڪتب صرف و نحو و ابتدائي ڪتب منطق)

٨ـ مولانا محمد احمد احمد صاحب. (مشڪوات شريف)

٩ـ علم التجويد و قرات قاري عبدالوحيد صاحب کان حاصل ڪيائون.

علامه عثماني جي شادي خانه آبادي:

طالب علمي جي دور، استادن جو ذڪر ڪرڻ کان پوءِ آءٌ علامه صاحب جن جي اهم واقعي يعني شادي جو ذڪر ڪيو وڃي. ان لاءِ اسان ١٣٢٣ھ بمطابق ١٩٠٥ع جي طرف واپس اچون ٿا. اچا علامه صاحب جن تحصيل علم ۾ مصروف هئا ته فارغ ٿيڻ کان ٻه سال پهريون ١١ ذوالقعد ١٣٢٣ھ مطابق ١٩٠٥ع تي علامه جن جو سنت نڪاح ٿيو جنهن کي اسان عام زبان شادي چوندا آهيون، منعقد ٿي. ان نيڪ سيرت عورت جيڪا علامه جن جي زوجه محترمه ٿي انهن جو شجرو هي آهي:

مسمات ام هاني بنت بلند بختبن شرف الدين بن شمس الدين بن سيد حسن بن مولوي سيد غلام حسين صاحب رحمت الله عليه بن سيد جعفر علي.

مٿين شجري مان ظاهر ٿو ٿئي ته علامه جن جي اهليه محترمه سيد خاندان مان هئي. انهن جو انتقال مارچ ١٩٧٢ع جي پهرئين هفتي ۾ ٨٥ سال جي عمر ۾ فالج جي وڳهي ٿيو.

بي اولادي:

حضرت مرحوم جن جي ڪائي اولاد نہ هئي ان ڪري ٻارن سان خاص ڪري پائرن جي ٻارن سان بي پناه محبت ڪندا هئا. انهن پنهنجي ننڍي ڀاءُ بابو فضل حق عثماني جن جي پٽ نعمان کي پنهنجو متبني بڻايائون پر ڪجهہ عرصي کان پوءِ ان جو انتقال ٿي ويو جڏهن انهن جي ڀاءُ ۽ ڀاڄائي علامہ ۽ انهن جي اهليہ کي تمام گهڻو غمزده ڏٺو تہ پنهنجي ڏيئُ منيبہ انهن جي حوالي ڪيائون ان ٻارڙيءَ جي تربيت دل و جان سان ڪيائون ان جي لاءِ گهر ٺهرايائون ۽ اهو منيبہ جي نالي ڪيائين ۽ پنهنجي رهائش جي ڪري ڏهہ روپيہ ماهوار ڪرايو ڏيندا رهيا. مولانا محمد يحيٰ صاحب ٿانوي سان پاڻ ان جي شادي ڪرايائون سڄو خرچ پاڻ ئي برداشت ڪيائون.

مولانا محمد يحيٰ صاحب:

مولانا محمد يحيٰ صاحب ٿانوي جن سان علامہ جن پنهنجي پائيتي ۽ متبنيٰ جي شادي ڪرائي. ديوبند جا فارغ ۽ قابل شخصيت جا مالڪ هئا. علامہ جن جي طالب علمي جي زماني کان ئي خدمت ڪندا رهيا.

درس و تدريس جو سلسلو:

پڙهائڻ جو سلسلو شوال ١٣٢٦ھ ۾ دارالعلوم ديوبند ۾:

جڏهن علامه ١٣٢٥ھ ۾ فارغ التحصيل ٿيا ۽ طالب علميءَ جي زماني ۾ انهن جي علمي قابليت جو ڏاڪو سڄي دارالعلوم تي ويهجي ويو. ان حقيقت ۾ ڪوئي شڪ نه رهيو هيو ته پاڻ دارالعلوم ۾ پڙهائڻ جي لاءِ مڪمل طور قابل هيا. تنهنڪري ١٣٢٦ھ ۾ هنن کي دارالعلوم ۾ پڙهائڻ جي منصب تي مقرر ٿيا. ۽ انهن کي پڙهائڻ جي لاءِ درسيات اعليٰ جون ڪتابون ڏنيون ويون. دارالعلوم جا هي پهريان شاگرد هئا جيڪي فارغ ٿيندي ئي سينيئر پروفيسر جي عهدي تي مقرر ٿيا.

مدرسه فتح پور دهلي ۾ صدارت (١٣٢٦ھ):

جڏهن پاڻ دارالعلوم ۾ پڙهائيندا هئا ته ان وقت مدرسه فتح پور دهلي جي مهتمم صاحب دارالعلوم جي مهتمم صاحب کي درخواست ڪئي ته ڪوئي سٺو عالم اسان ڏانهن موڪليو ته دار العلوم جي مهتمم صاحب جن اتان جي جيد عالمن تي نظر ڦيرائي ته انهن جي وسيع نظر وڃي مولانا عثماني صاحب جن تي ترسي ۽ انهن کي فتح پور دهلي موڪليائون. جناب جن اٽا دارالعلوم ۾ ڪجهه مهينا تعليم ڏني ۽ پوءِ مدرسه فتح پور دهلي جا صدر مدرس مقرر ڪيا ويا. اتي پاڻ شعبان ١٣٢٨ھ تائين دوره حديث ۽ ٻيون اعليٰ ڪتابون پڙهائيندا رهيا ۽ اتي

انهن جي علم کي چار چنڊ لڳا. اتي علامه جي تقريرن ۽ صدارت جي ڪري خوب شهرت ملين. دهلي ۾ رهائش مولانا عثماني جي زبان تي اچا وسيع ٿي ويئي ڇاڪاڻ ته دهلي جي اردو تمام وسيع آهي. اچا مولانا صاحب فتح پور ۾ ٻه سال مس رهيا ته انهن کي دهلي وري واپس گهرايو ويو.

علامه صاحب هن دفعو پيهر دارالعلوم ديوبند ۾ (١٣٢٨ھ بمطابق ١٩١١ع):

١٣٢٦ھ ۾ پاڻ فتح پور دهلي جا صدر مقرر ٿيا. ١٣٢٨ھ تائين اتي رهيا مدرسي جي ميمبرن حضرات کي اها ڳالهه پسند نه هئي ته اهڙي لائق ماڻهو کي دارالعلوم کان جدا رکيو وڃي تنهنڪري شوال ١٣٢٨ھ ۾ ديوبند پيهر گهرايو ويو. (روئداد دارالعلوم ديوبند ١٣٣٣، ص: ٢٠، مولانا حبيب الرحمٰن)

دارالعلوم جي فضا:

جڏهن علامه جن کي واپس گهرايو ويو ته ان وقت دارالعلوم ۾ نصاب جي تبديلي سان گڏ و گڏ ان وقت شاگردن کي تبليغ جي لاءِ تيار ڪيو پيو وڃي ۽ انهن کي شاهه رفيع الدين صاحب، حضرت شاهه محمد اسماعيل صاحب، شاهه ولي الله صاحب، حضرت مولانا محمد قاسم خانوتوي جن جي تصنيفات جو درس ڏنو هيو. علامه صاحب انهن

ڪتابن ۾ خصوصي بصيرت رکندا هئا. ٻئي پاسي جمعيت الانصار جا جلسا مؤتمر الانصار جي نالي سان شروع ٿيڻ وارا هئا جن ۾ پنهنجو مضمون الاسلام پڙهي ڪري علماءِ تي پنهنجو ڌاڪو ڄمايو.

دارالعلوم ۾ واپسي تي:

مولانا شيخ الهند جن حج تي وڃڻ کان هڻ ڏينهن پهريون ترمذي جو سبق پاڻ پڙهايائون ۽ انهن جي وڃڻ کان پوءِ دوره حديث جا سبق ڪجهه اهڙي طرح ورهايا ويا جو حضرت مولانا جن جي جڳهه تي ترمذي شريف جو سبق محمد انور شاهه صاحب جن کي ۽ قائم مقام صدر مولانا عثماني صاحب جن کي مقرر ڪيو ويو. ڪتابن جي ورهاست ڪجهه اهڙي طرح هئي جو مسلم شريف ابو دائود مان هڪ ڪتاب مولانا انور شاهه صاحب جن وٽ ۽ هڪ ڪتاب مولانا شبير احمد عثماني جن وٽ هوندي هئي. مطلب ته شيخ الهند کان پوءِ اهي ٻه شخصيتون هيون جن کي بلند مقام حاصل هيو.

خطيب ملت مولانا محمد طيب صاحب مهتمم دار العلوم پنهنجي مضمون "حضرت مولانا شبير احمد عثماني" ۾ فرمائين ٿا:

"ابتداء ۾ معقولات جون ڪتابون حمد لله وغيره گهٽيون پڙهائيندا هئا مگر آخر ۾ اهي مشغلا ختم ڪري ڇڏيائون صرف ڪتاب و سنت ۽ فنون دينيه جو شغل باقي رهجي وين ان جو نتيجو اهو نڪتو جو بالآخر

مولانا ڪتاب الله ۽ سنت رسول الله جي خدمت طرف متوجه ٿيا ويا“

مٿين ڳالهه مان معلوم ٿيو ته مولانا صاحب جن کي شروع کان ئي معقولات يعني منطق، فلسفه، تفسير ۽ حديث ۽ فقه جي طرف رجحان تمام ڪمال تي پهچائي ڇڏين. ان جو زنده ثبوت انهن جي تفسير ۽ فتح الملهم آهن.

جامع علم ۽ فن:

علامه شبير احمد صاحب پنهنجي ماحول ۾ علم معقول ۽ منقول، فن تحرير ۽ تقرير ۾ جامع هيا ۽ دارالعلوم ديوبند ۾ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمت الله عليه کان پوءِ هنن جي ئي هستي هئي جن کي جامع عفوم و فنون چئي سگهجي ٿو.

مولانا حبيب الرحمٰن صاحب فرمائين ٿا:

> ”مولوي شبير احمد صاحب آخري طبقي جي انهن ماڻهن مان آهن ۽ ماشاء الله نوجوان اهل علم مان آهن جن کي علوم اڪابر جو حامل قرار ڏنو وڃي. تمام علوم معقول و منقول ۾ ڪامل استعداد رکندا هئا. تحرير ۽ تقرير ۾ بي مثل آهن. خصوصاً علم حديث ۾ اهڙي مهارت حاصل هين جهڙي طرح تجربيڪار مشائخن کي هوندي آهي“

جمعية الانصار ۽ علامه شبير احمد عثماني:

دارالعلوم ديوبند ۾ هڪ اهڙي حرڪت پيدا ٿي جنهن ۾ منتشر پروانا شمع جي چوڌاري جمع ٿيڻ شروع ٿيا ۽ جمعيت الانصار جي ابتداء آهي جيڪا ٢٧ رمضان ١٣٢٧ھ مطابق ١٣ آڪتوبر ١٩١٠ع تي مدرسه عاليه ۾ منعقد ٿي.

مولانا عبيدالله سنڌي لکن ٿا:

> ”جمعيت الانصار پنهجي فرضن يعني مدرسي جي تعليمي انتظامي مالي ترقي جي تعين ۽ تشخيص جي لاء پنج شعبا قرار ڏني ٿي: (الف) تڪميل التعليم، (ب) نظام التعليم، (ج) الارشاد، (د) التاليف والاشاعت، (ھ) جلسه علميه

مطلب. ته دارالعلوم ۾ هڪ خاص حرڪت پيدا ٿي ١٣٢٧ھ ۾ جڏهن ته مولانا شبير احمد عثماني مدرسه فتح پور دهلي ۾ ملازم هئا. انهيءَ دوران مولانا دهليءَ کان جمعيت الانصار ۾ شرڪت ڪرڻ جي لاء ديوبند ايندا هئا، هتان ئي علامه جي شهرت ۾ وڏيڪ اضافو ٿيو انهن کي **”الانصار“** جو هڪ اهم ميمبر بڻايو ويو“

جمعيت الانصار ۾ حضرت عثمانيءَ جون شاندار خدمات:

اجا پاڻ دهليءَ جي مدرسي سان وابسته هئا ته اصلاحي تعليم جي ڪميٽي جي هڪ فرد هجڻ جي حيثيت سان هنن ١١-١٢ محرم ١٣٢٨ھ جي ميٽنگ ۾ شرڪت ڪئي ان ميٽنگ ۾ جيڪا نصاب جي اصلاح ۽ طريقه تعليم جي لاءِ منعقد ڪئي وئي هئي ان ۾ مولانا عثماني صاحب جن سان گڏ و گڏ تمام خاص خاص عالم شامل هيا.

مؤتمر الانصار ميرٺ ١٨ ربيع الثاني ١٧ اپريل ١٣٣٠ھ، ١٩١٢ع:

مراد آباد واري جلسي کان هڪ سال کان پوءِ ميرٺ ۾ جمعيت الانصار جو جلسو ١٧-١٨-١٩ ربيع الثاني ١٣٣٠ھ، ١٩١٢ع تي منعقد ٿيو. مولوي قاري شفيع جي تلاوت سان جلسه جو آغاز ٿيو ڪجهه طلبه مختلف قرائتن ۾ تلاوت ڪئي اهل جلسه تي خاص وارفتگيءَ جو عالم هو ان کان پوءِ مولانا شبير احمد عثماني ”الدار الآخرة“ جي عنوان سان تقرير شروع ڪئي. انهن جي تقرير سان مؤتمر الانصار ۽ ديوبند جو هڪ خاص شان ظاهر ٿيو. پوءِ مولانا اشرف علي ٿانوي جن جو واعظ شروع ٿيو ۽ واعظ کان پوءِ علامه شبير احمد عثماني جن کي پنهنجي پرسان ويهاريائون ۽ چيائون هي مولانا شبير احمد عثماني جنهن جي

توهان تقرير ٻڌي حالانڪه هي مون ڪان ننڍو آهي پر مان هنن ڪي پاڻ ڪان وڏو ٿو سمجهان. هاڻي اسان ڪي موت جو خوف نه آهي ڇو ته اسان جي جماعت ۾ مولانا جهڙا ماڻهو آهن ۽ پنهنجي واعظ ۾ چيائون ته منهنجو هي واعظ ڄڻ ته مولوي شبير احمد جي تقرير جو تت آهي.

جمعيت الانصار جو علمي جلسو شمله ۾ ١٣٣١ه، ١٩١٣ع:

جهڙي طرح مراد آباد ۽ ميرٺ جي ماڻهن جي خواهش ۽ ڪوشش سان انهن ٻنهي مقامن تي جمعيۃ الانصار جا جلسا منعقد ٿيا. اهڙي طرح شمله وارن جي خواهش تي جمعيۃ الانصار جو علمي جلسو ٩-١٠-١١ آگسٽ ١٩١٣ع بمطابق شعبان ١٣٣١ه ۾ منعقد ٿيو. ان جلسي جا ڇهه اجلاس ٿيا. پنجين جلسي ۾ مولانا شبير احمد عثماني جن "ان الدين عندالله الاسلام" تي نهايت پُرمغز ۽ مؤثر تقرير فرمائي. پاڻ اهو ثابت ڪري ڏيکاريائون ته عقلاً ۽ نقلاً اگر ڪوئي مذهب آهي ته اهو اسلام آهي.

شملي ۾ جمعيت الانصار جو هڪ ٻيو جلسو شعبان ١٣٣٢ه، ١٩١٤ع:

جمعيت الانصار جو هي جلسو ٢٧-٢٨-٢٩ شعبان ١٣٣٢ه بمطابق ١-٢-٣ آگسٽ ١٩١٤ع ۾ ٿيو. پهريون اجلاس پهرئين آگسٽ تي ٿيو ٻيو رات جو ۽ ٽيون ڇنڇر جو ٣ بجي ٿيو جنهن ۾ مولانا شبير احمد عثماني جي تقرير ٿي.

فصيح البيانت مولانا شبير احمد عثماني جن جو ”برڪات رمضان شريف“ تي بيان ٿيو. انهن جو بيان نهايت پراثر ۽ هر هر جملي مان وضاحت ظاهر ٿئي پئي. ٽين جلسي ۾ پهريون مولانا عبدالسميع صاحب جن تقرير ڪئي ان ڪان پوءِ مولانا شبير احمد عثماني ”حدوث عالم“ تي مدلل تقرير ڪئي ان تي به سامعين جو شوق پورو نه ٿيو تنهنڪري درخواست ڪئي وئي ته مولانا شبير احمد عثماني تقرير ڪن. ليڪن ٢٩ تاريخ تي چنڊ نظر اچي ويو ۽ تقرير نه ڪري سگهيا.

وڪيل دارالعلوم ديوبند:

حضرت عثماني جيئن ته پنهنجي تحرير ۽ تقرير ڪري هندوستان ۾ شهرت جي بلندين جا مالڪ ٿي چڪا هئا. ماڻهن ۾ انهن جو اثر هيو ان ڪري دارالعلوم جي وڪالت به انهن جي حوالي ڪئي وئي.

تحرير جي ميدان ۾ علامه شبير احمد عثماني:

جهڙي طرح مولانا فصيح اللسان هيا اهڙي طرح سٺا مصنف پڻ هئا.

تصنيفات ۽ رسالا:

١_ الاسلام، ٢_ العقل و النقل،
٣_ اعجاز القرآن، ٤_ الشهاب،
٥_ تفسير عثماني، ٦_ فتح الملهم شرح مسلم،

٧ـ تقرير بخاري.

مضمون ۽ مقالا:

١ـ معارف القرآن
٢ـ لطائف الحديث
٣ـ الدار الآخره
۴ـ هديه سنيه
٥ـ قرآن مجيد ۾ تڪرار ڪيون
٦ـ تحقيق خطبه جمعه
٧ـ تشريح واقعه ديوبند
٨ـ حجاب شرعي
٩ـ سجود الشمس
١٠ـ خوارق عادات
١١ـ الروح في القرآن
١٢ـ سينيما بيني.

تقريرون ۽ خطبا:

١ـ خطبه ترڪ موالات
٢ـ خطبه جمعيت العلماء ڪلڪته
٣ـ خطبه مسلم ليگ ڪانفرنس ميرٺ
۴ـ خطبه جمعيت العلماء لاهور
٥ـ خطبه صدارت ڍاڪا
٦ـ بيان و خطبه مؤتمر اسلامي ڪراچي.

گهر ۽ زمين وڪڻي ڪري حج بيت الله ڪيائون (سنه ١٣٣٧ھ، ١٩١٨ع):

علامه **900** روپين ۾ پنهنجي حصي ۾ آيل آبائي زمين ۽ گهر

پٽي پنهنجي وڏي ڀاءُ مولوي مطلوب الرحمٰن کي وڪرو ڪري ڏنائون ۽ پنهنجي دل ۽ آکين کي روضہ رسول ۽ ڪعبت الله جي زيارت سان ٿڌو ڪيائون.

حج کان واپسي:

حج کان واپسيءَ کان پوءِ وري پنهنجي دارالعلوم جي ملازمت تي واپس اچي ويا.

ظاهر ۽ باطن ۾ هڪجهڙائي ۽ اخلاق حميده:

اخلاقي طور تي مولانا شبير احمد ۾ هڪ خاص وصف هئي جيڪا تمام اعليٰ هئي جو انهن جي ظاهر ۽ باطن ۾ يڪسانيت هئي. اگر ڪنهن کان خوش ته اعلانيه خوش اگر ناراض آهن ته اعلانيه ناراض.

بزرگن جو ادب: حق تعاليٰ انهن کي علم جو بي بها خزانو عطا ڪيو هيو پر اگر ڪنهن وڏي انهن کي ڪنهن محفل ۾ تهديد آميز لهجي ۾ ڪائي ڳالهه چئي پاڻ اف به نه ڪندا هئا.

دل جي جذبات کي بلڪل صفائيءَ سان چئي ڇڏيندا هئا خواهه انهن ۾ پنهنجي ئي ڪمزوري ظاهر ٿئي اهو قلب جي صفائي ۽ حق پسندي جو اثر هيو جو دل ۾ ڪڏهن به ڪجهه به نه رکندا هئا.

قلبي استغناء: علم سان گڏ و گڏ الله تعاليٰ هنن کي اها وصف عطا

ڪٿي هئي جو انهن جو رعب ماڻهن جي دلين ۾ ويهاري ڇڏيو هيائين. قلبي طور تي استغناء ۽ ناز جي ڪيفيت جو غلبو گهڻو هين. ڪم جي سلسلي ۾ جيستائين ٻين جي طرف کان طلب نه ٿيندي هين متوجه نه ٿيندا هئا.

علامه عثماني جن جي شخصيت: ڪڻڪ رنگو، پُراثر چهرو، ڪاري ڏاڙهي، جسم پريل نه گهڻو ٿلهو ۽ نه سنهو، وچولو قد، رفتار دلبرانه مگر عالمانه، هٿ ۾ ڇڙهي، مٿي تي محموديه مڙهيل ٽوپي، مٿي جا وار ڪتريل ڪڏهن ڪوڙيل، معلي پاجامو، پيرن ۾ ڪلڪتي جو ڪارو سليپر ۽ سفر ۾ اڪثر وقتن تي دٽي جو ٺهيل هڪ گل وارو جوتو.

غذا مختصر مگر لطيف، چانهه جو شوقين، وسيع القلب طلبه سان همدرد، نازڪ مزاج، نازڪ طبع، عبادت ۾ خشوع ۽ خضوع، رفتار ۾ ميانه روي، نگاهه جهڪيل.

علامه عثماني ۽ سياست: علامه جون ابتدائي سياسي سرگرميون ترڪن جي حڪومت ۽ خلافت کان شروع ٿيون. ١٩١٢ع ۾ جنگ بلقان جو آغاز ٿيو اهو ئي اهو زمانو هيو جڏهن جمعيت الانصار هندوستان ۾ چمڪي رهي هئي. علامه پبلڪ جي سامهون اچي چڪا هئا. انهن جون تحريرون ۽ تقريرون ملڪ ۾ خراج تحسين حاصل ڪري

رهيون هيون. هندوستان جي مسلمانن کي ترڪن سان شروع کان همدردي رهي آهي ان ڪري جنگ بلقان کان به هندوستانؒ جا مسلمان سخت متاثر ٿيا. علماء ديوبند ان ۾ تمام گهڻو حصو ورتو طلباء ديوبند چندو گڏ ڪرڻ شروع ڪيو علامه عثماني به دارالعلوم جي بهترين شاگردن مان هڪ هئا.

حلال احمر ۽ عثماني: علامه عثماني حلال احمر جيڪا ترڪن جي هڪ سوسائٽي هئي جنهن جو ڪم مريضن ۽ جنگ جي زخمين جي امداد ڪرڻ هيو ان ۾ شموليت اختيار ڪئي ۽ ڪيترن ئي علائقن جو دورو ڪري تمام گهڻي رقم گڏ ڪئي.

شيخ الهند جي مالٽا مان واپسي ۽ علامه عثمانيؒ جو انهن جي سنگت ۾ سياسي دورو: ١٩١٣ع ۾ جنگ بلقان ۽ طرابلس جو آغاز ٿيو ١٩١٥ع ۾ مولانا عبيدالله سنڌي ڪابل پهچي ويو ۽ حضرت شيخ الهند مڪه معظمه روانا ٿي ويا پر اتي گرفتار ٿيڻ کان پوءِ مالٽا ۾ قيد ڪيا ويا. ٢٢ جمادي الآخر ١٣٣٨ھ بمطابق ١٢ مارچ ١٩٢٠ع تي حضرت شيخ الهند جن کي مالٽا مان آزاد ٿي ڪري هندوستان اماڻيو ويو، ٢٠ رمضان ١٣٣٨ھ، جون ١٩٢٠ع تي ممبئي پهتا، ٢٦ رمضان تي ديوبند ۾ قدم مبارڪ رکيائون. جڏهن انهن کان

ترڪ موالات جي باري ۾ پڇيو ويو تہ پاڻ پنهنجي شاگردن کي گڏ ڪيائون جن ۾ مولانا حسين احمد مدني، حضرت مولانا محمد ڪفايت الله صاحب ۽ حضرت مولانا شبير احمد صاحب جي حوالي ڪيو تہ فتوي هي حضرات مرتب ڪن. لهٰذا ٽنهي محترم شخصيتن قلمبند ڪيو ۽ حضرت ٽئي جواب ملاحظا فرمايا ۽ فرمايائون تہ شبير احمد جن جو جواب ماشاء الله سيني کان بهتر آهي اگر مان لکان ها تہ ان جي قريب هجي ها.

ان عبارت مان واضح ٿيو تہ ترڪ موالات تي شيخ الهند جي طرف کان جيڪا شايع ٿي هئي اها علامہ شبير احمد عثماني جي ئي لکيل هئي.

پروفيسر سعيد احمد صاحب اڪبرآبادي ايم اي ايڊيٽر برهان ريڊرسني ٿيالوجي مسلم يونيورسٽي علي ڳڙهہ جنوري ۱۹۵۰ع لکن ٿا:

> ”حضرت شيخ الهند رحمت الله جن جي مالٽا کان اچڻ کان پوءِ مولانا عثماني جن ۱۹۱۹ع جي آخر ۾ ۱۹۲۰ع جي شروع ۾ سهارنپور، غازي پور، لکنوٗ، بنارس، ڪانپور، علي ڳڙهہ ۽ دهلي جي وڏن اجتماعن ۾ شيخ الهند جي ترجمان جي حيثيت سان وڏي پيماني تي تقريرون ڪيائون انهن ملڪ جي ڪنڊ ڪڙڇ ۾

مولانا عثماني جي عظمت ۽ برتري جو ڏاڪو ڄمائي ڇڏيائون“

متين عبارت مان معلوم ٿئي ٿو ته علامه شيخ الهند جي زبان ٻڌجي ڪري سياست ۾ خاص حصو ورتو ۽ ان طوفاني دور ۾ جمعيت الانصار جيان پوري ملڪ ۾ تقريرن جو وڪوڙ وجهي ڇڏيو.

جمعيت العلماء ۾ علامه عثماني جون خدمتون ١٩١٩ع ڪان ١٩٣٥ تائين:

علامه جمعيت العلماء هند ۾ رهي ڪري ١٩١٩ع ڪان ١٩٣٥ع تائين تمام گهڻيون خدمتون انجام ڏنيون.

جمعيت العلماء جو جليل القدر ميمبر مولانا محمد ميان ديوبندي فرمائين ٿا پنهنجي رپورٽ ”جمعية العلماء ڪيا هے“ ۾:

> ”١٩١٤ع جي جنگ جي سلسلي ۾ جڏهن يورپ جي فرنگي طاقتن ترڪي حڪومت ڪي ختم ڪرڻ ۽ خلافت اسلاميه ڪي تباه ڪرڻ جو فيصلو ڪيو ۽ حجاز مقدس تي قبضي ڄمائڻ جو فيصلو ڪيو ان وقت جمعيت العلماء هند پنهنجي بصيرت سان ترڪ موالات ۽ عدم تعاون جا قديم اسلامي حربا استعمال ڪيا ۽ هڪ مڪمل فتويٰ تيار ڪيائون جنهن جي اڳرائي ۾

خلافت ڪاميٽي ۽ ڪانگريس جا رهنما ۽ ڪارڪن حڪومت جي مقابلي ۾ سامهون تي بيٺا ۽ ان موقعي تي علامه شبير احمد عثماني هڪ زبردست خطبو پڙهيو جنهن جو عنوان ترڪ موالات هيو.“

محمد ميان صاحب اڳتي لکن ٿا ته:

”سالانه اجلاس جمعيت العلماء هند ترڪ موالات تي مولانا شبير احمد عثماني جي تقرير براه راست شايع ڪئي وئي“

حجاز ۾ مؤتمر اسلامي جي اجلاس ۾ مولانا شبير احمد عثماني علامه هند جي نمائندي جي حيثيت سان شرڪت ڪئي. جمعيت العلماء هند جو ٽيون اجلاس جيڪو مولانا ابو الڪلام آزاد جي صدارت ۾ ١٨-١٩-٢٠ نومبر ١٩٢١ع تي لاهور ۾ ٿيو جنهن ۾ اها تجويز پيش ڪئي وئي ته مسلمانن کي غير مسلمانن سان گڏجي ڪري مسلمانن سان جنگ ڪرڻ جنهن سان ڪفر جو شان وڌي ۽ اسلامي قوت کي نقصان پهچي قطعي حرام آهي. اها تجويز مولانا حبيب الرحمٰن عثماني فرمائي ۽ ان جي تائيد مولانا شبير احمد عثماني ڪئي ۽ ان کان پوءِ پين ڪيترن ئي جيد عالمن ان جي تائيد ڪئي.

ان اجلاس ۾ هڪ ڪاميٽي ٺاهي وئي جيڪا پنهنجي رپورٽ

بدايون ۾ ٿيڻ واري اجلاس ۾ پيش ڪري ان ۾ جن علماء کي رکيو ويو اهي هنن جا وڏا وڏا عالم هئا انهن ۾ مولانا شبير احمد عثماني جو نالو به هيو.

جمعيت جا جيترا به اجلاس ٿيا علامه شبير احمد عثماني ان ۾ اهم رڪن جي حيثيت ۾ شامل ٿيا ۽ جمعيت جون زبردست خدمتون انجام ڏنائين.

سفر حجاز ۽ موُتمر مڪه ۾ شرڪت ۴۵_۱۳۴۴ھ بمطابق ۱۹۲۶ع: مڪه جو والي ابن مسعود حنبلي مذهب جا هيا ۽ عبدالوهاب جيڪي مڪي ۽ مديني جي خدمتن جا انچارج هيا انهن اهو چيو ته دنيا جا مسلمان اچن ٿا ۽ اچي ڪري قبرن کي سجدو ڪن ٿا ان ڪري انهن قبرن مبارڪ کي ئي منهدم ڪرايو وڃي جنهن تي پوري دنيا اسلام ۾ شور برپا ٿيو جنهن تي هڪ اجلاس گهرايو ويو جنهن ۾ هندوستان جا وڏا وڏا عالم گهرايا ويا جن ۾ علامه شبير احمد عثماني، مفتي ڪفايت الله، مولانا عبدالحليم صديقي ۽ خلافت ڪاميٽي جي طرفان مولانا محمد علي جوهر ۽ مولانا شوڪت علي ۽ مولانا سيد سليمان ندوي شوال ۱۳۴۴ھ بمطابق مئي ۱۹۲۶ع هندوستان کان مڪه معظمه روانا ٿيا ويا. مولانا شبير احمد عثماني اتي تقرير فرمائي ۽

دنياء اسلام جي جليل القدر علماء تي حضرت مولانا جو ڏاڪو وڏهجي ويو.

دارالعلوم ديوبند ۾ علامه شبير احمد عثماني جي طرف کان ڪجهه اصلاحات جو مشورو: علامه شبير احمد صاحب دارالعلوم ديوبد جا فاضل، اعليٰ مدرس ۽ هندوستان جا مشير ۽ اصلاح ڪندڙ هئا. دارالعلوم ديوبند جي متعلق انتظام ڪي مفيد مشورن ۽ تجويزن جي ذريعي فائدو پهچائيندا رهندا هئا. ١٣٤٤ھ کان ١٣٤٦ھ تائين ١٣٥٤ھ کان ١٣٦٢ھ تائين پاڻ بالخصوص ۽ هميشه بالعموم ناظمين دارالعلوم کي تعليمي ۽ انتظامي اصلاحات جي طرف مسلسل توجه ڏياريندا رهندا هئا ۽ جيڪي تجاويزات پيش ڪندا هئا ان تي تمام ميمبران کي اطمينان هوندو هيو.

ڏابيل ۾ رهائش: ڏابيل ۾ هڪ مدرسه هيو جنهن جو بنياد مولوي جام صاحب وڌو هيو جنهن جو نالو مدرسه تعليم الدين هيو. ان ۾ حضرت انور شاه ڪشميري شيخ الحديث اول مقرر ٿيا ۽ علامه شبير احمد عثماني شيخ الحديث نمبر ٻيون مقرر ٿيا. هنن صاحبن جي پهچڻ کان پوءِ ان مدرسي جو نالو جامعه اسلاميه تي ويو. علامه ڪشميري صاحب بخاري ۽ ترمذي پڙهائيندا هئا ۽ علامه عثماني مسلم، بيضاوي،

حديث ۽ تفسير جون ڪتابون پڙهائيندا هئا.

تفسير قرآن ۽ شرح مسلم: سڀ ڪان وڏي حڪمت ڊابيل پهچڻ ۾ اها نڪتي ته هتي قرآن ڪريم جي تفسير لکڻ ۽ مسلم جي شرح تحرير ڪرڻ جو موقعو ملي وين. جيڪڏهن اهي تصنيفات تصنيف نه ڪن ها ته اهي خصوصيات جيڪي قدرت انهن کي عطا ڪيڙن هيون فنا ٿي وڃن ها. اتي ئي ”خوارق عادات“ مقالو لکيائون جيڪو پنهنجي نوعيت جو بي نظير رسالو هيو.

تقريرن جو سلسلو: ڊابيل جي قيام جي دوران علامه عثماني جون ڪيترن ئي جڳهن تي تقريرون ٿيون. تبليغي سفر ڪيائون ۽ بمبئي ڪيترا ئي دفعا تشريف وٺي ويا جتي انهن جا زبردست واعظ ٿيا. بمبئي ڪان علاوه رانڊير، نوساري، لاڄپور، سورت، رنگون، گهلوٽر جي ماڻهن کي پنهنجي واعظن ڪان فائدو رسائيندا رهندا هئا. مطلب ته مولانا ان جي ارد گرد ڏه سال دين جي خدمت ڪندا رهيا.

علامه عثماني بحيثيت صدر مهتمم دارالعلوم ديوبند ٣ ذوالقعد ١٣٥٣ھ ڪان ١٣٦٢ھ: خواجه فيروز الدين رڪن مجلس شوري جو بيان آهي ته جڏهن اسان مجلس شورا ۾ اها تجويز پيش ڪئي ته مولانا شبير احمد کي صدر مهتمم جي عهدي تي مقرر ڪيو ويو. ١٩٣٧ع مطابق ١٣٥٣ھ ڪان علامه کي قدرت دار العلوم جهڙي اداري جو صدر

بڻائي ڇڏيو. ١٣٥۴ھ ۾ جڏهن مولانا محمد طيب صاحب حج تي ويا ته پاڻ ان جي جڳهه تي بحيثيت مهتمم ڪم ڪيائون.

مسلم ليگ ۾ شرڪت: جڏهن مسلم ليگ وجود ۾ آئي ته علامه عثماني به پوئتي نه رهيا انهن به مسلم ليگ ۾ شموليت جو اعلان ڪيو هونئن ته علامه جي سياست جو هي چوٿون دور هيو: (١) ١٩١١ع جي جنگ بلقان ۾ حصو ورتائون، (٢) خلافت جنگ عظيم ۾ حصو ورتائون، (٣) جمعيت العلماء هند دهلي جي ١٩١٩ع کان ١٩۴۴ع تائين ميمبر مجلس عامه ۽ مجلس خصوصي جا ميمبر رهيا ليڪن ١٩۴٥ع ۾ جمعيت العلماء هند دهلي جي مقابلي ۾ مسلم ليگ جي نظريه پاڪستان جي حمايت ۽ تائيد ۾ جمعيت العلماء اسلام جي نالي سان ڪلڪته ۾ مذهبي ۽ سياسي جماعت جو بنياد وڌائون.

جمعيت العلماء اسلام ڪلڪتي جو شاندار اجلاش ۾ علامه عثماني جو پيغام آڪٽوبر ١٩۴٥ع: جمعيت العلماء اسلام ڪلڪته جو سڀ کان پهريون اجلاس ڪلڪته جو سڀ کان پهريون اجلاس ڪلڪته ٢٦-٢٧-٢٨-٢٩ آڪٽوبر ١٩۴٥ع تي چئن ڏينهن جي لاءِ منعقد ڪيو ويو. خصوصيت سان علامه شبير احمد عثماني کي دعوت ڏني وئي. پاڻ علالت جي ڪري شريڪ نه ٿي سگهيا البته جلسي ۾ پڙهڻ

جي لاءِ بيان تحرير فرمايائون ۽ ناظم جمعيت العلماء اسلام ڏانهن لکيائون:

”میں بوجہ مجبوری خود حاضر نہ ہوسکا ایک مختصر پیغام بھیجنے کا خیال ہوا مگر لکھنے بیٹھا تو بلا ارادہ طویل ہوگیا صاف کرانے' دیرلگی ڈاک سے روانہ نہ ہوسکتا تھا اس لئے مجبور ہو کر بدست مولانا ظہور احمد صاحب مرسل ہے“ (۲۵ آکتوبر ۱۹۴۵ع)

اهو پيغام جيڪو ۲۹ صفحن تي مشتمل آهي شرڪاء جلسہ تي تمام گهڻو اثر ٿيو. ان پيغام هڪ عالم بي خودي پيدا ڪري ڇڏي، سڀني جي هڪ عجيب ڪيفيت طاري ٿي وئي بار بار نعره تڪبير ۽ علامہ عثماني زنده باد جا نعره بلند ٿيندا رهيا.

مطلب تہ ان پيغام هندوستان جي اتر ڪان ڏکڻ ۽ اولهہ ڪان اوبر تائين ولولو پيدا ڪري ڇڏيو ۽ مسلم ليگ کي شريعت ۽ سياست جي روشني ۾ اڳتي وڌڻ جو موقعو مليو.

ٻہ قومي نظريو: علامہ ان پيغام ۾ ٻہ قومي نظريي تي سخت زور ڏنو ۽ فرمايائون:

> ”اسلامي نقطہ نظر سان ڇڻ تہ زمين تي ٻہ ئي قومون آباد آهن هڪ اها قوم جنهن فاطر هستيءَ جي صحيح معرفت حاصل ڪري ان جي مڪمل ۽ آخري قانون

کي ان جي زمين تي رائج ڪيو اهي مسلم يا مومن چورائيندا آهن. ٻي اها قوم جنهن پنهنجي مٿان اهو لازم نه ڪيو ان جو شرعي نالو ڪافر آهي. "**فمنكم ڪافر و منكم مؤمن**" ان اساسي نقطر نظر کان لا محاله سڀ غير مسلم قومون ٻي قوم سمجهيون وينديون هاڻي ان ڳالهه جو ڪوئي امڪان باقي نٿو رهي ته مسلم ۽ غير مسلم جي ميلاپ سان ڪائي قوميت صحيح معنائن ۾ متحد ٿي سگهي ٿي"

پاڪستان جي حصول جي ضرورت:

بلوچستان، پنجاب، سرحد ۽ سنڌ جي صوبن جو پاڪستان ٺهيو جتي مسلمانن جي اڪثريت آهي اسلامي مرڪز قائم ڪرڻ جي اهميت تي زور ڏيندي علامه پيغام ڪلڪته ۾ فرمايو:

"هندوستان ۾ ڏهه ڪروڙ مسلمان هڪ مستقل قوم آهن ان قوم جي هيڪڙائي ۽ ان جي ترقيءَ لاءِ ضروري آهي ته ان جو ڪوئي مستقل مرڪز هجي جتان ان جا قومي محرڪات ۽ عزائم ترقي ڪري سگهن جتان هو

> مڪمل آزادي ۽ مادي اقتدار سان گڏ و گڏ پنهنجي خدائي قانون کي بنا رڪاوٽ جي نافذ ڪري سگهن. بحرحال ان مرڪز جو نالو پاڪستان رکيو وڃي يا حڪومت الٰهيه يا ٻيو ڪوئي بس ايتري ڳالهه آهي ته مسلمان هڪ الڳ قوم آهن ۽ هڪ مستقل قوم آهن ۽ انهن جي لاءِ هڪ مستقل مرڪز جي ضرورت آهي. جيڪو اڪثريت ۽ اقليت جي گڏيل حڪومت ۾ ڪنهن به طريقي سان حاصل نٿو ٿي سگهي“

هندوستان جي ارد گرد ان پيغام جو اثر:

ان سياسي ۽ شرعي پيغام جو ايتري قدر ٿيو جو پوري هندوستان ۾ ولولو پيدا ٿي ويو. ان پيغام جي اڪثر جملن کي بار بار پڙهڻ جي درخواست جلسي ۾ ٿيندي رهي تقريباً پنجيتاليهه منٽ تائين اجلاس جي ڪارروائي نه ٿي سگهي. پنڊال جي هر طرف کان ماڻهو ان جي خير قدم جي لاءِ جوش سان ابرندا رهيا ۽ ان جي شايع ڪرڻ جي لاءِ چندو پيش ڪندا رهيا. هڪ صاحب بنگله ۾ هڪ گجراتي ۾ اشاعت جو ذمو کنيو.

مسلم ليگ کي ووٽ ڏيڻ گهرجي: علامه ان وقت ڪانگريس جي مسلمانن جي مقابلي ۾ مسلم ليگ جي فردن کي ووٽ ڏيڻ تي زور ڏنو. منهنجي نزديڪ مسلم ليگ کي ترجيح آهي لهٰذا شخصيات کان بي پرواھ ٿي ڪري مسلم ليگ جي اميدوار کي ووٽ ڏيڻ گهرجي.

ڪل جمعيت العلماء اسلام هند جي صدارت جو سهرو علامه عثماني جي مٿان: جڏهن ڪلڪته ۾ ”ڪل جمعيت العلماء اسلام هند“ جي بنياد پئي ان وقت انهن جي نظر انتخاب صدارث جي لاءِ علامه شبير احمد عثمانيؒ تي پئي. ان ڪري انهن ڪلڪتي جي ”ڪا مؤتمر علماءِ اسلام هند“ جي لاءِ علامه کي دعوت ڏني هئي مگر علالت جي ڪري شريڪ نه ٿي سگهيا.

جمعيت العلماءِ هند دهلي جي حضرات اهو گوارا نه فرمائيندا هئا ته علامه عثماني ٻي ڪنهن جمعيت جي صدارت قبول فرمائين. اهي ته مولانا جي ايتري ئي عمل ۾ ليگ جي حمايت تائين کي پسنديده نظرن سان نه ڏسندا هئا مگر علامه ے ڊسمبر جي مڪالمي ۾ گفتگو کان پوءِ جمعيت العلماء اسلام جي صدارت کي قبول ڪري ورتو ۽ پاڻ صدر منتخب ٿيا.

ان مختصر عرصي ۾ علامه جو سياسيات ملڪي ۾ ايترو ته بلند مرتبو ٿي

ويو جو هر گهر ۾ انهن جو ذڪر ٿيڻ لڳو ۽ قائد اعظم محمد علي جناح کان پوءِ جنهن شخص مسلم ليگ کي چار چنڊ لڳائي ڇڏيا اهي مولانا شبير احمد عثماني صاحب هيا.

علامہ پنهنجي خطبن ۾ نہ صرف سياست جي مسئلن کي حل ڪيو پر هر خطبي ۾ مسلم ليگ جي ڪارڪنن کي احڪام اسلام جي پابندي ڪرڻ جي تلقين پڻ فرمائي.

وفات علامہ عثماني: علامہ جامعہ عباسيہ بهاولپور جو سنگ بنياد رکڻ جي لاءِ ۽ نصاب وغيره جي سلسلي ۾ مشوري جي لاءِ ٨ ڊسمبر تي بهاولپور روانا ٿي ويا. ١٢ جي رات جو بلڪل نيڪ هيا ١٣ جي رات جو بخار ٿين ۽ سيني ۾ ڪجهه تڪليف ٿين صبح جو طبيعت نيڪ ٿين. ٩ بجي وري سيني ۾ تڪليف ٿين ساهه ۾ رڪاوٽ ۽ گهٽڻ محسوس ٿين. علاج بيڪار ٿي ويو ۽ ١١ وڳي ڪري ٣٠ منٽن تي رب حقيقي سان وڃي ڪري مليا.

انا للہ و انا اليہ راجعون. اللہ تعاليٰ انهن جو مرتبو بلند فرمائي اسان کي جنت الفردوس ۾ انهن سان گڏ جمع ڪري.

تقدير بہ شکوہ نہ فلک بہ الزام
ہے موت ہی دراصل بشر کا انجام

حوالا:

١ـ حيات عثماني پروفيسر محمد انوار الحسن شيڪوٽي، مڪتبه دار العلوم ڪراچي، ربيع الاول ١٣٢٠ھ، ص:١۷

٢ـ تجليات عثماني، محمد انوار الحسن شيڪوٽي، ١٩٥۷ع، اداره نشر المعارف، چليڪ ملتان، ص: ٢٠

٣ـ خطبات عثماني، محمد انوار الحسن شيرڪوٽي، نذر سنز لاهور، ١٩۷٢ع، ص:١١٥

۴ـ حياتِ عثماني، ص: ٢٩

٥ـ حياتِ عثماني، ص: ٣١

٦ـ حياتِ عثماني، ص: ٣٣ـ٣۴

۷ـ حياتِ عثماني، ص: ۴٢

٨ـ حياتِ عثماني، ص: ٥٥ـ٥٦ـ٥۷ـ٥٨ـ٥٩ـ٦٠ـ٦١

٩ـ حياتِ عثماني، ص: ٨٩

١٠ـ حياتِ عثماني، ص: ٨۷ـ٨٨ـ٩١ـ٩٢ـ٩٣

١١ـ حياتِ عثماني، ص: ١٠٣ـ١٠٥

١٢ـ حياتِ عثماني، ص: ١۴٣

۱۳ ـ حياتِ عثماني، ص: ۱۵۷ ـ ۱۸۶ ـ ۱۸۷ ـ ۱۸۹ ـ ۱۹۵

۱۴ ـ روئداد دارالعلوم ديوبند، ۱۳۳۳ھ، ص: ۲۰

۱۵ ـ مولانا حبيب الرحمٰن روئداد دارالعلوم ديوبند، ۱۳۳۳ھ، ص: ۲۰

۱۶ ـ رساله دارالعلوم ماه مئي ۱۹۵۶ع، جلد ۱۱، شماره ۲، ص: ۳

۱۷ ـ القاسم ديوبند جمادي الاوليٰ، ۱۳۳۰ھ، ص: ۳۸ ـ ۳۹

۱۸ ـ القاسم رمضان ۱۳۳۱ھ، ص: ۳

۱۹ ـ عبدالقادر نائب منيجر آرمي پرس شمله

۲۰ ـ رساله دارالعلوم مئي ۱۹۵۴، ص: ۶ ـ ۷ ـ ۸

۲۱ ـ رساله دارالعلوم، ص: ۸، ماه مئي ۱۹۵۶ع

۲۲ ـ علماء حق، جلد اول، ص: ۲۱۳

۲۳ ـ برهان جنوري، ۱۹۵۰ع

۲۴ ـ جمعيت علماء ڪيا هي، ص: ۱۲ ـ ۱۳، جلد ۱

۲۵ ـ جمعيت علماء ڪيا هي، جلد ۲، ص: ۲۹

۲۶ ـ اخبارمسلم ۱۰ جمادي الآخر ۱۳۴۰ھ، بمطابق ۵ فروري ۱۹۲۲ع

۲۷ ـ جمعيت العلماء ڪيا هي، جلد ۲، ص: ۴۷

۲۸- حيات عثماني، ۲۳۷-۲۳۸

۲۹- رپورٽ ديوبند ۱۳۴۵ھ، ص: ۳۱

۳۰- حيات عثماني، ص: ۴۰۲

۳۱- روئداد دارالعلوم، ۱۳۵۴ھ، ص: (ب-ج)

۳۲- حيات عثماني، ۴۸۳، ۴۸۴

۳۳- پيغام ڪلڪته ۲۵ آڪٽوبر ۱۹۴۵ع، ۱۸ ذيقعد ۱۳۹۴ھ، ص: ۷

۳۴- پيش لفظ پيغام ڪلڪته، ص: ۵

۳۵- پيغام، ص: ۶، ۱۸، ۱۹

۳۶- مڪالمه، ص: ۲۹-۳۰

۳۷- مڪتوبات مولانا يحيٰ بناب مولانا خير محمد صاحب ۲۰ دسمبر ۱۹۴۹ع

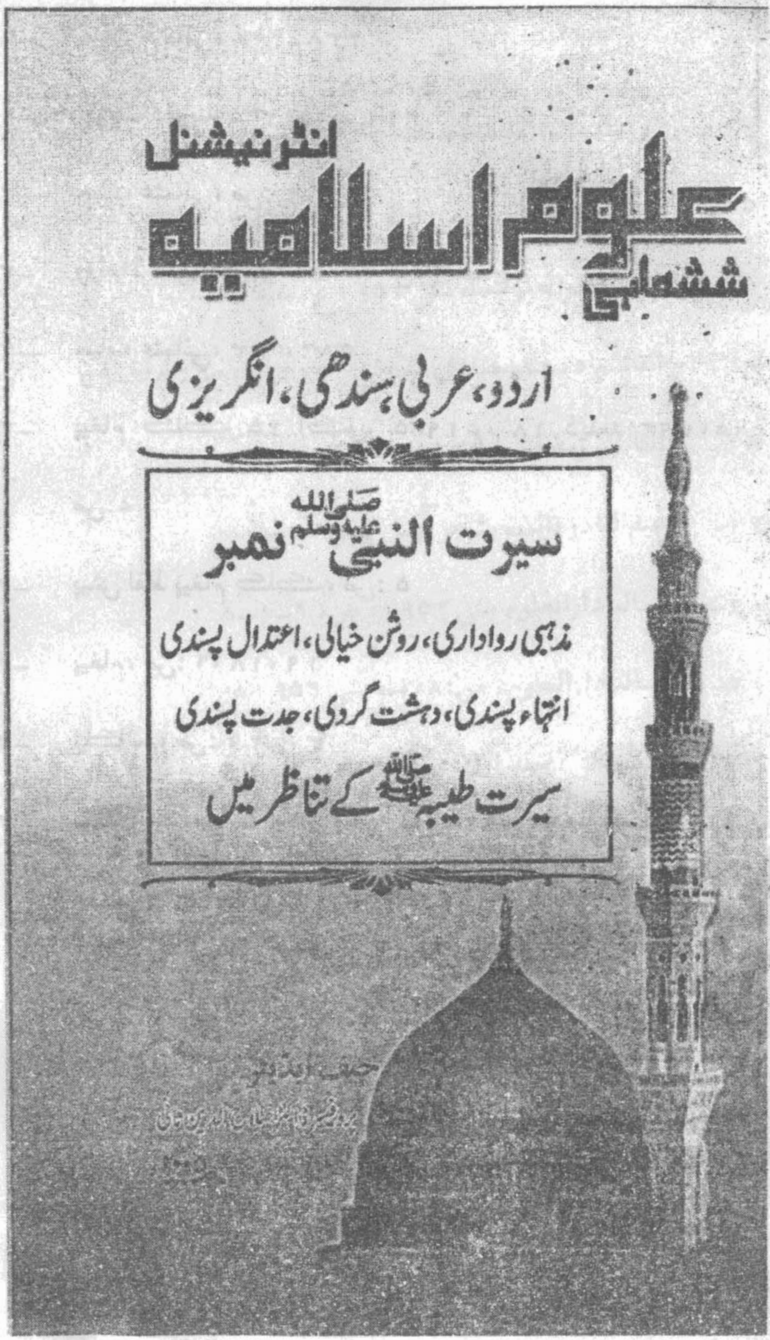

انٹرنیشنل

ششماہی علوم اسلامیہ

اردو، عربی، سندھی، انگریزی

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر

مذہبی رواداری، روشن خیالی، اعتدال پسندی

انتہاء پسندی، دہشت گردی، جدت پسندی

سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تناظر میں

چیف ایڈیٹر

پروفیسر ڈاکٹر [illegible]

[illegible]

(2)P-56–(Sherkoti, Anwarul Hassan Muhammad, Professor Hayatt–e Usmani – Maktaba Darul Uloom , Karachi – July,1985)

(3)Page-76 – Usmani, Taqi Muhammad Mufti, Justice, Idara Maariful Quran – Karachi – October, 2000.

(4)Sherkoti, Anwarul Hassan Muhammad, Professor– Tajalliat– e–Usmani – Idara Nashrul Ma'arif, Chelik, Multan – First Edition – 1957

(5)Sherkoti, Anwarul Hassan Muhammad, Professor – Anwart–e–Usmani – Maktab-e-Islamia, Maulvi Musafir Khana, Bander Road, Karachi –1966

(6)P-99–(Sherkoti,AnwarulHassan) Muhammad,ProfessorHayatt–e–Usmani –Maktaba Darul Uloom , Karachi – July,1985)

(7)*Page – 219–220 { Sayeed, Bin Khalid Dr. (Asstt Prof) University of New Brunswick,Canada)Pakistan the Formative Phase – Pakistan Publishing House, Pakistan Chowk – Karachi – First Edition – 1960 }*

(8)P-484 – 495 (Sherkoti, Anwarul Hassan Muhammad, Professor Hayatt–e –Usmani – Maktaba Darul Uloom , Karachi – July,1985)

*(9)*Urdu Digest – 1994 – Lahore

(10)*Page 180-195(Sherkoti, Anwarul Hassan Muhammad, Professor –* Hayat*t–e– Usmani* – Maktaba Darul Uloom Karachi – July, *1985)*

Allama raised his pan upon this serious corner of Islamic ideology.

9. **Al-Darul Akhirah** :

it is a mystic theology and belief in the day of Judgement, was read by Allama, in the second meeting of Jamiat al Ansar in Marith.

10. **Sajud u Shams**:

It is narrated in Hadith, that when Sun sets in the West it prostrated before Allah SAW, and when it is to rise in the morning it asks to Allah SAW, from I have to rise, than receives the Answer that should be from East. Thus it will continuously be done till that day, up to which day when Sun will rise from West. Allama's this article is a research work upon this issue. (10)

Conclusion:

This presentation is merely a commemoration to Allamma's soul, on the occasion of rift met by some undeterminable person at his mausoleum, in Karachi in few weeks ago, other wise it is hardly possible to recount his great works for the establishment of a theological sector, like Pakistan in particular and as a guide to Muslim Students of All Idea Muslim League, in general, gives an idea that how much one can strive for the achievement of pleasure of Almighty Allah is not a strenuous work but just by the favour of Allah, it almost became a simplest one, for those who are motive to the way of Allah (Rahe Fi Sabillillah).

May Allah give his soul ever pleasing rest in the Paradise!

References

(1)P-31 (Sherkoti, Anwarul Hassan Muhammad, Professor – Hayatt–e–Usmani – Maktaba Darul Uloom , Karachi – July,1985)

of a Mohadith. In this book he used a simple language and made every topic very clear to understand.

4. **Al-Islam – Risala** :
This Article, he wrote on April, 1911, (1328 A.H.), and he read out it on the occasion of Muradabad convoy, in Motamir ul Ansar.

5. **Al-Aqal wan Naql** :
It was an Ethical articles were issued in Aligarh, for the reason that there were some exploitation spreading against the use of Wisdom fellowship or Chat by wisdom, therefore, Allama had very satisfactorily answered the public open discussion in these Ethical Articles.

6. **Aijaz ul Quran**,
This Article is a collection of Allama's speeches made in various occasions in the Darul Uloom Dayband.This contains with very hard and fast topics of Islamic theology, which do doubt is an invaluable asset for the students of Islamic Ideology.

7. **Al-Shahab**:
When Naimat ullah Qadyani, was being stone tied on August, 31 1924, in Kabul on/ the order of Shah Amanullah, than Qadyani's group made a protest against this punishment and tried to mingle the value of Stone tie punishment with an easy punishment. But Allama had very timely answered to those paganism though with the correct evidences and examples of Holy Quran and Sunnah. Therefore, this special article was sent to Shah Amanullah for his Islamic theological establishment.

8. **Hijab Sharai** :
This is an other note on Paradah observing commandments of Allah, which also was written at time of Shah Amanullah was on the visit of Europe with his wife. And it was rumoring that his wife Malika –Thurrayya, had put down her veil on the visit of Europe, but this was not only a rumor, it led to dissolve Shah Aman's Kingship from Kabul. Therefore,

efforts, which no doubt could have a right for them, but Allama had curiously denied to take any house or property in his respect, and not only this but he spoken upon it that "Until each and every immigrant person would not have a shade or house, he will not accept any offer for himself". Likely this he did not accept any status in the Civil Services of Pakistan.

One more thing in his respect becomes an evidence that Quaid-e-Azam even had a lot of his loving people, but before, his death, Quaid had made an advise for the last funeral services would be taken by Allama Saheb. Thus, after the death of Quaid-e-Azam, Liaquat Ali Khan, gave these instructions of Quaid, to Allama, than he performed the Funeral Prayer of his Quaid.

Writings and Compilations:

His writings and compilations are invaluable assets of Islamic Education. Few of them are presented here as an example:

1. **Tafseer–e–Usmani**, (Explanation of Holy Qura'an)

He put invaluable remarks upon the Urdu Translation of Hadrat Shaikhul-Hind, Maulana Hussain Ahmed Madani, This explanatory edition was before its marketing got famous in the public demand for its easiest understanding sight.

2. **Fatheh ul Laham, Sharhah Sahih Muslim.**

An explanatory key note of a recognized book of Hadith, in which He had given his all intellectuals,for getting understand the Hadith in an easy way.

-6-

3. **Key of Urdu Bukhari Sharif**:

This key is another hard work, which gives a practical view to the teacher for his own lectures may easily be prepared. In this book Allama has collected and narrated all the relative explanations of Hadith , which no doubt is a marvelous work the League in Provincial elections of Sind, the Punjab and the Frontier. (8)

When he was selected the first President of this Moment, he visited the NWFP and Province of Sarhad along with five hundred Ulama, leading them for an effort of including those superb areas of the Northern West of Idea, in which a large quantity of pious Muslims were present.

After this visit caused the Muslim League could able to get success in the Referendum of Sarhad Province. In the same way he made his efforts for independence of Azad Jammu wa Kashmir.

In consequence of his hard work for getting a separate State for Muslim Ummah, Quaid--e--Azam Muhammad Ali Jinnah, had let him to hoist the Flag of Pakistan by His own hands on 14th August, 1947 at the occasion of Pakistan's Inaugural Ceremony. Thus it could be said that till the period, the Flag will remain Insha'Allah, in the World, by the Grace of Almighty Allah, than it will be remembered the name of hoister of it's flag. Thereafter, Allamma was selected a member of first National Assembly of Pakistan. In this Assembly he made another effort along with other Islamic thought personalities, for the purpose of imposing Islamic Laws or Islamic Shariah, thus in consequence of his efforts a Resolution was passed in the Assembly on 14th March, 1949 for the implementation of Islamic Law in the Country, and became an unforgettable event in the history of Pakistan. (9)

Unusual Distinctions :

Every leader in India received the properties, and other compliments in respect of their leadership or political

When he was selected the first President of this Moment, he visited the NWFP and Province of Sarhad along with five hundred Ulama, leading them for an effort of including those superb areas of the Northern West of Idea, in which a large quantity of pious Muslims were present.

After this visit caused the Muslim League could able to get success in the Referendum of Sarhad Province. In the same way he made his efforts for independence of Azad Jammu wa Kashmir. (7)

How hard–pressed the League was to obtain all available support during the elections was indicated by the fact that several prominent Ulama had been persuaded to campaign on behalf of the League. A highly respected leader like Maulana Shabbir Ahmed Usmani lent his whole – hearted support to the Muslim League election campaign. He defended the Quai-e-Azam against the attacks of other ulama and religious leaders and pointed out that whatever might be alleged about the landlords, the Nawabs and other titled gentry in the league, there was not a shadow of doubt that Jinnah's integrity was irreproachable. Allama Shabbir used a technique to compare present Muslim politics with the political conditions of Muslims during the Prophet's time. This was a usual method with the ulama. Dealing with the argument that after the formation of Pakistan, Muslims in India Government, he pointed out that the Prophet had migrated from Mecca to establish an Islamic State in Madina and had left behind infirm and old Muslims in Mecca. In the same manner, he pleaded that the thirty million Indian Muslims should not stand din the way of the welfare and happiness of seventy million Muslims in Pakistan. If Pakistan were not established, the result would be that all the hundred million Muslims would have to live under a Hindu Government. Similarly, the ulama rendered great services to each other, which ultimately opened the way clear by to Allamma Usmani, as he could fairly play his institutional role in the field of sociopolitical atmosphere. Thus Allamma met with those prominent personalities at that time, like Maulana Ubaidullah Sindhi, in the Session of first Motamirul Ansar, Muradabad, on 15 to 17 April, 1911 AD, when a foundation of political activity was laid, hence there was actually an establishment of moment called 'Anjuman Jamiatul Ansar' which thereafter have been proved the first representative moment of Maderasha-e-Dayoband. (6)

Before going to relate Allamma's relation with Muslim League Moment, we would like to take a brief history: that Allamma took part in 1911 AD, in the war of Bilqan, and after that he took part in the Caliphate Moment, i.e. from 1919 to 1945; he remained a member of Parliament of Jamiat Ulma-e–Hind, Delhi. On December 30, 1906, Muslim League was established for the purpose of protection of Muslim Ummah from Hindu patriotism, and its continuous progress and development according to Muslim voters, after a long time, Allamma convinced with work of the Muslim League, joint in with support of that moment, Jamia Ulama-e-Islam, which also was assembled for the unity of Ummah.

Afterwards he confess the motto of Muslim league and declared it on the occasion of laying down the foundation of "Jamiat Ulma-e-Islam" in Calcutta, that Muslim League and Jamiat are having one purpose that is meant by the collection of Ullama and Muslims have to be gathered on one plate form, thereafter he wrote many letters in favour of TWO Nation Theory of Muslim League and issued his Fatawa (Decree) for the positive vote casting by the Muslims of India and declared his admittance in the cause of propagation of Muslim League's Motto. On this occasion he became a member of Muslim League and remained with this moment till the establishment of Pakistan.

Shabbir Ahmed Usmani was one of them to whom, he was by the grace of Allah SAW had bestowed upon him, rising his greatness up to an Allamma (the Superior Professor of Islam), the Real Researcher of Islam, and an illuminate Sun of Islamic Theology. No doubt Allamma's personality is uncontroversial, his ingenuity, sagacity and shrewdness gives extraordinary nobility. His ample case of speeches, pragmatic remembrance of knowledge is so immense, and extreme perfection with are one of those noble properties which can never be neglected by any just person". (4)

Hadrat Allamma Syed Sulaiman Nadwi, Rehmat Ullah Allaih, is submitted that:

"Allamma Usmani was a great Preacher, most delighted sermonizer, dignified Mohadith(Narrator of Hadith) and explanative scholar of Holy Quran, that no one could have found like, Allamma's great and crystalline method of sermonizing and open discussing manner. When he had to stand for his speech, it had often been felt by the listeners that a shore of a sea is rising from its highly altitude waves and the vast knowledge was emanating from his intellectuals – thus he was a great leader of his time". (5)

Hadrat Maulana Kifayat Ullah Saheb Dehlvi RA *said* :

Maulana was a great Alim(Scholar of Islam), a groomed Mohadith (Narrator of Prophet's sayings) a great and a pleasing speaker. In his speech there was a vast sea of scholastic knowledge and wisdom that every one could have felt."

Reputation in sociopolitical activities:

Allamma Usmani was very early became a famous student, not only for taking part in the sociopolitical activities also due to his extraordinary generosity. Maulana Syed Sulaiman Nadvi, when listened about this younger student, therefore, both the person mutually joind by writing letter to

India), in the house of Maulana Fazal ur Rehman Usmani, Dy. Inspector, department of Education, Govt., of India. His chain of ancestors reaches up to the family of Uthman Ghani RA. Allamma was also the closest student of Shaikh ul Hind Hadhrat Maulana Mehmoodul Hassan RA, was along with the prisoners of war POW in Malta. Allamma's original name was, Fazlullah (the bestowed of God), but generally known by name Shabbir Ahmed even he was famous by this name. (1)

Allamma had taken admission in Madarsha Dayoband – **1897** AD (1315 A.H.) and as a student, his name is found till 1907 – 08 AD (1325 A.H.) . In 1908 AD (1325 A.H.), Allama completed his education from Darul Uloom Dayoband (received his degree from Dayoband School of Islamic Thought) and achieved a title of Shaikhul Hadith (Professor of Hadith) from the same Maderasah. Thereafter, he was deputed in the Jamia Islamiah Dhabail with the same status. On 22 Safar ul Muzaffar, 1369 A.H. according to 13th December, 1949 His soul was flown away. (***Innallilhe wainna illeyhe Rajeuoon***) and Allamma was buried in the premises of Islamia College Karachi. (2) Hadrat Maulana Mufi Muhammad Shafi had performed Allama's funeral prayer. (3)

Amongst of his Famous Students there were: Maulana Mufti Muhammad Shafi, Maulana Muhammad Idrees Kandhelvi, Maulana Manazir Ahsan Gillani , Maulana Qari Muhammad Tayyeb Qasmi, and Maulana Syed Muhammad Yousuf Bannori .

Criteria of Allama's life in the sight of Ulama:

As regards, Warrior of Islam Hadrat Maulana Syed Hussain Ahmed Madani, Rahmat ullah Allaih said :

" Allah Tala often sends down his mystic persons when any debacle in the Ummah Rasool He founds. Hence, I could understand that Sheikh ul Islam Hadrat Allamma

ALLAMMA SHABBIR AHMED UMSMANI A MUSLIM LEAGUE'S MYSTIC GUIDE

***Muhammad Bilal* ***

Introduction :

How much we are lucky, going to congregate to the Muslim League's Ist Century Inaugurations will be holding in December, 2006. Thus it lays our responsibility to remember in our prayers to those Ulama, who have strived for our independency in the World. In this Article I am dominating a personality who had contributed with Muslim League not only for a political leader but as an entire Islamic guide for saving the Muslims from scattering to one unit of Muslim nation.

It is an obvious fortune, generally found in the Muslim history that when there appeared a drop down condition in the moment of ***Independence***, Allah (SWT– **Subhanaho Wa Ta'ala)** has always created an *escort* for the righteous guidance of Muslim Ummah, just from the adherents of His Prophetic disciples either in the kind of Mysticism or Ulama and Muhadthin or Scholars. Thus, when Anglo Britain captivated India in the era of Mughal, thereupon, Allah SWT had sent down His Mercies in the form of invaluable harmony, like a Centrally Dedicated School of Islamic Thought that is called "***Maderasah Dayoband***", to which, no doubt, it had played an important role in the moment of independence and provided a series of Muslim Scholastic guide. Maulana wa Allamma Shabbir Ahmed Usmani was one of the monumental personality amongst of that Maderasah's moment.

Personal Memoir:

On **10th Moharrem, 1305 A.H.**, according to **1889 AD,** Allamma Shabbir Ahmed Usmani, was born in Bijnor (

- Research Scholar – Fed. Urdu University;

Lecturer; in the Department of Humanities and Management,
NED University of Engg. & Technology, Karachi.

campaign by the Congressi leaders and their allies as villainous scumbag. He fleshed his argument in speeches with solid facts that lurked large in the thinking of the Muslim masses who ultimately opted for the defeat of evil and triumph of good.

When Pakistan came into being, Qaid-e-Azam showered flowers of tributes on him in acknowledgement of the high profile record of his services to the cause of the Muslims and happily entrusted to him the noble task of hoisting the national flag in Karachi while Moulana Zafar Ahmed Usmani had a fortune to hoist national flag at Dacca.

He had the honour of leading the funeral prayer of the father of the nation and remaining enshrined in the high esteem of the Pakistani community.

He, in the company of Peer Saheb Manki Shareef, Peer Zakoria Shareef and other Ulema, campaigned tirelessly through out the province where the opponents hard-hitting charges stood extinguished in the light of his soul-inspiring speeches, paving the way for the wrong-footed leaders of the opposite camp to be struck dumb with depair.

His speech in the conference of Jamaat-e-Ulma-e-Islam held in Lahore on the 25th, 26th and 27th January, 1946, encompassing a fuller profile of truth, infiltrated a productive analysis with a touch of unsurpassed competence and trampled down the hoary harvest of shaky supremacy of the Unionists whose amaging reflection was of great advantage to the Congressi leaders. His speeches, in the likeness of crest less waves of water boiling from spring, extensively bolstered the strategy of Muslim League in Punjab which triumphantly flushed out the bewitchery of the political lyrics of the hypocrites and their dominant companions.

There can be no two opinions about the hard fact that his speeches that were more assertive and impressive in stroke-making, provided power of persuasiveness to the Muslim Leagui leaders who were being portrayed during the whole

In the Merut Conference, he made a declaration that "At this stage. Election fight is not a fight between personalities but it is a fight between what is right and what is wrong" and warned the muslims to guard against those tyrants who were demonstrating drip with blood and gore in consequence of which most of the provinces had become chronically beleagured regions with their faces pummeled into bloodied lump.

After the demand of Muslim League for Pakistan was unanimously approved in a meeting of the muslim members of the Assemblies in 1946 at Delhi, he called on the Qaid and congratulated him warmly. Qaid-e-Azam advised him not to rest even for a minute as the Referendum in Sylhet and NWFP was of greater importance. He reminded Allama Shabbir Ahmed Usmani of the fact that in NWFP the Red Shirt leaders, under the guidance of Khan Abdul Ghaffar Khan, were vauntingly busy in mesmerizing the muslims there with emotional slogans for retaining their leadership and hostile dominance of Congressi leaders by treachery rather than by conscience and consensus and asked him to rush to that province and cause a smashing blow to the fractured mirror of their insensitive triumphalism.

A broad-based conference of Ulema was held in Calcutta in 1945 where pro-Pakistan Jamaat-e-Ulma-e-Islam was formed. Although Allama could not attend it due to sickness but he was unanimously elected as its President. His message, spread over 30 pages, was read over in the conference. His trailblazing ideas motivationally inspired the whole house with greater hope and confidence

On several occasions, he called on Qaid-e-Azam and made him aware of the fundamental laws of Islam to which he enthusiastically yielded, and said: The laws of Allah are powerful enough to frustrate the evil design of those who were frenziedly tied down with an avalanche of prejudices and provocative elements. He,accompanied by Mufti Muhammad Shafi and Moulana Zafar Ahmed [Jsmani, called on the Qaid on February 12,1939 and held a threadbare discussion on "Politics and Religion". Qaid-e-Azam, after having been fully convinced of the pinnacle of glory of Islam, said: I wholeheartedly acknowledge the universal truth that in terms of the provisions provided by Islam, "Politics can not be kept apart from Religion".

Hussain Ahmed Madani and many, Muslim leaders, ' intoxicated with the doctrine of Indian nationalism, added fuel to flame by whipping up political hysteria in the rank and file of Muslim masses.

At this stage, the Ulema were divided in three groups one of which headed by Moulana Ashraf Ali Thanvi, wholeheartedly supported Muslim League. For this gigantic task, he chose Allama Shabbir Ahmed Usmani, who got himself enriched with wider range of knowledge in Dar-ul-uloom, Deo band and remained associated with it as *Kind* a devoted teacher and scholar of high caliber and moved with him, hand-in-hand, abounding with the evidence of amaging enthusiasism.

In this odd situation, Allama Shabbir Ahmed Usmani whom the muslims held in their high esteem, came to the rescue of Muslim's cause, escalating the demand of Muslim League in an ascending order of political forcefulness. Congressi leaders started hallucinationg and going into convulsion out of embarrassment and frustration when Allama Shabbir Ahmed Usmani effectively exposed their hypocricy in public meetings that leaped out of the interlocking one-sided undemocratic demand.

It is here where Qaid-e-Azam triggered an international outcry and instead of licking the wound inflicted by the Hindu leaders, put Muslim League's demand for a separate Muslim State comprising the Muslim majority provinces. This demand caused emotional jolts to the Congressi and all other Hindu leaders who created an alarming situation, forcing Muslim League to stand in an eyeball-to-eyeball position with their conspiracy. It is because of Muslim League's demand for a separate Muslim State that Jamaat-i-Ulma-e-Hind deserted Muslim League and perfumed the Congressi leaders with their irreversible support for freedom for undivided India.

Now in this changed situation, most of the leaders of the Jamaat and Congressi Muslim leaders embarked on the campaign to win over the massive support of the Muslims by classifying Qaid-e-Azam and other Muslim Leagui leaders as "FASIQ and FAJIR". When Muslim League further escalated its demand for a separate Muslim State, the Congressi leaders rose in their wrath, making the horrizon flicker and flow like molten lava over the souls and goal of the Muslims. They campaigned diabolically, triggering an outcry to which Moulana Abul Kalam Azad, Moulana

Azam Muhammad Ali Jinnah, launched a masterfully interwoven campaign that crackled with wisdom at that stage where emotional fire of scorching wind, generated by the traditional enemies, dashed with bitterness and frustration and turned into boomerang.

In fact, the need and pressings for a separate Muslim State surfaced only when the Congressi leaders, after becoming. victorious in six Hindu majority provinces in the general election held under the Act of 1935, formed their government there behind the strategy of having their dominating command over whole of India.

Prior to it, Muslim League and Jamat-i-Ulma-e-Hind worked to-gather, hand-in-hand, for the success of the Muslim contestants. At that stage, Muslim League, Jamat-i-Ulma-e-Hind,Ahrar and all other Muslim parties were in favour of freedom for whole of India. In reaction to what the Congressi Hindu leaders hypocritically did by forming grossly Hindu offensive government in those six provinces, Qaid-e-Azam and Muslim Leagui leaders expressed their wrath against the shocking example of their hypocrisy and shamelessness, terming it as suicidal crash on the Hindu-Muslim unity.

"Political role played by Allama Shabbir Ahmed Usmani for the creation of Pakistan"

By :- Prof. A. K. Shams

Survival of every community, motivated by the wisdom to seek shinning glory and to pervade the whole society at the matching height, wholly depends on how its leaders, inspired by the doctrine of trust, truth and devotion to duty, whirl about in the political arena and exert the centrifugal force on the string of higher priority alignment of strategy.

From the history of the movement for the creation of Pakistan, it is crystal clear that the leaders of Muslim League and the pro-Pakistan Ulema jointly and successfully encountered the storm that was blown up by the Congressi Hindu leaders who hypocritically won over the support of the Ulema of Jamaat-e-Ulma-e-Hind and used their popularity as bulwark of their strategy against Muslim League.

But, fortunately, the team of Ulema,led by Allama Shabbir Ahmed Usmani, in response to the clarion call of Qaid-e-

28. Ghulam Mohammed ,Tazkar-e-Suleman, Karachi p177.
29. Ghulam Mohammed ,Tazkar-e-Suleman, Karachi p178.
30. Mufti Aziz-ur Rehman,Mushaik-e-Deoband Bajnor 1985 page no247.
31. Munshi Abdur Rehman, Maimaran-e-Pakistan Lahore ,1976 page no359.
32. Asre-e- Jadid, Newspaper kalkata,1915,21 november.
33. Maulana Shabeer Ahmed Usmani ,presidentsial Adress, Muslim league confrence, 1945,2 December
34. Dr safdar Mehmood, Tareeqaosyasat, Karachi page no 48.
35. Herbert Field man,A condtitution for Pakistan pagr no 35.
36. (26) page no 369,372.

10. Abdul rasheed Iraqi Sawanwh-e-khaja, Mahnama al Qasim, Nawshera,2006, pp 1to19.
11. (1) 13
12. (1) 16
13. (2) p543.
14. Maulana shah Moinuddin nadvi, Hayat Suleman, Azam ghar,1937,
15. Syed Mehboob Rizvi, Tareekh-e- Deoband .Delho 1992 page no 103.
16. Syed Mehboob Rizvi, Tareekh-e- Deoband .Delho 1992 page no 104.
17. Shiekh Mohammed Ikram Moje –e-kawser Lahore 1979page no 38.
18. (12) page no 36.
19. Adward Thomsan, The Other side of the Medal, America page no 12.
20. Adward Thomsan, The Other side of the Medal, America page no 13.
21. Adward Thomsan, The Other side of the Medal, America page no 14.
22. (1) p 615
23. (1) p 616.
24. (1) p 618.
25. Ghulam Mohammed ,Tazkar-e-Suleman, Karachi p217.
26. Ghulam Mohammed ,Tazkar-e-Suleman, Karachi p216.
27. Ghulam Mohammed ,Tazkar-e-Suleman, Karachi p218.

Millions of peoples loved Quaid-e-Azam Mohammed Ali Jinnah,but Quaid expressed his will in front of liaquat Ali khan that his dead body should be handed the Maulana Shabeer Ahmed Usmani.Liaquat Ali did as asked amd Maulana Usmani performed Jinnah,s last rituals.

On the inauguration ceremony of Pakistan, he hoisted Pakistan,s flag along with Quaid-e-Azam Mohammed Ali Jinnah. His name will be remembered by all with reverence, as long as this flag,remains high.

REFRENCES

1. Aljamiat,Dehli 20 Dec 1949.
2. Zamindar, 16 December 1949
3. Azad ,Delhi 23 December 1949.
4. Allama Mufti Taqi Usmani, Mahnama al Qasim,Nawshera 2006 page no 86.
5. Abdur Rasheed, Bees Bade Musalman. Maktabe-e- Rashisdiyam,Lahore, 1994, page no 545.
6. Hakim Aftab Ahmed Qureshi, Shiekh-ul-Islam Maulana Shabeer Ahmed Usmani , Urdr digest, Azadi nimber,1994 page no 101.
7. (2)pp 544,546.
8. Roodad-e- Motamer-ul Amsar Muradabad, Sawaneh Shiekh-ul-Islam , Fazlulbari,Book 1 page no 38.
9. Maulana suleman Nadvi, yad-e-Raftigan,maktaba-e-Rashidiya,Karachi 1983 page no.446.

Maulana Answered:.35."There is only one difference between you and the likes of us, and that is, you can talk in terms of ABC, but the artificial distinction apart and you would know how is educated and who is not. You are Apprehensive of mullah's because you afraid they might give you a run from your political destination, but you should know that they have not these ambitions. They do not want to role the country. But they do want the rulers to be like them some extent."36.Variuos Ulma on Tafseer Usmani :

Maulana Anwer shah kashmiri said about Shabeer Ahmed Usmani Quranis explanation:

" Maulana Shabeer Ahmed Usmani has done a huge favour to the Muslim world by writing Quran exlanation(Tafseer)."

Maulana Akhter Shah Khan said:

"Maulana Shabeer Ahmed Usmani Qualities of profound wisdom and knowledge of Quran,among all Ulma in Deoband , have bought him very close to my heart. He as explained the Quran in very simle and compact Urdu.

Syed Suleman Nadvi,says about " Tafseer-e-Usmani":

" The truth is that the symbol of Allams Shabeer Ahmed Usmani,s education accomplishments is Tafseer-e- Usmani. His command over Quranic insights and explanations, and its impact on the readers cannot be put in to words. Muslims are surely expected to derive great benefit from it."

Especial honors:

I ncluding Quaid-e- Azam, all leaders of the Pakistan acquired properties in Pakistan in return of properties in india, which was there right but Maulana Shabeer Ahmed Usmani did not accept any property or any form of compansation and instead said that he would not accept any piece of land till all Muslim migrate from India have a roofs above their heads.

Similarly,he did not accept any political designation ;

thier strength that lies is unity, visible to all and sundry. He said that it was time to show the birish rulers that the Muslim of subcontinent are capable of thier defence.

Maulana Shabeer Ahmed Usmani once said:
Muslimleague has always reinforced an Islamic nation. Therefore earasing all , doubts all Muslim should vote Muslim league. Muslim from a nation of one crore in Hindustan. For maintaining the identity and soverenigty of this nation , it is important that this nation should have a geographically area of its own. An plan where this nation could follow its rules and laws, beliefs and practices with out any Hurdles. Whether this area is named Pakistan or the government of Ilahiyah any name other than this, it is essential to recognize that Muslim are one enduring and huge nation and its absolutely necessary for them to have a separate homeland, that is not in any way possible in the presence of majority and minority governments.
On 18th May,1946, while speaking at a session of Jamiat-ul-Ulma-e-Islam at Azam Ali Garh, Maulana Usmani said clearly :
"Pakistan is the right of Muslims fo subcontinent and at this point in time, birtish and Hindus do not recognize this right. But a time will come when both these nations, themselves will recognize Pakistan but for that we have to revive our forgotten obligation of Jihad and practice it".34.Maulana Shabeer Ahmed Usmani was also a mwmber of Pakistan's Constitutional Assembly and was the president of the political party that wanted to mould the Constitution of Pakistan into an Islamic frame work .Qarardad-e-Maqasid, was passed as the result of Maulana Shabeer Ahmed Usmani effords to Amend the Constitution of Pakistan According to the Islamic laws and shariah .At the first session of genral assembly where the Constitution being formulated, former governer Genral in reply to a suggestion from Maulana Shabeer Ahmed Usmani said :

job discription, rules and regulation for the elected president, and to present the same in the following session of jamiat.Maulana Shabeer Ahmed Usmani was a member of the sub committee formed. Maulana Shabeer Ahmed Usmani regularly attended all the session of jamiat, and remained associated with the jamiat till 1944. He left Jamiat -ul -Ulma in 1945.27.The reason for his leaving The Jamiat was that Maulana Shabeer Ahmed Usmani was a propeller of the two nations Theory wcreas the Jamiat was not.28. Maulana Shabeer Ahmed Usmani was an important member of Khilafat -Committee.29.He passionately worked for this committee in raising funds for the trucks in the balkan war in 1914.30.Jamiat-ul-Ulma Hind was a believer and follower of one nation theory.31.And there for at opposed the Pakistan movment.Maulana Shabeer Ahmed Usmani fervently believed in two nation theory and therefore favored Pakistan movment.This Difference of views led Maulana Shabeer Ahmed Usmani sepration from Jamial-e- Ulma-Hind and in the formation of Jamiat-e-Ulma -e-Islam,which based on two nation theory. Maulana Zafar Ahmed Usmani and Maulana ibraheem meer sialkoti and many other Ulma also Joined this newly founded league and with mutual consent, declared Shabeer Ahmed Usmani the president of this league.32.According to the Islamic point of view, there are only two nations that exist in this world; one that want toreinforce Allah's Laws, and are called Muslim nations, and all other are simply other nations.33. After the formation of Jamiat-ul-Ulma-e-Islam,Maulana Shabeer Ahmed Usmani joined Muslim league. In the election held in1945, He appealed all Muslim to vote Muslim league for thier sake, and that if Muslim league failed at this time then there would be no hope for the Muslims for the long time to find freedom in that country. He further said that it was the need of the time to affirm Muslim league roots and at the same time, make the pioneers of the freedom movment and was the first ones to raise their voices against the birtish tranny.16.Starting from Syed Ahmed Shaheed Barelvi and Maulana Ismail Shaheed to sheikh-ul-Hind Maulana Mohammed Hassan and Maulana Hussain Ahmed madni.,all Ulma continually remained an integrall part of the Freedom Movement.17. And even before that,Shah Waliullah Dehlvi during the downfall of Tamuris When muslims were still rulling.18.He felt impact of birtish role on musmlim sovereignity, spoke up about his intuition in public,and struggled to stop the foresighted repercussions f muslims.19.Shiekh-ul-Hind, Maulana mehmood hassan strived to bring a political revolation in Hindustan at a time when a laymen did not even understand the concept of freedom movment.All Ulma underwent tormenting hardships as a result, were put in jail and exiled from their land by the ruling birtish.20.but their struggle bore fruit and they were able to convey the concept of freedom among tha masses, and the Hindustan politically aware in 1919.21.That is when in November 1919 Jamiat-ul -Ulma Hind, came into existence.22.The third session of jamiat-ul-Ulma Hind was held in Lahore, on 18th,19th, november1921.23. It was presided by Maulana Abdul Kalam Azad.24. A very important decalaration was passed in the session, which was presented by Maulana Habib-ur-Rehman Usmani.25.For Muslims to unite with non Muslims, in battle against Muslims that would result in supremacy of non muslims and weaken Islam is a absolutely prohibited. This fact should be mutually accepted. To try to justify it, by reasoning with the evidence of such happenings in Islamic History, is not appropriate in any way.26.This declaration was recognized by every one. First by, Allama Shabeer Ahmed Usmani followed by all other Ulma.It was also agreed upon in the session to elect a president for Tanzeem-e-Jamat-ul-Muslimeen.. A Sub -Committee was setup for designing a

Allama Shabeer Ahmed Usmani

Prof .Dr farhat Azim

Introduction:

1.Hazrat Allama Shabeer Usmani was blessed with unique skills.2.He was an eminent philospher debater and speakers of his times.3. He is the pioneer of contemporary studies.4.A devoted worker of Tehreek-e-Pakistan.5.Shiekh-ul- islam Molana Shabeer Ahmed Usmani was born in the city of Bajnor in the Holy month of ashura, year 1303 hijri.6.He was named Fazal-e-Allah by his father that later became popular as shabeer Ahmed.7.In 1312 hijri, when he was 13 years of age, He learnt His first lesson of Quran from Hafeez Azim Deobandi. Shabeer Ahmed's family origin was also from Deoband. When Shabeer Ahmed was born, his father was working in the city of bajnor and thus living there.Maulana Fazal-ur-Rehman was one of the founders of Darul Uloom deoband.8. He, along with Maulana Qasim Nanti,played a vital role in the struggle for freedom and laying foundations for Darul Uloom.After his elementary education,Shabeer Ahmed Usmani was sent to Darul- Uloom.Among his teacher there, sheikh-ul- hind Maulana Mehhmood Hasan is worth mentioning.9. Shabeer Ahmed completed his education in 1908.10. His flair for wisdom and his comandable performance during the initial 23 years of his life was obvious to all and highly appreciated.He started teaching Quranic lessons formally at masjid Fatah puri Dehli.11.Later he was appointed as a Maddaris at Darul-Uloom Deoband.12.Became President of the same in 1936 Hijri.In 1944, He left Deoband in invitation from phardabhail.13.And spent some days preaching there. Later,due to his ailing health, he came bake to Deoband.14.For a long time varioud Ulma and Wali fueled the freedom movment of Hindudtan.15.Actually they were

Association of Professional Mentors

APM is a body of senior and experienced mentors who share their rich experience with students, teachers, professors, principals, executives and managers, who are willing to learn and to improve their specific career development skills. We aim for extraordinary virtual learning relationship satisfaction fostering talent and spreading knowledge

Areas covered

☐ Help you in Career Planning and Development
☐ Overcome learning obstacles
☐ Self -improvement and Personality Development
☐ Develop and Conduct various mentoring programmes for colleges, universities, and organisations

Contact if want to:

☐ Become a Mentor
☐ Become a Mentee
☐ Set-up Mentoring Scheme
☐ Know more about mentoring
☐ Request for free presentation (institutions only)

Email or post queries to us and we promise to get back to you within 4-8 days with information and advice.

Email: iqbalarfeen@gmail.com
Mail: APM, Post Box No. 11157, Karachi-75300

Maulana Ahmed Ali **Muhammad Iqbal**

Overseas Representatives:

1. Brunei Daar-ul-salam : Dr. Sajid-ur-Rehman Sidiqi
2. Bangladesh: Maulana Dr. Shabbir Ahmed
3. South Africa: Mufti Muhammad Ashraf
4. Saudi Arabia: Maulana Zafar Alam
5. Canada : Maulana Muhammad Asif Qasmi
6. Norway : Nisar Bhagat
7. America: Muhammad Iqbal
8. England : Majid Salim

Note: - Organization deserves right to writer Organization not responsible of any article

Designing & Composing	Domestic Price	International Price
Mohammad Junaid Durrani	**Pak Rs 100/** **Postal Charges** **Rs 25**	**Euro Rs: 5**

Publisher
Prof. Dr. Salah uddin Sani

Maktabah Yadgar
Shaikh-ul-Islam Pakistan
Allama Shabbir Ahmed Usmani

Publishing, Advertising & Subscription Office
162, Sector 8/L, Orangi Town, Karachi Pakistan
Tel: 00-92-21-665-9703 Mobile: 00-92-300-266-4793
Email: drsalahuddinsani@yahoo.com w.auicks.org

◆

Khurrum Printing Press, 162, Sector 8/L, Orangi Town, Karachi Pakistan.

- Malana Irshad-ul-Haque Thanvi, Chairman ,Zakawath Committee. Member Syndicate University of Karachi, Karachi
- Maulana Muhammad Asad Thanvi , Director Jamia Asahrafia , Sukkur
- Maulana Syed Nasib Ali Shah Al –Hashmi , Director ,Jamia Al Markaz- Al Islami . Bannu Member National Assembly Pakistan
- Prof. Dr. Ahmed Iqbal, Ex-Chairman Department of Islamic Culture ,Sindh University ,Jamshoro.
- Prof. Dr.Mehmood-ul-hasan Arif, chairman , Urdu Dairah Maarif Islamia Punjab University Lahore
- Prof. Maulana Mehmood Hussain Siddiqui, Chairman Seerat Chair, University of Karachi , Karachi
- Prof. Dr. Ahmed Jan , Chairman Department of Usool-ud-Din, International Islamic University Islamabad
- Prof. Dr. Inaam-ul-Haque kawser, Nazim-e-Talimaat Idara Nisabiat Baluchistan

Legal Adviser: Mr. Sami-ud-Din,Advocate High Court

Urdu Editorial Board:

Prof. Dr. Wasim-ud-din
Prof. Abdul Hafeez
Prof. Syed Shoaib Akhter
Prof. Muhamad Mushtaq Kalota
Prof. Dr. H. Rasheed Ahmed Qazi
Prof. Dr. Farhat Azeem
Prof. Nasreen Waseem
Prof. Suriya Qamar
Madam Bushra Baig
Prof. Jamila Khanam

Arabic Editorial Board:

Prof. Dr. Ikramullah Al-Azahari
Prof. Dr. Hafiz Muhammad Sani
Prof. Mufti Muhammad Ammar
Prof. Dr. Niaz Muhhamad
Maulana Ibn-ul-Hassan Abbasi
Mufti M. Zubair Haq Nawaz

Sindhi Editorial Board:

Prof. Dr. Sana-ullah Bhutto
Prof. Sibghat ullah
Prof. Shams-ud-Din
Prof. Dr. M . Makhdom Roshan Sidiqi
Prof.Abdul Qadir Chachar / Jamal Nasir
Prof. Dr. Muhammad Ishaque Bhio

English Editorial Board:

Prof. Sarwar Hussain Khan
Prof. A. K. Muslim
Prof. Muhammad Bilal
Prof.A.K. Shams
Prof. Riaz_ud_Din Rabbani
Prof. Gulam Abbas Jathyal

Guardian of Islam, Ideology of Pakistan: and Representing People of Pakistan

Half Yearly

Uloom-e-Islamiyah

International

(English, Sindhi. Arabic, Urdu)

[August to January 2006]

Volume# 2	Copy# 4
Registration #135-2005	

Patron

Mufti Muhammad Naeem

Chief Editor

Prof. Dr. Salahuddin Sani

Editor

Maulana Dr. Shabbir Ahmed
(Australia)

Advisory Committee:

- Prof .Dr.Mahmood Ahmed Ghazi, Chancellor , International Islamic University, Islamabad
- Prof. Dr. Khalid Alvi ,Khateeb, Shah Faisal Mosque . Director-General Dawah Academy. International Islamic University ,Islamabad
- Dr. Maulana Abdul Razzaque ISkandar, Chancellor, Jami'at-ul Uloom Islamiyyah Allama Banuri Town Karachi.
- Prof. Dr. Qibla Ayyaz, Dean, Faculty of Arts, Peshawar University, Peshawar.
- Prof. Dr. Ali Asghar Chishti ,Dean , Faculty of Arts, Allama Iqbal Open University Islamabad
- Brigadier Dr. Feuz-ur-Rehman, Director, Religious Affairs, Defence Housing Authority, Karachi

پیو ٹھنڈا ٹھنڈا،
بولو میٹھا میٹھا!
رُوح افزا
مشروبِ مشرق
ہمدرد
SGS
ہمدرد لیبارٹریز (وقف) پاکستان
ISO 9001:2000 CERTIFIED
www.hamdard.com.pk

Guardian of Islam,Ideology of pakistan; and Representing People of Pakista

International

ULOOM-E-ISLAMIYAH

Half Yearly

English,Sindhi,Arabic, Urdu

Allama Shabbeer Ahmed Usmani Number

CHIN
NORTH-WEST FRONTIER
NORTHERN AREAS
Chitral
KASHMIR
Kabul
Mardan
Mansehra
Peshawar
Islamabad
Nowshera
Wah
Kohat
Rawalpindi
AFGHANISTAN
ISLAMABA
BOUNDARIES
International
Disputed
Lines of control
Administered by Pakistan
Administered by India
Administered by China
FEDERALLY ADMINISTERED TRIBAL AREAS
Bannu
Jhelum
Mianwali
Gujrat
Sialkot
Wazirabad
Gujran
Dera Ismail Khan
Sargodha
Zhob
Faisalabad
Lahore
PAKISTAN
Okara
Kasur
Pishin
Quetta
Sahiwal
Loralai
Multan
Dera Ghazi Khan
Vihari
Bahawalnagar
Khairpur
Bahawalpur
Sui
PUNJAB
Jacobabad
Rahimyar Khan
Khuzdar
Sukkur
RAN
Larkana
Panjgur
Dadu

Chief Editor

Professor Dr.Salahuddin Sani

Offer to free study on web site www.auicks.org